ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

نبی اکرم ﷺ اور خواتین

ایک سماجی مطالعہ



نشریات

برائے مکتبہ رحمانیہ (مجلس تحقیق اسلامی)
99/J ماڈل ٹاؤن - لاہور
3/3/10

رسولِ اکرم ﷺ اور خواتین

ایک سماجی مطالعہ

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی
ادارہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

نشریات
۴۰ اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۴۵۸۹۴۱۹۔۰۳۲۱

نام کتاب : رسول اکرم ﷺ اور خواتین

مؤلف : ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

اہتمام : نشریات، لاہور

مطبع : [illegible] پرنٹرز، لاہور

قیمت : [redacted] روپے

خواتینِ اسلام

اور

میری بیٹیوں۔ زینت رخسانہ

کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و خاتم النبیین محمد ﷺ و علیٰ اصحابہ الطاہرین و من تبعھم باحسان الی یوم الدین

تقدیم

انسانی سماج میں عورتوں کے کردار اور کارگذاری کے باب میں ہمیشہ افراط وتفریط پر مبنی نظریات و اصول کارفرما رہے ہیں۔ اسلامی نظامِ معاشرت نے ان میں اعتدال و میانہ روی پیدا کرنے کی کوشش کی اور ان کو ممکنہ حد تک فطری بنایا۔ اس کارِ گہ شیشہ گراں میں اسلام نے یہ سعیِ مشکور کی کہ کسی کو ٹھیس نہ لگے، نہ مردانہ قوامیت پر حرف آئے اور نہ ہی نازک آبگینوں میں خراش آئے۔ دونوں جنسوں -جنسِ قوی اور جنسِ نازک- کے تمام فطری تقاضوں کی رعایت کی گئی اور ان کے باہمی ارتباط و تفاعل کے رشتوں میں توازن پیدا کیا گیا۔ اسلامی شریعتوں اور سماجوں نے عہدِ حضرتِ آدم علیہ السلام سے دورِ فخرِ آدم ﷺ تک محکم اصول وقوانین کو زمان و مکان کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔

خاتم النبیین ﷺ نے نبوت و بعثت کے تمام تقاضوں اور مقاصد کی انتہائی تعمیر اور کامل ترین تکمیل کردی جس کے بعد کسی اضافہ کی گنجائش نہیں۔ ان میں سماجی اخلاق کی تکمیل و اتمام بھی شامل ہے اور اس کا ذکر حدیث نبوی: "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" (میں اخلاق کے تمام مکارم کے اتمام کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں) میں ملتا ہے۔ سماجی اخلاقیات میں دوسرے ابواب سے کہیں زیادہ نازک جہانِ نسواں کا باب ہے اور اس سے بھی نازک تر مرد و زن کے باہمی ارتباط اور تعلق کا معاملہ -رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی اصلاحات و احادیث سے اس کو بھی استوار کردیا۔

جاہلیت نے جو خرابیاں پیدا کی تھیں ان کو دور کیا اور اسلامی اصول و احکام کے تناظر میں اپنے خالص اسوہ سے اس کا معیار قائم فرما دیا۔

اپنے بہترین زمانے میں-مکی اور مدنی دونوں ادوارِ مبارک میں- آپ ﷺ نے نبوی سماج میں اختلاطِ مرد وزن کا عملی نمونہ مستحکم و محکم فرمایا۔ بلاشبہ اس کے ارتقاء و تشکیل میں زمان و مکان کے احوال و ظروف کا ضرور لحاظ کیا گیا تھا۔ وہ اصطلاح میں عرف کہلاتا ہے اور ہر انسانی سماج میں عرف کی بڑی رعایت کی گئی ہے۔ اسلامی تشریع ہو یا اسلامی سماجی اصول سازی، عرف کی کارفرمائی ان میں بھی ہے، تاہم ان میں بھی آفاقی اسلامی اقدار اور شرعی اصول کی حکمرانی ملتی ہے۔ اسی سے تمام مسلم سماجوں میں ایک قدر مشترک پیدا ہوتی ہے اور وہ مقامی عرف اور مقامی تمدن کے پشتہ سے اوپر جا کر اسلامی سماجی نظام کو آفاقی بناتی ہے۔ زمان و مکان پر اصول و اقدار کی یہی حکمرانی ہے۔

عہدِ نبوی میں مرد وزن کے مقام و مرتبے اور کارگزاری کے متعدد ابعاد و جہات ہیں۔ ان سب کا احاطہ ایک جگہ کرنا مشکل ہے۔ بالخصوص تاریخی مطالعہ جس کو علمی / تجربی مطالعہ (empirical study) کہا جاتا ہے۔ واقعات و شواہد کے جمع و تدوین کے بغیر جہاں بات نہیں بنتی ان کے سبب بحث طویل ہو جاتی ہے اور طولِ کلام سے ضخامت بڑھتی ہے جو پریشان خاطری کی وجہ اور تکانِ ذہنی کی باعث بھی بن جاتی ہے۔ اس لیے اس مطالعہ میں بنیادی طور سے عہد نبوی میں مسلم مرد وزن کے باہمی سماجی روابط کی صرف ایک جہت ہی زیر بحث لائی گئی ہے اور وہ ہے اختلاف مرد وزن کے واقعات و شواہد پر مبنی مطالعۂ معاشرۂ نبوی۔ ظاہر ہے کہ اس کی متعدد ذیلی جہات بن جاتی ہیں۔

سب سے اہم صورت یہ تھی کہ رسولِ اکرم ﷺ کے خواتینِ عہد سے سماجی ارتباط اور معاشرتی تعلق کی نوعیت کیا اور کیسی تھی۔ اس کے تحت مختلف مباحث لائے گئے ہیں: رسولِ اکرم ﷺ مکی عہد میں کن خواتینِ شہر کے گھروں میں آتے جاتے تھے اور مدنی دور تشکیل میں کن خانہ ہائے خواتین کو اپنے ورودِ مسعود سے مشرف فرماتے تھے۔ ان میں مہاجرات کی وطنی آماجگاہیں کون سی تھیں اور انصاریات کے مساکنِ زیارت کیا کیا تھے۔ سماجی ارتباط میں باہمی دوطرفہ عمل و سلوک ہوتا ہے،

لہٰذا مکی دور میں کون سی خواتین خانۂ نبوی میں آتی جاتی تھیں اور مدنی دور میں کون کون سی خواتین ورود فرماتی تھیں۔ ان باہمی زیارات و ملاقات کے مقاصد و محرکات اور مسائل کیا کیا تھے۔

سماجی ارتباط و تعلق کی بہت سی صورتیں ان زیارات و ملاقات میں تفصیل سے نہیں لائی جاسکی ہیں صرف ان کا حوالہ آتا گیا ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں: ایک یہ کہ بعض پر تفصیل سے کلام عہدِ نبوی کے تمدن سے متعلق تھا، لہٰذا اسی خاص مطالعہ میں اس کو پیش کیا گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تکرار و طول کلام ہوتا جو اصل مقصد کو فوت نہ کرتا تو اس کو خاصا مجروح ضرور کردیتا، اسی کو علمی اور موضوعی انحراف کہا گیا ہے۔

اختلاطِ مرد و زن کے باب میں ہماری سوچ بالعموم منفی رہتی ہے اور اس کے لیے ہماری ناقص تربیت اور ناقص تر معلومات ذمہ دار رہی ہیں جو صدیوں کے مردانہ توہمات کی پیدا کردہ ہیں۔ ان میں انحراف و زیادتی اور حد سے گذر جانے کی پیدا کی ہوئی غلطیاں بھی کارفرمائی کرتی ہیں۔ بایں ہمہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس اختلاطِ نیک و صحبت صالح کی بہت سی نیک، خیر آفریں اور دوررس نتائج کی حامل اقدار اسلامی بھی ہیں۔ عہدِ نبوی میں رسولِ اکرم ﷺ اور خواتینِ اسلام کی باہمی زیارات و ملاقات میں بہت سی اقدار و روایات صرف ان ہی کے سبب وجود میں آئیں۔

اگر یہ زیارات نہ ہوتیں تو خالص سماجی صالح اقدار اور رسوم کے علاوہ بہت سی اسلامی اصول و احکام بھی وجود میں نہ آتے۔ ان جہاتِ ملاقات کو دو الگ الگ حصوں میں زیرِ بحث لایا گیا ہے: بہت سی احادیثِ نبوی ان ہی کے سبب اور ان ہی کے دوران ہویدا ہوئیں۔ دوسرے یہ کہ بہت سے احکامِ اسلامی ان کے سبب وجود میں آئے۔ ان میں سے بعض خالص نسوانی معاملات و امور سے تعلق رکھتے ہیں اور بہت سے عام اصول و احکام بن گئے ہیں جو ہر مسلم سماج کے لیے ضروری ہیں۔ وہ جہانِ نسواں کے جہانِ مرداں سے ارتباطِ صالح اور تعلقِ مصلح کو مرتب و منظم کرتے ہیں۔ وحی الٰہی - قرآن و حدیث - کے بہت سے احکام و فرامین میں ہی نہیں، ان کے سماجی تناظر اور تہذیبی پس منظر بھی ان سے فراہم ہوتے ہیں۔

احکام و احادیث و آیات کی صحیح تفہیم کے لیے بھی اور اس سے زیادہ ان کے اطلاق و نفاذ

کے لیے اس سماجی اور تہذیبی تناظر کی اہمیت وضرورت ہے۔ آفاقی عنصر، عالمی مزاج اور ابدی قدر رکھنے کے باوجود بہت سے احکام واحادیث وآیات کی تہذیبی ناگزیریت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی سے دراصل تعمیم کا دروازہ بند ہوتا ہے اور علم وعمل کے افراط وتفریط کے قلعوں کا سد باب کیا جاسکتا ہے۔ دراصل ہوتا ہے کہ ہم اہل علم بالعموم اور اہل اسلام بالخصوص احکام واقدار اور احادیث وآیات کے مجموعی تناظر میں مطالعہ وتفہیم اور اطلاق نہیں کرتے۔ صرف ایک یا دو آیات واحادیث سے مجموعی نتیجہ نکال لیتے ہیں اور تاریخی معاملات ومطالعات میں تعمیم کا رجحان تو عالمی وبا اور بلائے بے درماں کی صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔ بہر حال اس رجحان عام پر تھوڑی سی گفتگو آئی ہے۔

ایک بحث یہ بھی ضروری سمجھی گئی کہ رسولِ اکرم ﷺ کی خواتین سے ملاقات وزیارات کے علاوہ صحابۂ کرام اور صحابیات طاہرات کے مبارک وطاہر اختلاط پر بھی نگاہ مرکوز ہو کیوں کہ رسولِ اکرم ﷺ کو خاص حقوق پیغمبرانہ کا علمبردار وحامل قرار دے کر اسے عام اسلامی اصول وعمل نہ سمجھا جائے۔ غالباً یہی حکمت وفراستِ نبوی تھی کہ آپ ﷺ اپنی بعض زیارات وملاقات میں اپنے بعض ممتاز صحابۂ کرام کو بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ بعض صحابۂ کرام کے ساتھ بعض صحابیات کو سکونت کی اجازت عطا کی تھی اور صحابۂ کرام وصحابیات طاہرات کے باہمی انفرادی اختلاط وزیارات کا بھی بڑا وسیع باب تھا۔ سماجی رسوم واقدار اور صالح روایات مہر ومحبت کے علاوہ ان ملاقاتوں اور زیارتوں کی وجہ سے بہت سے احکام اور اصول نکلے تھے جو آفاقی اور ابدی بنے۔ ان اصول واحکام اختلاطِ باہمی کو ایک الگ باب میں آثار وشواہد کے بعد لایا گیا ہے تا کہ خالص نظریہ سازی اور ذہنی رجحان کشی کا الزام نہ لگے۔

عہد نبوی کے اسلامی معاشرے میں خواتین نے امت کے اجتماعی کاموں میں بھی حصہ لیا تھا۔ ان کے بھی بہت سے اطراف ہیں۔ متعدد تعلیمی اور علمی گوشوں کو اس بحث میں شامل نہیں کیا گیا ہے کہ وہ ایک تو ان کی انفرادی اور اجتماعی کوششوں پر مبنی تھے اور دوسرے ان کا تعلق زیادہ تر تمدنِ اسلامی سے ہے اور مرد وزن کے سماجی ارتباط سے ذرا کم ہے، اگرچہ اس کی کئی مثالیں اس میں پیش کی جاسکتی تھیں۔ مدنی عہدِ نبوی میں ایک اہم ترین اجتماعی معاملہ غزوات میں خواتین کی شرکت کا

تھا۔ بالعموم اس کا مفصل مطالعہ نہیں کیا گیا ہے۔ اس بحث میں اس پر کافی تفصیل اور بہت سے شواہد کے ساتھ کلام کیا گیا ہے اور وہ اس پورے مطالعہ کا سب سے مفصل باب بھی ہے۔ اس میں اصولی باتوں کے علاوہ اس نکتہ پر زیادہ زور دیا گیا ہے کہ بہت سی خاتونانِ اسلام نے متعدد غزواتِ نبوی میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ ان میں سے کئی صحابیات تو مستقل مجاہدات کے زمرے میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں کہ بیشتر غزوات میں انھوں نے رفاہی خدمات کے ساتھ ساتھ فوجی اور جنگی خدمات بھی انجام دیں۔ یہ خوبصورت اور پرافتخار گوشہ سوانح دراصل ایک پورے آزاد تحقیقی مطالعہ کا تقاضا کرتا ہے۔ تاہم اس پیشکش میں بھی اس کے کئی زبردست زاویے آگئے ہیں اور وہ مجاہدین کے ساتھ مجاہدات کے رشتوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

عرب جاہلی تمدن کے پس منظر میں اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے تناظر میں خواتینِ اسلام کی اقتصادی و معاشی بالخصوص تجارتی سرگرمیوں کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے۔ وہ بھی ایک الگ تحقیقی مقالے کا موضوع بن سکتا ہے۔ اس بحث میں ان کی نمایاں تجارتی سرگرمیوں کا صرف ایک سرسری جائزہ ہی لیا جاسکا ہے۔ تجارت و اقتصاد میں خاتون تاجرات کا واسطہ بازار سے پڑتا تھا جہاں مرد و زن دونوں کی سرگرمیاں جاری رہتی تھیں۔ شواہد و آثار اور تاریخی واقعات سے اس بحث کو مدلل کر کے پیش کیا گیا ہے۔ بعض اصولی بحثیں بھی کی گئی ہیں کہ خواتینِ اسلام پر اگرچہ کمانے کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی تاہم ان کو اس کا حق دیا گیا ہے اور اس کا بھرپور استعمال عہدِ نبوی کی خواتین نے محدود پیمانہ ہی پر سہی، کیا تھا۔ اس کے علاوہ ان طبقاتِ نسوانی کو بعض فطری امور نے بھی یہ حق و ذمہ داری بخش دی تھی۔ بعض پیشے ایسے ہیں جن کا مدار صرف نسوانی خدمات پر ہی ہے جیسے رضاعت، حضانت وغیرہ۔ عرب سماج کے خاص تناظر میں ان کے بعض دوسرے پیشے بھی تھے جیسے نسوانی ختنہ گری وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان میں پابندی کی بات بھی نہیں ممکن ہے۔ سب سے حیرت انگیز بات یا پیشہ طبابت و جراحت کا ہے۔ عہدِ نبوی میں خواتین ہی اس میدان میں سرخیل تھیں اور مردوں کا بھی علاج کرتی تھیں۔

مرد و عورت کے باہمی سماجی تعلقات میں بالخصوص ازدواجی معاملات میں بعض تصادم اور

اختلاف کی صورتیں ابھرتی ہیں۔ بالعموم جہانِ نسواں کو اس باب میں مردانہ ظلم وتعدی کا شکوہ ہوتا ہے اور کچھ نہ کچھ حقیقت بھی ہے کہ مردانہ تفوق ان کو زیادتی پر اکساتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ خواتین صرف خیر کی پتلیاں ہیں، وہ بھی نافرمانی، انحراف، تجاوز، لاپرواہی اور نسوانی پندار کے ذریعہ مسائل پیدا کرتی ہیں، لیکن بالعموم اس مظلوم طبقہ انسانی کو مردانہ تجاوزات کا شکار ہونا پڑتا ہے اور عہد نبوی میں بعض واقعاتِ تعدی بھی پیش آئے۔ عورتوں کی شکایات پر ان کا ازالہ کیا گیا، ان کے حقوق ان کو عطا کیے گئے اور اسلامی قانون معاشرت میں ان کے مستقل اصول بنائے گئے۔ ایک باب میں ان کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے۔ یہ بڑا چشم کشا باب ہے اور مختلف موجودہ مسلم معاشروں کے لیے اس میں کافی سامان عبرت موجود ہے کیوں کہ شادی بیاہ اور طلاق کے معاملات میں ہمارے مسلم معاشرے بالعموم اسلامی اصول واحکام سے روایات ورسوم کے پردے میں تجاوز کرتے ہیں۔

اسی سے متعلق ایک اور حسین، دلآویز اور مہر آگیں باب ہے جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے متعدد خواتین کی شادیاں کی تھیں۔ ان کے رشتے لگائے تھے، رشتوں کے انتخاب میں مشورے دئے تھے اور بہت سے رشتے خود اپنی مرضی سے طے کئے تھے۔ اس باب کی چند حسین ترین جہات ہیں: رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی بنات طاہرات کی شادیاں کی تھیں تو یہ کوئی اہم سماجی زاویہ نہیں کیوں کہ ہر باپ اپنی بیٹیوں کی شادیاں کرتا ہی ہے۔ ان میں البتہ یہ زاویہ بہت اہم ہے کہ ان کی شادیاں کن خاندانوں کے افراد سے کی تھیں اور ان کا اسلامی اور تہذیبی مقصود کیا تھا؟ دوسری جہت یہ ہے کہ بہت سی بچیوں کی شادیاں آپ ﷺ نے ایک کفیل وولی کی حیثیت سے کی تھیں کہ ان کے ولی یا ماں باپ اس فرض کو انجام دینے کے لیے موجود نہ تھے۔ کئی رشتے آپ ﷺ نے بطور وصی طے کئے تھے کہ ان کے لیے ولی اصل نے آپ ﷺ کو اپنا وصی مقرر کردیا تھا۔ عرب سماج میں اور اسلامی معاشرے میں بھی وصیت کی ایک شاندار اور معنی خیز روایت تھی جو اب بیشتر مسلم معاشروں سے اٹھ گئی ہے۔ یہ رشتے اسی کی تحت کئے گئے تھے اور خوب طے کئے گئے تھے۔ تشریعی لحاظ سے بعض شادیاں آپ ﷺ نے بطورِ امام امت اور سربراہ ملت انجام دی تھیں اور ان میں بھی ایک اسوۂ حسنہ ہمارے قائدینِ ملت کے لیے موجود ہے۔ اس باب میں ان تمام جہات کو

بہت مختصر انداز ہی میں پیش کیا گیا ہے۔

''گمشدہ اوراقِ سیرت'' کے جامع تر عنوان سے مقالاتِ سیرت نبوی کا ایک مبارک سلسلہ شروع کرنے کا خیال کافی عرصے سے تھا۔ اس کے عمل بننے کے لیے توفیقِ الٰہی درکار تھی جواب ارزانی ہوئی ہے۔ اس زریں سلسلے میں سیرتِ نبوی کے ان خاص موضوعات پر مختصر اور جامع مضامین لکھنے ہیں جو بالعموم سیرت کی کتابوں میں نہیں ملتے۔ ان کا مواد البتہ مآخذِ سیرت میں خوب ملتا ہے، لیکن وہ بھی جا بجا بکھرا ہوا اور سونے کی کان میں ذرات کی طرح منتشر منتشر۔ ان کو کسی ایک مصدرِ سیرت سے نہیں بلکہ چند مآخذ تاریخ سے جمع کیا گیا ہے اور ایک خاص موضوع کے تحت الگ الگ مقالات کی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔ مقالات کا یہ مجموعہ ایک خاص موضوع پر ہونے کے سبب ایک کامل کتاب سیرت کا درجہ رکھتا ہے اور عہدِ نبوی کے ایک دل نشیں اور اسوہ نما پہلو اربابِ نظر کے سامنے لاتا ہے۔

سیرتِ نبوی سے متعلق یوں تو ہر قسم کی معلومات سرمۂ بصیرت ہیں، لیکن سماجی معاملات، معاشرتی امور اور تہذیبی چیزیں معاصر مسلم سماج کے لیے ناگزیر بن گئی ہیں، کیوں کہ مسلم معاشرے کے لیے اسوہ حسنہ پیش کرتی ہیں اور ہمارے معاصر مسلم سماج کے لیے ناگزیر بن گئی ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ مسلم معاشرے روز بروز منہاجِ نبوت سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ جوں جوں ہم مسلمان عہدِ نبوت اور عہدِ خیر سے دور ہوتے جارہے ہیں توں توں ہماری بدعملی، سنت سے دوری اور اسوۂ نبوی سے بیزاری بڑھتی جارہی ہے۔ خیر پر شر غالب آرہا ہے، سنت کی جگہ من چاہی روایت لے رہی ہے۔ اسلام کی بجائے جاہلیت قوت پکڑ رہی ہے۔

مسلم بدعملی اور جہانِ مسلم کی جاہلی زندگی کی بنیادی وجہ کتاب وسنت سے ناواقفیت ہے۔ المیہ یہ ہے کہ جاننے کی خواہش ہی نہیں، سمجھنے کا موقعہ تو علم کے بعد آتا ہے اور عمل کا اس کے بھی بعد۔ جب اولین مرحلۂ عشق طے نہیں ہوا تو دوسرے اور تیسرے مراحلِ محبت کی بات ہی بے سود ہے۔ بقول علامہ اقبال احساسِ زیاں ہی جاتا رہا۔ بایں ہمہ قلبِ مسلم کی حالت عجیب ہے۔ تمام بدعملی اور روسیاہی کے باوجود اس میں رسولِ اکرم ﷺ کی بیکراں محبت جاگزیں ہے۔ خراب سے

خراب مسلم اپنے آقائے نامدار ﷺ سے بے انتہا عشق کرتا ہے۔ اس قلبی عشق اور دلی محبت کو ان کے نہاں خانوں سے باہر لانے کی ضرورت ہے۔ یہ ''گمشدہ اوراقِ سیرت'' اسی مقصدِ عالی کی خاطر پیش کئے جا رہے ہیں۔

یہ کام تو صاحبانِ علم و فضل کا تھا مگر مولیٰ کی مرضی کہ وہ اپنے ایک حقیر ترین بندے سے یہ خدمت لے رہا ہے، شاید اس کی دنیا بنانے اور آخرت سنوانے کی خاطر، غالباً سیرتِ نبوی کے علمی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے مقصد سے اور یقیناً اپنے ذکر عالی اور اپنے رسول آخر الزماں ﷺ کی یادگرامی کو قلب و روح میں بسانے کے مطمحِ نظر سے۔ اسی ذاتِ بے ہمتا نے تو اپنے رسولِ اکرم ﷺ کے ذکر کو بلند کرنے کا وعدہ کیا ہے اور اسے مختلف طریقوں سے پورا کیا ہے۔ یہ بھی ذکرِ محمد ﷺ کے رفع و بلندی کی ایک صورتِ جمیل ہے اور اس کی صورت گری پر افتخار سے زیادہ تشکر غالب ہے۔

(۲)

بارہ مضامین پر مشتمل اس مطالعۂ سیرت و تاریخ اسلامی کا ایک دلکش اور محبت آگیں پس منظر بھی ہے۔ اصلاً ان کو ایک رسالہ کے بارہ شماروں کے لیے لکھا گیا اور اس کی تحریک اس ماہنامہ کے ایک درمند مدیر کی اسلامی خواہش سے ملی۔ ایک مدت پہلے تحقیقات اسلامی علی گڑھ میں خاکسار کا ایک مضمون ''اسفار و غزوات نبوی میں ازواج مطہرات کی رفاقت'' کے عنوان سے چھپا تھا۔ قارئین و ناقدین کی وسیع القلبی کے سبب اسے بہت پسند کیا گیا اور ترجمان القرآن کے اس وقت کے مدیر محترم جناب خرم مرادؒ نے اس کو اس درجہ پسند کیا کہ اس کی تلخیص اپنے موقر ماہنامے میں شائع کی اور خاکسار راقم کی حوصلہ افزائی کے لیے داد و ستد سے خوب نوازا۔ ان کے محبت آگیں گرامی نامے نے مراسلت کا ایک مختصر باب کھول دیا۔ اس کا علمی ماحصل یہ تھا کہ عہدِ نبوی میں خواتین کے معاملے پر کچھ لکھا جائے۔ ہم دونوں کا اس امر پر اتفاق تھا کہ مرد و زن کے اسلامی اختلاط اور سماجی تعلقات کی جو تصویر بنتی ہے وہ اسلامی عہد اور نبوی زمانے میں اس سے کافی مختلف تھی جو آج اصول و احکام کی روشنی میں بنائی اور بتائی جاتی ہے۔ لہٰذا طے ہوا کہ خاکسار راقم خالص

تاریخی و واقعاتی شہادتوں کی تابندگی میں مختلف مضامین کی صورت میں اسے رقم کرے۔ موضوعات وعناوین خود تاریخی روایات و واقعات طے کر دیں گے۔

تقدیرِ الٰہی یا کارکنان قضاء وقدر کی کارفرمائی کہ اس موضوع پر مدتوں کام نہیں ہوسکا بلکہ اس کے شروع کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ خاکسار راقم کا مطالعہ سیرت اور نگارش تاریخ اسلامی جاری رہا اور موضوع / موضوعات بھی ذہن و دل کے گوشے میں کارفرما رہے۔ دوسرے موضوعات کے علاوہ اس باب خاص کے بارے میں بھی معلومات و مواد جمع ہوتا رہا اور وہ نوٹس کی شکل میں مدون بھی ہوتا رہا۔ فیصلہ الٰہی نے ایک دن خاکسار راقم کے قلم کو اس موضوع پر تحریر و نگارش کی طرف موڑ دیا اور یکے بعد دیگرے یہ بارہ مضامین وجود میں آ گئے۔ اولین تسوید تو ایک دو ماہ میں ہوگئی مگر ان کی تصحیح و تبییض میں لگ بھگ چھ سات ماہ کی تاخیر ہوئی اور وہ بھی تقدیر الٰہی سے بالآخر ہو ہی گئی۔ اس دوران ان مضامین کا محرک اول اللہ کو پیارا ہوگیا اور اپنے پیچھے خیر و برکت کے دوسرے سامان کے ساتھ یہ پیار بھرا کام بھی چھوڑ گیا۔ اصلاً یہ مضامین یا ابواب کتاب اسی محترم و محبوب رفیق و صدیق نادیدہ کی یاد میں ان کے محبوب رسالے کو پیش نظر رکھ کر مختصر مختصر لکھے گئے۔

(۳)

خاکسار کی دوسری تمام تحریروں کی مانند اس نگارشِ لطیف میں بھی احسانات بہت سی شخصیات کے ہیں۔ ان کا شکریہ ادا کرنا فرض بھی ہے اور میرا معمول بھی۔ احسان شناسی سے محسنین کا بھلا تو کیا ہوتا ہوگا میرا بھلا ضرور ہوتا ہے۔ ناشکرا نہیں کہلاتا مگر اس سے زیادہ ایک شکر ادا کر کے ہزارہا نعمت الٰہی کا مستحق بن جاتا ہوں کہ وہ معمولی شکریہ لازمی طور سے عطا یا نچھاور فرماتا ہے، لہٰذا سب سے اول اور سب سے آخر اسی ذات بے ہمتا اور رب العالمین اور پروردگار عالم اور محسن اعظم کا شکر اس کے مقام و مرتبے کے مطابق بجالاتا ہوں جس نے اس نعمت سے نوازا اور اس کی قدردانی کا جذبہ بھی عطا فرمایا۔ نعمت کی قدر نہ کی جائے تو بھی ناشکری ہوتی ہے۔

☆ پروردگار عالم کے بعد اس کے آخری رسول معظم ﷺ کی بارگاہ عالی میں درود و سلام کے ذریعہ شکر و امتنان کا اظہار کرتا ہوں کہ ''ان'' کے سبب ہی تو ہم نے پروردگار عالم کو پہچانا،

چلے آرہے تھے۔ ان رشتوں کی بحالی صلۂ رحمی کی ایک صورت بھی تھی۔ صلۂ رحمی کرنا، رشتوں اور قرابتوں کی پرورش کرنا، محبت وتعلق کو بڑھانا، باہمی تعلقات کو فروغ دینا اور سب سے محبت بھرا تعلق رکھنا تو اسلامی حکم ہی ہے اور آپ ﷺ سے بڑھ کر اور کون اس حکم کی تعمیل کر سکتا تھا؟ اسی تعمیل کی ایک خوبصورت شاخ یہ تھی کہ آپ اپنی رشتہ دار اور قرابت والی خواتین کے گھروں میں زیارت وملاقات کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

۱- پھوپھیوں کے گھروں میں

آپ ﷺ کی چھ پھوپھیاں تھیں:

۱- ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب، ۲- عاتکہ، ۳- برہ ۴- امیمہ، ۵- اروی، ۶- صفیہ

نبوت سے قبل اور نبوت کے بعد رسولِ اکرم ﷺ ان کے گھروں میں ملاقاتوں اور زیارتوں کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ پھوپھیوں کی زندگی بھر یہ سلسلہ جاری رہا اور ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد بالخصوص پھوپھی زاد بہنوں سے بھی قرابت کا تعلق قائم رہا اور ان کی زیارتوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ بعض روایات سے ان کی تصدیق ہوتی ہے۔

☆ بعثت کے بعد جب قریب ترین رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکمِ الٰہی ملا تو انہی پھوپھیوں نے رسولِ اکرم ﷺ کو دعوت دینے کی راہ سجھائی تھی۔ آپ ﷺ نے ان ہی کے مشورے سے پینتالیس یا اس سے زیادہ مردانِ بنوعبدمناف کو ایک گھر میں جمع کیا تھا۔ پھوپھیوں نے دو اور مشورے بھی دیئے تھے: ایک یہ کہ خواتین کو پہلے جمع نہ کیا جائے کہ وہ اپنے مردوں کی تابع ہوتی ہیں، یہ مشورہ آپ ﷺ نے مان لیا تھا۔ دوسرا یہ کہ ابولہب ہاشمی کو دعوت نہ دی جائے کہ ان کے گڑبڑ کرنے کا خطرہ تھا۔ یہ مشورہ آپ ﷺ نے نہیں مانا۔ ایک دعوت نتیجہ خیز نہیں رہی تو پھوپھیوں کے دوسرے مشورے پر دوسری دعوت کی جو بہتر ثابت ہوئی (بلاذری، انساب الاشراف، ۱/ ۱۱۸-۱۱۹؛

مصعب زبیری، نسب قریش ۱۷ – ۲۰؛ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۵/مختلف تراجم عمات؛ جمھرۃ انساب العرب، ابن سعد، ۸/ ۴۱ – ۴۵؛ مقالہ خاکسار، بنو عبد مناف – عظیم تر خاندان رسالت، معارف اعظم گڑھ، فروری – مارچ ۱۹۹۶ء؛ عبد المطلب ہاشمی – رسول اکرم ﷺ کے دادا، دہلی، لاہور، ۲۰۰۴ء؛ ۲۱ – ۵۰ و مابعد)۔

چچیوں کے گھروں میں

یوں تو رسول اکرم ﷺ کے گیارہ چچا تھے لیکن ان میں چند ہی سے آپ ﷺ کے تعلقات کا زیادہ پتہ چلتا ہے۔ دادا عبد المطلب ہاشمی کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پرورش و پرداخت دونوں حقیقی چچاؤں – زبیر ہاشمی اور ابو طالب ہاشمی – نے کی تھی۔ آپ ﷺ کو ان دونوں اور ان دونوں کی بیویوں سے خاص تعلق تھا۔ ان دونوں چچیوں نے آپ ﷺ کی محبت بھری پرورش کی تھی۔ جوانی کے زمانے میں بعثت سے قبل آپ ﷺ اپنے گھر بار والے ہونے کے بعد بھی پابندی سے ان سے ملنے جاتے رہے۔ جناب زبیر ہاشمی کی بیوی عاتکہ بنت ابی وہب مخزومی سے آپ کی ملاقاتوں اور زیارتوں کا ذکر کم ملتا ہے لیکن ان کی صاحبزادیوں – ضباعہ، ام الحکم، صفیہ وغیرہ سے ملاقاتوں اور زیارتوں کا مستقل ذکر ملتا ہے۔ پورے مکی دور میں اور بعد میں مدنی عہد میں بھی رسولِ اکرم ﷺ ان کے گھروں میں ملاقات، میل ملاپ اور زیارت کے لئے جاتے رہے (سابقہ حوالے بالخصوص: عبد المطلب ہاشمی ... ۴۱ – ۵۱؛ مقالہ خاکسار، عم نبوی زبیر بن عبد المطلب اور سیرتِ نبوی، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جولائی – ستمبر ۱۹۹۶ء)۔

مشہورتر اور شفیق ترین چچا جناب ابو طالب ہاشمی اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا خاص تعلق تھا۔ آپ ﷺ کے بچپن میں یہی چچی فاطمہ تھیں جو آپ ﷺ کی دیکھ بھال اپنے بچوں سے زیادہ کرتی تھیں۔ ویسے ان کی اس وقت صرف دو اولادیں ہی تھیں۔ وہ آپ ﷺ کے لئے کھانا رکھ چھوڑتیں، اپنے بچوں کو نہ دیتیں لیکن آپ کو ضرور کھلاتیں، جب تک آپ ﷺ گھر نہ آتے خود کھاتی تھیں نہ کسی کو کھانے دیتیں۔ جب آ جاتے تو خود ساتھ کھایا کرتی

تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ اپنی شفیق ماں جیسی چچی سے اتنے وابستہ تھے کہ روزانہ ہی ان کی ملاقات و زیارت کو ضرور جاتے تھے اور نبی بننے کے بعد اس معمول میں ذرا فرق نہیں آیا تھا۔ نہ صرف زیارت کو جاتے تھے بلکہ ان کے گھر میں قیلولہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جناب ابوطالب ہاشمی کی وفات کے بعد ان (چچی فاطمہ) سے زیادہ میرے ساتھ حسن سلوک کرنے والا دوسرا کوئی نہ تھا: "قال: ان لم یکن بعد ابی طالب ابرلی منها ......" (اسد الغابة، ۵/ ۵۱۷؛ کان رسول اللہ ﷺ یزورها ویقیل عندها"؛ ابن سعد، ۸/ ۲۲۲، الاصابة، ۵/ ۵۱۷: اپنے شوہر جناب ابوطالب کے بعد سب سے زیادہ آپ ﷺ کا خیال رکھتی تھیں ......)۔

حضرت ام الفضل لبابہ بنت حارث عامری ہلالیؓ حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کی اہلیہ محترمہ اور رسولِ اکرم ﷺ کی ایک چہیتی چچی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ ان کے گھر جاتے، ان کی زیارت کرتے اور ان کے ہاں قیلولہ فرماتے تھے: "وکان رسول اللہ ﷺ یزورها ویقیل عندها" (اسد الغابة، ۵/ ۵۳۹)۔ یہ مکی دور ہی کا واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ خاندان عباسی نے فتح مکہ تک ہجرت نہیں کی تھی۔ ابن سعد ۸/ ۲۷۷ کی عبارت یہی ہے اور وہ مکی دور سے متعلق ہے، زیارت نبوی مدینہ میں بھی جاری رہی تھی اور قیلولہ کا معمول بھی۔

چچازاد بہنوں میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہر ماہ میں ایک بار ضرور تشریف لے جایا کرتے تھے، اگرچہ وہ پورے مکی عہد میں اپنے پرانے دین پر قائم رہی تھیں اور صرف فتحِ مکہ کے دن ۳۰ رجنوری ۶۳۰ء کو اسلام قبول کیا تھا۔ کفر و شرک پر قیام نے صلۂ رحمی اور قرابت کے رشتہ کو کاٹا تھا اور نہ زیارت و ملاقات کے رشتہ کا دروازہ بند کیا تھا۔ روایات و احادیث کے ایک طبقہ کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ نے معراج کی رات میں ایک نماز شب ان کے گھر میں پڑھی تھی اور فتحِ مکہ کے دن ان کے گھر میں صلاۃ الضحیٰ پڑھنے کی سنتِ نبوی کافی مشہور ہے۔ ایک

مرتبہ رسولِ اکرم ﷺ تشریف لائے تو حضرت ام ہانی نے اپنی کبر سنی، بدنی کمزوری اور ضعف عمل کی شکایت کی تو رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو ایک خاص تسبیح کی تلقین کی۔ فتح مکہ کے دن ان کے شوہر، ہبیرہ بن عمرو مخزومی فرار ہوگئے تھے، آپ ﷺ نے ان کے گھر جاکر ان کو امان بخشی تھی (ابن سعد، ۸/ ۴۸؛ اسد الغابۃ، ۵/ ۶۲۴؛ اصابہ، ۵/ ۶۲۴ نیز کتب سیرت)۔

اپنی انا حضرت ام ایمن کے گھر

حضرت ام ایمن برکہ حبشیہؓ رسولِ اکرم ﷺ کی انا، کھلائی اور خادمہ تھیں۔ ایک روایت کے مطابق والد ماجد جناب عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی سے آپ ﷺ کو وراثت میں ملی تھیں۔ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل آپ ﷺ کے گھر میں تھیں۔ بچپن سے لے کر آپ ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کی دیکھ بھال کرتی رہیں۔ کافی طویل عمر پائی اور حضرت عثمان بن عفان امویؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ آپ ﷺ ان کو اپنی ماں اور اپنے خاندان کا بقیہ نقیہ کہا کرتے تھے۔ اپنی جوانی میں آپ ﷺ نے ان کو آزاد کردیا اور اپنے چہیتے صحابی اور فرزند جیسے ساتھی حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ سے بیاہ دیا۔ وہ دونوں جب الگ گھر میں رہنے لگے تو آپ ﷺ نے یہ معمول بنالیا تھا کہ روزانہ ایک بار ان کے گھر پر ضرور تشریف لے جاتے۔ بعثت سے قبل کا یہ معمولِ نبوی پورے مکی اسلامی دور میں بھی جاری رہا اور ہجرتِ مدینہ کے بعد پورے مدنی دور میں بھی۔ آپ ﷺ برابر روزانہ ان کے گھر مزاج پرسی کے لئے ضرور جاتے تھے، وہاں استراحت فرماتے تھے، کھانا کھاتے تھے اور ان سے اچھی اچھی باتیں کرتے تھے۔ بسا اوقات ان سے مزاح بھی فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کی یہ سنت کچھ ایسی متواترہ بنی کہ بعد میں خلفائے ثلاثہ۔ حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم۔ نے اپنے دورِ خلافت میں بھی زیارت حضرت ام ایمنؓ کو معمول اور سنت بنالیا تھا۔ حیات نبوی میں تو وہ تینوں بزرگانِ امت اور دوسرے اکابر و اصاغر صحابۂ کرام ان کی زیارت سے فیضیاب ہونے تو جاتے ہی

تھے۔ان کی زیارت وملاقات ایک معمول وسنت بن گئی تھی (ابن سعد، ۸/۲۲۳-۲۲۶؛ اسد الغابۃ، ۵/ ۵۶۷ ومابعد؛ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: خاکسار کا مضمون ''حضرت ام ایمنؓ۔رسولِ اکرم ﷺ کی انا''، معارف اعظم گڑھ، ۲۰۰۳ء، فروری-مارچ)۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر

رسولِ اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ روزانہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیقؓ کے گھر صبح یا شام اور کبھی کبھی دونوں وقت تشریف لے جاتے تھے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ولادت سے قبل اور ان سے رسولِ اکرم ﷺ کے نکاح سے پہلے سے یہ معمولِ نبوی قائم تھا۔حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان بہت دلچسپ ہے۔فرماتی ہیں کہ میں نے ہوش وخرد سنبھالا تو رسولِ اکرم ﷺ کو اپنے گھر برابر صبح وشام آتے دیکھا اور اپنے والدین ماجدین کو اسلام کا پیرو پایا۔انھیں کا مزید بیان ہے کہ ہجرتِ مدینہ کے دن رسولِ اکرم ﷺ خلافِ معمول دوپہر کے وقت تشریف لائے۔دروازے پر دستک ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن اور اپنی بڑی دختر حضرت اسماءؓ سے دروازہ کھولنے کو کہا۔حضرت اسماء نے دروازہ کھولا تو بے ساختہ پکار اٹھیں کہ یہ بنفسِ نفیس رسولِ اکرم ﷺ ہیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ مسرت بھری پکار سن کر سمجھ لیا اور اظہار بھی کر دیا کہ کوئی غیر معمولی بات ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ ناوقت تشریف لائے ہیں اور آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے قدم لئے۔رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سب لوگوں کو ہٹا دو، ایک ضروری بات کرنی ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے اہل کے علاوہ اور کوئی غیر نہیں اور پوچھا: کیا اجازتِ ہجرت مرحمت کردی گئی ہے؟ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو ابوبکرؓ نے شرفِ صحبت حاصل ہونے کی بات پوچھی اور خوش بختی سے ہمکناری کی خوش خبری سن کر رو پڑے۔پھر ہجرت کے سفرِ سعادت کی تیاریاں شروع ہوئیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دو اونٹنیوں میں سے ایک بطور ہدیہ پیش کی مگر آپ ﷺ نے اس کی

قیمتِ خرید پر اسے ان سے خرید لیا۔ حضرت عائشہ اور حضرت اسماء اور اول الذکر کی ماں حضرت امِ رومانؓ نے زادِ سفر تیار کیا۔ ناشتہ دان باندھنے کا سامان نہ ملا تو حضرت اسماءؓ نے اپنا پٹکا (نطاق) پھاڑ کر آدھا اپنی کمر سے باندھ لیا اور آدھے سے ناشتہ دان باندھ دیا اور زبانِ نبوت سے ''ذات النطاقین'' (دو پٹکے والی خاتون) کا خطاب پایا۔ انھیں خواتین صدیقی نے دوسرے افرادِ خاندان جیسے حضرات عبداللہ بن ابی بکر صدیق ؓ فرزندِ اصغر اور حضرت عامر بن فہیرہ مولائے صدیقی وغیرہ کی مدد سے سامانِ سفر تیار کیا اور رختِ سفر باندھا گیا اور مکہ مکرمہ میں رسولِ اکرم ﷺ کی آخری منزل و قیامگاہ ہونے کا شرف حضرت عائشہ و حضرت اسماء کے گھر کو ہی نصیب ہوا (بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینة؛ حدیث: ۳۹۰۵: ''عن عائشة: لم اعقل ابوی قط الا وهما يدينان الدين، ولم يمر علينا يوم الا ياتينا فيه رسول الله ﷺ طرفی النهار: بكرة وعشية.....''؛ فتح الباری، ۷/ ۲۸۷-۲۹۵ و مابعد نیز کتب سیرت و سوانح)۔

مکی رضاعی ماں حضرت ثویبہ کے گھر

ولادت باسعادت ۱۲/ ربیع الاول، عام الفیل/ ۲۰/ اپریل ۵۷۱ء بروز دوشنبہ کے کچھ دنوں کے بعد ہی رسولِ اکرم ﷺ کو ایک مکی مرضعہ (دائی) بی بی ثویبہ نے رسولِ اکرم ﷺ کو دودھ پلانے کا شرفِ عظیم پایا۔ بالعموم ان کو غیر مسلم سمجھا اور قرار دیا جاتا ہے مگر حافظ ابن مندہ (ابوعبداللہ بن محمد العبدی، ۳۱۰ھ/ ۹۲۲ء - ۳۹۵ھ/ ۱۰۰۵ء) نے ان کو مسلم اور صحابیہ قرار دیا ہے۔ ان کے بارے میں دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ ان کو ابولہب ہاشمی کی صرف باندی کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ وہ ایک مولاۃ رہی تھیں مگر قریشِ مکہ کے کئی اکابر کو دودھ پلانے کے سبب وہ ایک مسلمہ دائی (مرضعہ - دودھ پلائی) بن گئی تھیں اور ان قریشی بچوں کی ماں کی حیثیت سے ان کا درجہ رضاعی ماں کا ہو گیا تھا۔ لوگ ان کا احترام کرتے، ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے اور ان کے گھر جاتے تھے۔

رسول اکرم ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں قیام پذیر رہے برابر ان کے پاس ان کے گھر ان سے ملنے کے لئے جاتے رہے۔ بچپن سے کہولت تک کے زمانے میں یہ نبوی معمول قائم رہا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ ان کے لئے اور ان کے فرزند مسروح کے لئے جو آپ ﷺ کے رضاعی بھائی تھے، تحفہ تحائف اور ہدایا بھی لے جاتے رہے۔ روایات کے مطابق نبوی حسنِ سلوک اور اظہارِ محبت کا دریا مدینہ سے مکہ تک ہجرت کے بعد بھی بہتا رہا اور رضاعی ماں اور ان کے خاندان والوں سے تعلق خاطر قائم رہا۔ مدینہ سے مکہ پہلی بار تشریف لائے تو جناب ثویبہ کے بارے میں آتے ہی پوچھا۔ ان کی وفات اور خاندان کے خاتمہ پر افسوس کا اظہار فرمایا کہ ایک تعلقِ خاطر تھا جو ٹوٹ گیا تھا (اسد الغابة، ۵/۴۱۴ نیز الاصابة وغیرہ؛ بالخصوص سیرت ابن ہشام، ۱/۱۶۱-۱۶۲؛ حاشیہ مبنی بر طبری، الروض الانف، الاستیعاب اور شرح المواهب)۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ کے گھر میں

بالعموم ہمارے روایتی سیرت نگار حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدی رضی اللہ عنہا سے رسولِ اکرم ﷺ کے تجارتی تعلقات کا ذکر کرتے ہیں اور وہ بھی صرف ایک شامی تجارت کے سفر کے سلسلے میں جو آپ ﷺ نے ان کے سامانِ تجارت کے ساتھ اپنی عمرِ شریف کے پچیسویں سال (۵۹۵ء) میں کیا۔ جبکہ تاریخ وسیرت اور حدیث کی روایات ثابت کرتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی عمرِ مبارک کے بیسویں سال (۵۹۱ء) سے تجارت وکاروبار کا بیڑا اٹھایا تھا اور ان پانچ برسوں میں حضرت خدیجہؓ کے تجارتی کاروبار میں مستقل طور سے شریک رہے تھے اور متعدد اسفارِ تجارت مختلف علاقوں اور بازاروں کے کئے تھے۔ ۵۹۵ء کے شامی سفر کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کی حضرت خدیجہ کے ساتھ شادی سے قبل اور اس کے بعد بھی ان کے اور دوسرے عزیزوں کی سماجی زیارتوں کا ذکر بالکل نہیں کرتے (مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو: خاکسار کی کتاب "عہدِ نبوی میں تجارت" (زیرِ طبع)؛ شبلی/سید سلیمان

ندوی، سیرۃ النبی، ۱/ ۱۸۷-۱۸۹ اور دیگر جدید کتب سیرت میں سید مودودیؒ کی سیرت سرور عالم، ۲/ ۱۱۱-۱۱۴؛ اور ان کے مآخذ بالخصوص ابن ہشام، طبری، بلاذری، ابن سعد، ابن کثیر وغیرہ کے مباحث بر تجارت خدیجہؓ)۔

بلاشبہ تجارت و کاروبار کے لئے ملاقاتیں بھی سماجی زیارت کا ایک حصہ ہیں مگر ان سے زیادہ اہم حقیقت یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے رسولِ اکرم ﷺ کی شادی سے قبل متعدد زیارتیں اور ملاقاتیں ہوئیں۔ شادی کے سلسلے میں بعض دوسری خواتین سے بھی آپ ﷺ کی ملاقاتیں رہیں۔ شادی کے بعد حضرت خدیجہؓ کی متعدد رشتہ دار خواتین یا قرابت وقربت والی عورتوں سے بھی آپ ﷺ کی کئی بلکہ مسلسل ملاقاتوں کا سلسلہ رہا۔ حضرت خدیجہ سے پہلے کی ملاقاتوں کا تذکرہ پہلے کیا جاتا ہے۔ دوسری عزیز خواتین اور سہیلیوں سے نبوی ملاقاتوں کا ذکر اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔ روایاتِ سیرت وسوانح کا تجزیہ بتاتا ہے کہ:

☆ رسولِ اکرم ﷺ کا باقاعدہ تعارف آپ ﷺ کے شفیق و مربی چچا جناب ابوطالب ہاشمی اور بعض دوسرے اعمام (چچاؤں) نے کرایا تھا۔ حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کو بطور اجیر و مضارب (شراکت پر تجارت کرنے والے) کی سفارش کی تھی جو انھوں نے آپ ﷺ کے مکارمِ اخلاق اور تجارتی سوجھ بوجھ کی شہرت کی بنا پر قبول کرلی تھی۔

☆ اس اولین سفارش کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کی ملاقات حضرت خدیجہؓ سے ان کے آستانے پر ہوئی جس میں معاملات طے ہوئے۔

☆ آپ ﷺ نے سامانِ تجارت خدیجہ کے ساتھ دوبار شامی منڈیوں بالخصوص بصریٰ کا سفر فرمایا اور دونوں سفروں سے پہلے اور بعد میں حضرت خدیجہؓ سے متعدد ملاقاتیں کیں اور ہر بار یہ ملاقاتیں ان کے گھر پر ہوئیں۔

☆ دوسرے بازاروں (اسواقِ عرب) میں بھی آپ ﷺ نے سامانِ خدیجہؓ کے ساتھ

تجارتی اسفار کئے اوران میں بھی متعدد بار آپ ﷺ ان کے گھر گئے۔

☆ حباشہ کے بازار میں تجارت کے تعلق سے بالخصوص اور دوسرے کاروباری سلسلے میں بالعموم معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ اپنے شریکِ تجارت کے ساتھ کئی بار ان کے گھر تشریف لے گئے۔

☆ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے سلسلے میں رسولِ اکرم ﷺ کی ملاقاتیں حضرت خدیجہؓ کی بعض سہیلیوں سے ہوئیں جن کا ذکر کسی اور مقام پر آئے گا۔

☆ برات لے کر آپ ﷺ ان کے گھر اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ تشریف لے گئے اور وہاں حسبِ دستورِ مکہ تین دن قیام فرمایا۔

☆ شادی کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کی ملاقاتیں حضرت خدیجہؓ کی بعض بہنوں، قرابت والوں اور عزیزوں سے بھی ہوئیں اور آپ ﷺ نے ان کی زیارات کیں۔

طائف میں ایک ثقفی خاتون کے گھر میں

مکی دور کے اواخر میں رسولِ اکرم ﷺ نے تبلیغ واشاعتِ اسلام کی خاطر طائف و بنو ثقیف کا دورہ کیا۔ یہ غم کے سال (عام الحزن) کا واقعہ ہے۔ سنہ ۱۰ نبوی/ ۶۲۰ء میں شفیق چچا ابو طالب ہاشمی اور محبت کرنے والی بیوی حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدیؓ کی وفات کا شدید صدمہ ہوا تھا۔ اس حادثہ فاجعہ کے بعد ہی رسولِ اکرم ﷺ طائف تشریف لے گئے۔ ہمرکابی میں حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ تھے۔ وہاں آپ ﷺ نے ایک ماہ تک قیام کیا۔ اسی قیام کے دوران مختلف اکابر اور سرداروں کے علاوہ عام شہریوں اور اہلِ طائف سے بھی ملاقاتیں فرمائیں اور ان کو اللہ کے دین کی دعوت دی۔ ان ہی تبلیغی مساعی کے دوران آپ ﷺ نے متعدد لوگوں کے گھروں، چوپالوں اور دوسرے منازل اور قیام گاہوں کے دورے فرمائے جیسا کہ آپ ﷺ کی سنت تھی۔

طائف اور ثقیف کے دوسرے لوگوں کے علاوہ رسولِ اکرم ﷺ نے ایک خاتون حضرت رقیقہ ثقفیہؓ کے گھر میں بھی قدم رنجہ فرمایا۔ انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کے لئے ستو کا شربت بنایا اور اس سے تواضع کی: "فاخرجت له شرابا من سويق......" محترمہ کا مزید بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "اے رقیقہ! ان کے بت (طاغية) کی عبادت نہ کرنا اور جب نماز پڑھنا تو اپنی پیٹھ اس کی طرف کر لینا"۔ میں نے عرض کیا کہ تب تو وہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب وہ لوگ کچھ کہیں تو ان سے کہنا کہ میرا رب اس بت کا بھی رب ہے۔ پھر رسولِ اکرم ﷺ میرے پاس سے چلے گئے"۔ بعد میں حضرت رقیقہؓ کے دو فرزندوں۔ سفیان و وہب فرزندانِ قیس بن ابان رضی اللہ عنہم۔ نے بیان کیا کہ ثقیف کے اسلام لانے کے بعد سنہ ۹ ہجری/۶۳۱ء میں جب ہم رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ہماری ماں کے بارے میں پوچھا۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے جس حال میں ان کو چھوڑا تھا اسی پر جان جان آفریں کے سپرد فرمائی۔ زبانِ رسالتمآب ﷺ سے ارشادِ حق ہوا کہ تمہاری ماں مسلم تھیں (اسد الغابہ، ۵/۴۵۴)۔

حضرت ام معبد خزاعیؓ کے خیمہ میں

مشہور واقعہ ہے کہ ہجرتِ مدینہ کے سفر کے دوران ایک منزل پر رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت امّ معبد عاتکہ بنت خالد خزاعی کعبیؓ کے خیمہ میں نزولِ اجلال فرمایا تھا۔ ان کے شوہر نامدار کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ بدوی خاتونِ مکرمہ نے عرب روایاتِ ضیافت و اقدارِ مہمان نوازی کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے "ثانی اثنین" حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خاطر تواضع کی اور نبوت کے معجزات اور نبی ﷺ کے اخلاق اور حسن و جمال کا مشاہدہ کیا۔ اپنے ان تاثرات و احساسات کو اپنے شوہر سے ان کی واپسی پر جس حسین و جمیل زبان اور فصیح و بلیغ اسلوب میں بیان کیا وہ عربی ادب کا ایک شاہکار بن گیا۔ شمائل نبوی میں حضرت ام معبدؓ کے بیانِ عالیشان کا بڑا برتر مقام و

مرتبہ ہے۔ وہ ان کے مشاہدے اور زبان دانی کا ایک جیتا جاگتا ثبوت بھی ہے (ابن ہشام؛ ابن کثیر، البدایۃ و النہایۃ کے متعلقہ ابواب ہجرت؛ ابن سید الناس، عیون الاثر، ۱/ ۲۴۷-۱۵۱؛ اسد الغابۃ، ۵/ ۴۹۷؛ ۶۲۰؛ ابن سعد، ۸/ ۲۸۸)۔

مکی حیات طیبہ (۵۷۱-۶۲۲ء) کے قبلِ بعثت کے دور (۵۷۱-۶۱۰ء) کے علاوہ نبوت کے بعد کے تیرہ سالہ دور (۶۱۰-۶۲۲ء) میں سیرتِ نبوی کے اس حسین و جمیل اور پاکیزہ پہلو سے متعلق بہت سی روایات و آثار ملتے ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر اوپر کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم و ثابت ہو جائے کہ رسولِ اکرم ﷺ متعدد خواتینِ مکہ و طائف کے گھروں میں تشریف لے جاتے تھے، وہاں قیام فرماتے اور مجالست کے آداب برتتے تھے۔ تلاش و تفحص سے اور بھی بہت سی روایات و احادیث جمع کی جاسکتی ہیں مگر ان سب کا احاطہ کرنا اس مختصر مضمون میں مقصود نہیں ہے، ورنہ وہ ایک کتاب سیرتِ نو بن جائے گی۔ بہرحال مذکورہ بالا روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی زیارت خواتین کی ایک سنتِ متواترہ تھی جو مکی دور میں ارتقاء پذیر ہوئی۔ یہ مکی اسلام کی اسلامی روایت کے ارتقاء کو بھی ثابت کرتی ہے۔ اس ورقِ سیرتِ نبوی کے بعض بنیادی حقائق ہیں جن کو نکات کی شکل میں ذیل میں درج کیا جارہا تھا کہ حقیقت شناسی کامل اور واضح تر ہو جائے:

۱۔ مکی خواتین کی زیاراتِ نبوی کا ایک فقہی اور قانونی نکتہ یہ ہے کہ ان میں محرم اور غیر محرم دونوں قسم کی خواتینِ طاہرات شامل تھیں۔

۲۔ محرمات میں پھوپھیاں، رضاعی مائیں، بہنیں اور بھانجیاں بھتیجیاں وغیرہ شامل تھیں۔

۳۔ غیر محرم خواتین میں پھوپھی زاد، خالہ زاد اور چچا زاد بہنیں اور بعض دوسری رشتہ دار جیسے سالیاں وغیرہ اور غیر رشتہ دار خواتین شمار کی جاسکتی ہیں۔

۴۔ بعض خواتینِ مکہ مکرمہ یا غیر محرماتِ طائف کے ہاں رسولِ اکرم ﷺ نے ایک آدھ بار

قدم رنجہ فرمایا تھا ممکن ہے کہ متعدد بار زیارات فرمائی ہوں۔

۵-متعدد خواتینِ قرابت و قربت کے ہاں متواتر تشریف لے جاتے تھے۔ ان میں پھوپھیوں اور چچیوں وغیرہ کے گھر شامل تھے اور یہ متواتر سنتِ نبوی تھی۔

۶-غالباً سب سے زیادہ تواتر کے ساتھ رسولِ اکرم ﷺ بیتِ صدیقی میں صبح و شام دونوں وقت تشریف لے جایا کرتے تھے۔

۷-حضرت عائشہ صدیقہؓ سے شادی کے بعد مکانِ صدیقی سسرال بن گیا تھا۔ سسرالی عزیزوں کی مستقل زیارت کی سنت ثابت ہوتی ہے۔

۸-زوجہ اول ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدی رضی اللہ عنہا کی خواتین رشتہ دار کی زیارتوں کا ذکر بھی روایات میں آتا ہے۔ ان میں حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا بہت اہم تھیں جو حضرت خدیجہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔

۹-اپنے جد امجد جناب عبدالمطلب ہاشمی کے اپنے اولین سفرِ مدینہ کے دوران والدہ ماجدہ بی بی آمنہ اور انا حضرت ام ایمن کے ساتھ دادا کے ننہالی رشتہ داروں کی زیارت کے لئے سفر فرمایا تھا۔ وہاں بعض بچیوں/لڑکیوں حضرت انیسہ وغیرہ اور دوسری خواتین سے ملاقاتیں اور زیارتیں بھی رہی تھیں۔

۱۰-خواتین کی زیارتوں کے درمیان ان کے گھروں میں ضیافت سے شادکام ہوتے تھے، قیلولہ فرماتے تھے۔ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے تھے اور اسلامی آدابِ زیارت برتتے تھے۔ یہ مکی زیارتِ خواتین کا صرف ایک ہلکا سا خاکہ ہے، حقیقت اس سے زیادہ دلآویز تھی۔

مدنی خواتین کے گھروں میں

۱۲/ربیع الاول ۱۳ نبوی/۲۴/دسمبر ۶۲۲ بروز دوشنبہ رسولِ اکرم ﷺ کی ہجرتِ مدینہ تمام ہوئی۔ پہلا قیام قباء میں حضرت کلثوم بن ہدم اوسی انصاریؓ کے گھرانے میں ہوا۔ چار روزہ/ چودہ روزہ قیام کے دوران رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت کرنے کی سعادت خواتینِ خاندان کو بھی نصیب ہوئی۔ اس کے بعد خاص شہر مدینہ منورہ میں رسولِ اکرم ﷺ کی مستقل میزبانی کا شرف حضرت ابوایوب خالد بن زید نجاری خزرجیؓ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت ام ایوب بنت قیس خزرجیؓ کو حاصل ہوا۔ اس خاندانِ ذی شان نے سولہ سترہ ماہ تک رسولِ اکرم ﷺ کی میزبانی کی، آپ ﷺ کی خاطر مکان کی نچلی منزل خالی کردی اور خود اوپری منزل میں منتقل ہوگئے۔ آپ ﷺ کے لئے سامانِ استراحت فراہم کیا اور صبح وشام کھانا پکاتے اور کھلاتے رہے اور آپ ﷺ کے ملاقاتیوں، زائروں اور دوسرے آنے جانے والوں کے لئے بھی خاطر مدارات کا انتظام رکھا۔ رسولِ اکرم ﷺ اکثر وبیشتر زیارت میزبان کے لئے ان کے پاس بالائی منزل میں بھی تشریف لے جاتے تھے (اسد الغابۃ، ۵/۵۶۸، نیز ۵/۲:۱۴۳/۸۰)۔

مدنی خواتین کے گھروں میں رسولِ اکرم ﷺ کی زیارتوں کا ایک طویل مبارک سلسلہ ہے جو اولین روزِ ہجرت سے وفاتِ نبوی تک وسیع ہے۔ ان میں آپ ﷺ کی اولین مدنی قیام گاہ۔قباء۔ کی خواتین بھی شامل ہیں اور مدینہ منورہ کی بھی۔ خاص حالات واحوال کے علاوہ رسولِ اکرم ﷺ کی

ایک متواتر سنت یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ ہفتہ کی شام/سنیچر کے روز قباء ضرور تشریف لے جاتے تھے اور وہاں اس دن قیام فرماتے اور لوگوں سے ملاقاتیں فرماتے تھے۔ ان میں متعدد خواتینِ قباء بھی شامل تھیں۔ ان سے تعارف اور شناسائی کچھ تو قیامِ قباء کے زمانے میں ہوئی تھی اور کچھ مدینہ منورہ کے عزیزوں کے واسطے سے ہوئی تھی۔ زیارات کے اس مدنی سلسلے کو بلا کسی خاص ترتیب و تنظیم کے بیان کیا جاتا ہے۔ بیانیہ سے خود بخود خواتین کی سکونت کے مقامات اور دیگر چیزوں کا انکشاف ہوتا جائے گا۔

مہاجرات کے گھروں میں

قریشِ مکہ اور دوسرے طبقاتِ حرم کے متعدد مہاجرین و مہاجرات نے قباء اور مدینہ دونوں مقامات پر سکونت اختیار کی تھی: پہلے اپنے انصاری میزبانوں کے گھروں میں اور کچھ مدت کے بعد اپنے جھونپڑوں، مکانوں اور اقامت گاہوں میں۔ ان میں رسولِ اکرم ﷺ کے متعدد اعزہ و اقرباء اور ان کی خواتین بھی شامل تھیں اور دوست احباب اور قربت والوں کی بیویاں، مائیں اور بیٹیاں بھی۔ ہجرت اور نقلِ مکانی کے دردِ مشترک نے سب کو ایک دوسرے کے اور قریب کر دیا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ اپنی سنتِ متواترہ پر عمل درآمد کے علاوہ دردِ مہاجرت بانٹنے کے لئے بھی ان کے پاس زیادہ مستقل مزاجی اور کثرت کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے۔ ان میں سے متعدد خواتین آپ ﷺ کی کفالت و ذمہ داری میں بھی تھیں لہذا ان کی مستقل دیکھ بھال کی ضرورت تھی۔ ویسے آپ ﷺ تو پوری امت ہی کے کفیل و مربی و آقا تھے۔

☆ پھوپھی حضرت صفیہؓ آپ ﷺ کے حواری اور ہم زلف حضرت زبیر بن عوام اسدی قریشیؓ کی ماں تھی۔ وہ حضرت زبیرؓ کے ساتھ رہتی تھیں۔ اس خاندان سے گوناگوں تعلقاتِ قرابت و قربت کے سبب رسولِ اکرم ﷺ اکثر ان کی زیارت کے لئے ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے (ابن سعد، ۸/۴۱-۴۲؛ اسد الغابۃ، ۵/۴۹۲-۴۹۳؛ الاصابۃ ترجمہ صفیہؓ)۔

☆ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی عمِ مکرم کے علاوہ رضاعی بھائی بھی تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ

مکی دستور کی مانند ان کے گھر گاہے گاہے تشریف لے جاتے تھے۔ ان کی ایک اہلیہ اور رسول اکرم ﷺ کی چچی "بنت فہد" کے نام سے مشہور تھیں، ان کا نام خولہ بتایا جاتا ہے۔ ایک بار آپ ﷺ تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ ﷺ کے لئے خاص کھانا پکایا اور سب نے مل کر اسے کھایا (اسد الغابة، ۵/ ۶۳۱)۔

جناب زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی کی قبلِ بعثت وفات ہوگئی تھی۔ بڑے حقیقی چچا اور محسن و مربی کی اولادیں ہجرت کر کے مدینہ میں بس گئی تھیں۔ ان میں آپ ﷺ کی کئی چچا زاد بہنیں بھی تھیں۔ ان کے گھروں میں باقاعدگی کے ساتھ آپ ﷺ زیارت اور پرسش احوال کے لئے اکثر و بیشتر جایا کرتے تھے۔ ایک بار غالباً آخری زمانے میں آپ ﷺ حضرت ضباعہ بنت زبیر ہاشمیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو حج کرنے کی ہدایت فرمائی (بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین؛ مسلم، کتاب الحج، باب جواز اشتراط المحرم الخ وغیرہ؛ اسد الغابة، ۵/ ۴۷۵؛ فتح الباری مذکورہ بالا باب وکتاب)۔

☆ حضرت ام حکیم بنت زبیر ہاشمیؓ ایک دوسری بنتِ عم تھیں، ان کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور بکری کے شانے کا گوشت تناول فرمایا۔ وہ حضرت ضباعہؓ کی بہن تھیں اور ان کے گھر میں بھی رسولِ اکرم ﷺ کا آنا جانا برابر لگا رہتا تھا (اسد الغابة، ۵/ ۵۷۸)۔

☆ جناب زبیر ہاشمی کی ایک تیسری بیٹی بھی مدینہ آگئی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ ان کے گھر بھی برابر زیارت و ملاقات کے لئے جاتے رہتے تھے (مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو عمِ نبوی زبیر بن عبدالمطلب پر مقالہ مذکورہ)۔

☆ حضرت بلال بن رباح حبشیؓ مشہور صحابی اور موذنِ رسولِ اکرم ﷺ کی ایک بیوی کا نام حضرت ہند خولانیہؓ تھا۔ روایت ہے کہ ایک بار رسولِ اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت بلالؓ کی زوجہ محترمہ کو سلام کیا اور حضرت بلالؓ کے بارے میں دریافت کیا۔ ان کے جواب سے محسوس فرمایا کہ شاید وہ حضرت بلالؓ سے ناراض ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو نصیحت فرمائی کہ حضرت بلالؓ سے ناراض نہ رہا کریں، وہ جو کچھ آپ ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں صحیح ہوتا ہے اور

جب تک وہ اپنے شوہر سے بلاوجہ ناراض رہیں گی ان کا عمل مقبول نہ ہوگا بلکہ حبط ہو جائے گا۔ مسئلہ دراصل یہ تھا کہ حضرت بلالؓ خدمت نبوی کی خاطر اپنے گھر سے غائب رہتے تھے۔ بقول اہلیہ محترمہ وہ ان کے پاس اکثر جاتے رہتے تھے لیکن ان کی غیر حاضری کے وقفے طویل ہوتے تھے جس سے ان کو آزردگی ہوتی تھی اور وہ حضرت بلالؓ کے حیلے بہانے پر اسے محمول کرتی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے غالبًا اسی خاطر ان کے گھر کا دورہ کر کے ان کی زیارت کی تھی اور حضرت بلالؓ کی عدم موجودگی میں ان کی تسکینِ خاطر کا سامان فرمایا تھا (اسد الغابة، ۵/۵۶۱)۔

☆ حضرت خباب بن ارت تمیمیؓ قدیم ترین مکی صحابہ میں سے تھے۔ ان کی ایک دختر حضرت زینبؓ تھیں۔ وہ کسی وجہ سے اپنے والد ماجد کے گھر میں رہتی تھیں: غالبًا چھوٹی تھیں یا غیر شادی شدہ۔ ان کے والد گرامی قدر ایک مہم (سریہ) میں جہاد کے لئے تشریف لے گئے تو رسول اکرم ﷺ برابر ان کے گھر ان کی خبر گری اور خدمت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے حتی کہ آپ ﷺ ان کی بکریاں اور دوسرے دودھاری مویشیوں کو دودھ بھی دیا کرتے تھے۔ یہ حضرت زینب کا بیان ہے: ''...... وكان رسول الله يتعاهدنا حتى يحلب عنزاً لنا في جفنة لنا''۔ ابن سعد کی روایت میں تفصیل ملتی ہے (ابن سعد، ۸/۲۹۰-۲۹۱)۔

☆ حضرت ام سالم اشجعیؓ کے قبہ میں تشریف لے گئے اور اس کی تعریف وتحسین فرمائی۔ یہ ایک بار سے زیادہ کا واقعہ بھی ہو سکتا ہے (اسد الغابة، ۵/ ۵۸۵)۔

☆ حضرت جمیلہ یا حضرت جویریہؓ ''فرعونِ امت'' ابوجہل عمرو بن ہشام مخزومی کی مسلم اور صاحبِ ایمان دختر تھیں۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ میں بس گئی تھیں۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ ایک بار رسولِ اکرم ﷺ کا گذر ہمارے گھر کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ نے پانی طلب فرمایا اور میں نے آپ ﷺ کی پیاس بجھائی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اسکے بعد ان کو ایک حدیث- بہت اہم حدیث-

سنائی جس کا ذکر آگے ایک خاص فصل میں آتا ہے (اسد الغابة،۵/۴۱۷)۔

☆ حضرت ام ایمنؓ، جو آپ ﷺ کی انا تھیں، کے مدنی گھر آپ ﷺ تشریف لے گئے تو انھوں نے شربت پیش کیا مگر آپ ﷺ نے کسی وجہ سے انکار کیا تو ان کے غصے سے بھی آپ ﷺ کو دوچار ہونا پڑا۔ وہ ماں کی حیثیت سے آپ ﷺ پر اپنا حق سمجھتی تھیں اور کبھی کبھی چلا اٹھتی تھیں۔ مگر یہ چیخ وپکار اور غصہ ایک ماں کا غصہ تھا (مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل ام ایمن؛ مضمون حضرت ام ایمنؓ مذکورہ بالا؛ نیز مذکورہ مضمون بر حضرت ام ایمنؓ)۔

☆ حضرت ام رومانؓ والدہ حضرت عائشہؓ کے گھر رسولِ اکرم ﷺ بکثرت جایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ ہجرت کے بعد شروع ہوا اور تا وفاتِ نبوی جاری رہا:

۱-ایک بار اولین مرحلے میں رسولِ اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ کی رخصتی کرانے کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے جس کا ذکر کتبِ سیرت وحدیث دونوں میں ملتا ہے (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب تزویج النبی ﷺ عائشة: حدیث:؛ فتح الباری؛ مسلم، کتاب النکاح)۔

۲-حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائے جانے کے زمانے میں رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو ان کی ماں کے گھر بھیج دیا تھا اور مسلسل خیر وعافیت جاننے کے لئے ان کے ہاں جایا کرتے تھے (بخاری، کتاب المغازی، حدیث الافک؛ حدیث:؛ فتح الباری،؛ مسلم، کتاب التوبہ وغیرہ)۔

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ رسولِ اکرم ﷺ کی بڑی سالی تھیں اور حواری رسول حضرت زبیرؓ کی بیوی بھی۔ ان کے علاوہ وہ دخترِ صدیق اکبرؓ اور صاحبہ مناقب وفضائل ہونے کی بنا پر رسولِ اکرم ﷺ کو بہت عزیز تھیں۔ آپ ﷺ ان کا بے انتہا پاس خاطر فرماتے۔ ان کے گھر جاتے ان کی میزبانی سے فیضیاب ہوتے اور سعادت سے ان کو ہمکنار کرتے۔ شروع مدنی دور میں جب حضرت زبیرؓ کے باغ وآراضی سے اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں لاد کر لا رہی تھیں، رسولِ اکرم ﷺ نے

ان کو اپنے اونٹ پر بٹھالانے کی پیشکش کی مگر وہ شرم وحیا سے دب گئیں۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ اپنی بڑی بہن کے گھر رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ اور اکیلے بھی جاتی رہتی تھیں۔ ان دونوں کے تعلقات مہر و محبت کا طرہ امتیاز ہیں (بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرہ، حدیث: ؛مسلم، کتاب السلام؛ فتح الباری، ۹/۳۹۶ ومابعد؛ حدیث: ۵۲۲۴؛ اسد الغابۃ، ۵/۳۹۲-۳۹۳)۔

بناتِ طاہرات کے گھروں میں

رسولِ اکرم ﷺ کی چار بنات (دختران) طاہرات تھیں اور وہ سب کی سب ام المومنین طاہرہ (خدیجہؓ) کی اولادیں تھیں اور مہاجرات بھی۔ بڑی دختر حضرت زینبؓ غزوہ بدر کے بعد مدینہ پہونچیں اور رسولِ اکرم ﷺ کے گھر کے پاس ہی مقیم ہوئیں۔ ان کے شوہر حضرت ابو العاص بن ربیع عبشمی (خاندان عبدشمس) ۶ھ/۶۲۸ء تک غیر مسلم اور مکہ میں مقیم رہے۔ وہ اس عرصہ میں رسولِ اکرم ﷺ کے زیرِ کفالت رہیں اور نگاہوں کے سامنے بھی۔ اسی طرح تیسری دختر حضرت ام کلثوم اور چوتھی بیٹی حضرت فاطمہ بھی آپ ﷺ کے گھر کے پاس آپ ﷺ کے ساتھ ہی مقیم رہیں کہ نا کتخدا تھیں۔ البتہ دوسری / منجھلی دختر حضرت رقیہؓ اپنے نامور شوہر حضرت عثمان بن عفان امویؓ کے گھر میں ہجرتِ مدینہ کے فوراً بعد ہی اقامت گزیں رہیں (ابن سعد، ۸/۱۹-۳۹)۔

سنتِ متواترہ اور روایاتِ سیرت وسوانح بتاتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ ان چاروں بیٹیوں کے گھروں میں برابر تشریف لے جاتے رہے۔ جب وہ سب اپنے اپنے گھروں میں بس گئیں تو ان کے گھروں میں زیارت وملاقات کے لئے جاتے رہے اور ان زیاراتِ نبوی کا تسلسل تا زندگی قائم رہا۔ قضائے الٰہی سے تین دختروں کا حیاتِ نبوی کے مدنی دور میں انتقال ہوا تو آپ ﷺ ان کے وقتِ آخر میں ان کے گھروں میں تجہیز وتکفین اور تدفین کے لئے گئے۔ سوائے حضرت رقیہؓ کے کہ اس وقت آپ ﷺ میدانِ بدر میں مصروفِ جہاد تھے۔ ایک نواسہ کا انتقال ہوا تو محزون بیٹی کی درخواست پر ان کے گھر گئے اور

تسلی کے کلمات ادا فرمائے، ان کے غم واندوہ میں شرکت فرمائی اور تعزیت کی۔ خاص حالات کے علاوہ عام معمولات کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ کا ان کے گھروں میں بکثرت جانا تاریخی شہادات سے ثابت ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے بارے میں راویانِ گرامی نے زیادہ توجہ کی ہے لہذا ان کے گھر میں ان سے ملاقاتِ نبوی کی شہادتیں زیادہ ملتی ہیں۔

☆ بخاری و مسلم وغیرہ کی روایات ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ بازارِ بنو قینقاع سے واپسی پر حضرت فاطمہؓ کے مکان پر رکے اور حضرت حسنؓ کے بارے میں پوچھا۔ راوی ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ غالباً حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ کو نہلا رہی تھیں یا ہار وغیرہ سے ان کی زیب و زینت کر رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حسنؓ دوڑے ہوئے آئے اور آپ ﷺ نے ان کو سینے سے چمٹا لیا اور ان سے محبت کا اظہار فرمایا جو حدیث بن گیا (بخاری، کتاب البیوع، باب ماذکر فی الاسواق، حدیث: ۲۱۲۲؛ نیز ۵۸۸۴؛ فتح الباری، ۴/ ۴۲۸-۳۳۳؛ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل حسنؓ)۔

☆ حضرت فاطمہؓ نے ایک بار رسولِ اکرم ﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ رسولِ اکرم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے تو وہ اور حضرت علیؓ سونے کے لئے لیٹ چکے تھے۔ آپ نے دونوں کو اٹھنے سے منع فرمایا اور ان کے درمیان بیٹھ کر ان کو تسبیح سکھائی جو تسبیحِ فاطمہ کے نام سے مشہور ہو گئی (بخاری، کتاب الفضائل مناقب فاطمۃ علیہا السلام؛ حدیث: ۳۷۶۷؛ فتح الباری، ۷/ ۱۳۲-۱۳۴؛ مسلم، کتاب الذکر)۔

☆ حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی کی شہادت کے دن حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو حادثہ کی خبر دی اور چچا کی تعزیت کی اور نوحہ سے روکا (ابن سعد، ۸/ ۲۸۲)۔

☆ حضرت زینبؓ کے ایک فرزند کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا۔ حضرت زینبؓ کی درخواست پر آپ ﷺ ان کے گھر گئے اور تجہیز و تکفین کے لئے ہدایات دیں اور کلماتِ تسلی و تشفی ادا فرمائے جو مختلف احادیثِ نبوی کی صورت میں ڈھل گئے۔

☆ خود حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو رسولِ اکرم ﷺ ان کے گھر گئے اور غسل و کفن کے بارے میں دوسری ہدایات دیں جو احادیث کی شکل میں موجود ہیں (بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببکاء اهله علیه؛ حدیث: ۱۲۸۴ اور اطراف حدیث بفتح الباری، ۳/۱۹۳ و مابعد؛ مسلم، کتاب الجنائز)۔

☆ حضرت اسماء بنت عمیس خثعمیؓ کے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ کا غزوہ موتہ ۸ھ/ ۶۳۰ء میں واقعہ شہادت پیش آیا تو رسولِ اکرم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے، تعزیت کی اور یتیموں اور بیوہ کے سروں پر دستِ شفقت رکھا۔ ان کو نوحہ کرنے سے منع کیا اور کھانا پکوا کر ان کے گھر بھجوایا (ابن سعد، ۸/۲۸۲)۔

دیگر مہاجرات میں حضرت ام العلاءؓ حضرت حزام بن حکیم اسدیؓ کی پھوپھی تھیں۔ وہ بیمار پڑیں تو رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی عیادت کی اور مسلم کی بیماری کے متعلق ایک حدیث بیان فرمائی (اسد الغابة، ۵/۶۰۵)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سہمیؓ کی بیوی کے شکوے پر رسولِ اکرم ﷺ نے صحابی موصوف کے گھر جا کر ان کو عبادات میں اعتدال کی تلقین فرمائی (بخاری، کتاب الصیام، کتاب فضائل القرآن و کتاب الادب کے ابواب؛ مسلم، کتاب الصیام)۔

حضرت اسماء بنت سلمہ/ سلامہ تمیمی دارمیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو وصیت و نصیحت کی اور ایک بچے کی جھاڑ پھونک بھی فرمائی (اسد الغابة، ۵/۳۹۳)۔

حضرت شفاء بنت عبداللہ عدوی قریشیؓ خواتین میں عاقل و فاضلہ سمجھی جاتی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کو ان کے گھر جانا بہت پسند تھا، شاید ان کی حکمت و فہم کے سبب۔ انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کے آرام و استراحت کے لئے ایک خاص بستر اور تہہ بند بھی بنا رکھا تھا جس میں آپ ﷺ قیلولہ فرماتے تھے۔ راویوں کا بیان ہے اور اس حقیقت سے پتہ چلتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ ان کے گھر بہت کثرت سے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہ جھاڑ پھونک کا علم جانتی تھیں اور رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ ام المومنینؓ سے کہا تھا کہ ان سے وہ علم سیکھ لیں۔ یہ علم عہد جاہلی سے ان کو آتا تھا اور رسولِ اکرم ﷺ پر اسے پیش کر کے اس کی صحت جان لی تھی (اسد الغابة، ۵/۴۸۷)۔

انصاری خواتین کے گھروں میں

انصارِ مدینہ- اوس وخزرج کے دو عرب قبائل کے مسلمانوں- سے رسولِ اکرم ﷺ کو بے انتہا محبت تھی۔ آپ ﷺ نے ان کی محبت کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔ ان سے آپ ﷺ کے مہرو محبت کے روابط نے ان گھروں کو بھی باندھ لیا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ ان کے گھروں میں کثرت سے جایا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ ان کی خواتینِ مطہرات سے بھی ملتے تھے، ان سے کلام وگفتگو فرماتے تھے، ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے، ان کی میزبانی اور مدارات قبول فرماتے تھے۔ دوپہر سر پر آجاتی تو ان ہی کے گھروں میں قیلولہ فرماتے تھے، رات چھا جاتی تو کبھی کبھی شب بسری بھی فرماتے تھے۔ خواتینِ انصار اور خاتونانِ مدینہ مہرو محبت کی پتلیاں تھیں اور اسلامی عقیدت اور نبوی محبت سے سرشار بھی۔ وہ آپ ﷺ کا سر دباتی تھیں، بالوں میں چمپی کرتی تھیں۔ اور دوسری خدمات انجام دیتی تھیں۔ آپ ﷺ کے وجودِ مسعود اور پاکیزہ جسمِ اطہر کا گلاب جیسا پسینہ جمع کر لیتی تھیں، موئے مبارک ہاتھ آجاتے تو سنبھال کر تبرک جان کر سینت لیتی تھیں۔ انصاری خواتین سے رسولِ اکرم ﷺ کے سماجی روابط اور ان کی زیاراتِ نبوی پر ایک تحقیقی کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ سرِدست صرف چند واقعات پیش ہیں:

☆ حضرت ام اسیدؓ کی شادی حضرت ابو اسیدؓ سے ہوئی تو میاں بیوی نے رسولِ اکرم ﷺ کی دعوت کی۔ رسولِ اکرم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے، ان کے ساتھ کھانا کھایا اور کھجور کا شربت پیا۔ اس دعوتِ ولیمہ/ زواج میں حضرات صحابہ میں سے بھی بعض اکابر ساتھ تھے (بخاری، کتاب النکاح، باب قیام المرأة علی الرجال فی العرس؛ حدیث:۵۱۸۲؛ فتح الباری، ۹/؛ اسد الغابۃ، ۵/ ۵۶۵)۔

☆ حضرت ام العلاء ایک اور انصاری خاتون تھیں۔ حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ ہجرت

کے بعد ان کے گھر ہی میں رہتے تھے۔ صحابی موصوف کی جلد ہی وفات ہوگئی تو رسولِ اکرم ﷺ ان کے گھر گئے اور تدفین و تکفین کا انتظام فرمایا اور حضرت ام العلاءؓ کو نصیحت کی کہ کسی کی مبالغہ آمیز تحسین و تعریف نہ کیا کریں (بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت الخ؛ حدیث: ۱۲۴۳؛ فتح الباری، ۳/ ۱۴۷ و مابعد؛ اسد الغابۃ، ۵/ ۶۰۴؛ ابن سعد، ۸/ ۴۵۹)۔

☆ حضرت ام حرام بنت ملحان انصاریؓ مشہور انصاری صحابیہ ہیں۔ وہ قباء میں سکونت پذیر تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ ہر ہفتے قباء جاتے تو ان کے ہاں ضرور جاتے بلکہ دوپہر وہیں گذارتے، ان کے ہاں کھانا کھاتے اور قیلولہ فرماتے۔ وہ آپ ﷺ کے سر کے بالوں میں چمپی کرتیں ور آپ ﷺ کا سر دبایا کرتی تھیں۔ قیلولے کے دوران جو پسینہ جسمِ اطہر سے پھوٹ بہتا اسے بستر سے، جو چمڑے کا ہوتا تھا، جمع کر کے ایک شیشی میں رکھ لیتیں۔ ان کے ہاں ایک قیام کے دوران رسولِ اکرم ﷺ نے روم پر اسلامی غزوہ کا رویا مبارک دیکھا تھا اور اسے بشکلِ حدیث بیان فرمایا تھا۔ وہ وحیِ حدیث کی ایک شاندار شہادت اور فرمانِ نبوی کی ایک عظیم نعمت ہے (بخاری، کتاب الجہاد، باب الدعاء بالجہاد وغیرہ مختلف ابواب؛ مسلم، کتاب الامارۃ، باب الغزو فی البحر وغیرہ؛ فتح الباری، اسد الغابۃ، ۵/ ۵۷۵؛ مفصل بحث کے لئے خاکسار کی کتاب ''وحی حدیث''، ۱۰۱-۱۱۰)۔

☆ حضرت ام سلیم بنت ملحان انصاریؓ کا نام رمیصاء یا غمیصاء تھا اور وہ ایک انتہائی مالدار و مخیرؓ انصاری حضرت ابوطلحہؓ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالکؓ کی ماں بھی تھیں جو ان کے دوسرے شوہر سے تھے۔ خدمتِ نبوی کے لئے حضرت ام سلیمؓ نے ان کو پیش کیا تھا۔ ان کے گھر رسولِ اکرم ﷺ بکثرت زیارت و ملاقات کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور وہ آپ ﷺ کی بڑی محبت بھری خاطر تواضع کرتیں اور آرام کا اہتمام کرتیں۔ ایک بار رسولِ اکرم ﷺ وارد ہوئے تو گھی اور کھجور کا ہدیہ پیش کیا مگر آپ ﷺ نے روزہ دار ہونے کے سبب ان

کو واپس رکھوا دیا، ان کے گھر میں نفل نماز پڑھی اور ان سب کے لئے دعا کی اور حضرت ام سلیمؓ کے کہنے پر حضرت انسؓ کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔

ایک دفعہ رسولِ اکرم ﷺ حضرت ام سلیمؓ کے گھر پہونچے تو خاطر تواضع کے بعد چمڑے کے بستر پر قیلولہ فرمایا۔ جسمِ اطہر سے دوران خواب پسینہ پھوٹ بہا اور بستر کی درزوں میں جمع ہو گیا۔ حضرت ام سلیمؓ نے اس کو ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ اسی دوران چشمِ نبوت کھلی تو ان سے سبب پوچھا، انھوں نے عرض کیا کہ آپ کا پسینہ ہم جمع کر کے اپنے عطروں میں ملا لیتے ہیں جو تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہوتا ہے اور اس سے ہم بچوں کے لئے برکت بھی حاصل کرتے ہیں۔ یہ مکالمہ نبوی ایک بہت اہم حدیث ہے اور سماجی رویے کا غماز بھی۔ وہ رسالتمآب ﷺ کے مقام و مرتبے اور صحابیات وصحابہ کے حسنِ عقیدت کا مظہر بھی ہے۔

وہ کمالات ومناقب اور فضائل والی خاتون تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ سے ان کے فضائل و مناقب کے علاوہ ان کے گھر جانے کی سنتِ نبوی کی وجہ بھی منقول ہے۔ کسی شخص نے رسولِ اکرم ﷺ سے ان کے گھر جانے کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کا بھائی میری محبت ورفاقت میں شہید کیا گیا لہٰذا میں ان کے گھر حسنِ سلوک، ہمدردی اور جذبۂ احسان مندی کے تحت جاتا رہتا ہوں۔ اس حدیث نبوی میں رسولِ اکرم ﷺ کے ایک اور حسنِ عمل اور سنتِ متواترہ کا ذکر ملتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ صرف حضرت ام سلیمؓ کے گھر ہی اس خیال وخاطر کے سبب نہیں جاتے تھے بلکہ تمام شہداءِ عصر کے گھروں میں ان کے اہل وعیال کے ساتھ موانست ومحبت کا اظہار فرمانے کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس سنت نبوی اور معمول رسولی کا ذکر دوسرے مقامات پر بھی آتا ہے۔ حضرت ام سلیمؓ کے بارے میں ایک مزید حقیقت یہ بھی ہے کہ وہ حضرت ام حرام بنت ملحانؓ کی حقیقی بہن تھیں جو قباء میں سکونت پذیر تھیں۔ ان دونوں بہنوں سے نبوی روابط کی بڑی وسیع

جہات ہیں جن میں سے بعض کا ذکر دوسرے ابواب ومباحث میں بھی آئے گا (بخاری، کتاب الصوم، باب من زار قوما الخ؛ حدیث:۱۹۸۲؛فتح الباری ۴/۲۸۵ومابعد؛ مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب عرق النبی ﷺ؛ کتاب البر، باب من لعنه النبی ﷺ الخ؛ بخاری، کتاب الجهاد، باب فضل من جهز غازیا؛ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل ام سلیم؛ اسد الغابة،۵/۵۹۱؛ والاصابة وغیرہ)۔

☆ حضرت ام ورقہ شہیدہ انصاریؓ کے گھر رسول اکرم ﷺ اکیلے نہیں جاتے تھے بلکہ اپنے صحابہ کرام سے فرماتے تھے: آؤ چلو ہم شہیدہ کی زیارت کریں: "ان النبی ﷺ کان یقول: انطلقوا بنا الی الشهیدة نزورها"۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے گھر میں اذان دیے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور حضرت شہیدہ کو خواتین بیت کی فرض نمازوں میں امامت کی بھی اجازت دی تھی: "وأمرها ان توذن فی دارها وتقیم، وان توم اهل دارها فی الفرائض ......" (اسد الغابة،۵/۴۸۹؛ ابن سعد، ۸/۴۵۷: رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام شہیدہ رکھا تھا کہ وہ غزوۂ بدر میں جانے کے لئے اجازت کی طالب ہوئیں مگر آپ ﷺ نے ان کو وہیں روک دیا)۔

☆ حضرت ام عبدالرحمٰن بنت ابی سعید خدریؓ کے گھر تشریف لے گئے تو آپ کو بکری کے شانہ کا گوشت پیش کیا گیا جسے آپ نے تناول فرمایا (اسد الغابة،۵/۴۸۹)۔

☆ حضرت ربیع بنت معوذؓ کی شادی کے دن رسول اکرم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بستر پر بیٹھے۔ اس وقت دو بچیاں (جاریتان) دف بجا بجا کر گا رہی تھیں اور ان کے گانے میں ان کے شہید آباء کا تذکرہ تھا جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس موقعہ پر علم غیب والے شعر کی ممانعت فرمائی تھی (ابن سعد، ۸/۴۵۱-۴۵۲، الاصابة وغیرہ)۔

☆ حضرت ام مبشرؓ انصاریہ خاتون کا ایک باغ تمر (کھجوروں کا باغ) تھا۔ ایک دفعہ کم از کم رسول اکرم ﷺ کے اس باغ میں تشریف لے جانے کا ذکر ملتا ہے (مسلم، کتاب البیوع، باب

فضل الغرس والزرع؛ ابن سعد، ۸/ ۴۵۸؛ اسد الغابۃ، ۵/ ۶۱۷)۔

☆ حضرت عمرہ بنت حزم انصاریؓ کے باغ کے جھونپڑے میں رسولِ اکرم ﷺ نے ورود فرمایا تو انھوں نے بکری کا گوشت پکا کر کھلایا اور تواضع کی (اسد الغابۃ، ۵/ ۵۰۹)۔

☆ حضرت امیمہ بنت نعمان بن شراحیلؓ، جو جونیہ اور دخترِ جون کے نام سے زیادہ مشہور تھیں، بنو ساعدہ کے قریب ایک حویلی میں، جو کھجوروں کے باغ کے درمیان تھی، قیام پذیر ہوئیں تو رسولِ اکرم ﷺ ان سے ملے اور پیغام دینے کے لئے بنفسِ نفیس تشریف لے گئے۔ وہ آپ ﷺ کو پہچان نہ سکیں اور تجویزِ نبوی مسترد کر دی۔ جب معلوم ہوا تو زندگی بھر اپنی محرومی پر پچھتاتی رہیں (بخاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب من قدح الخ، حدیث: ۵۶۳۷ وغیرہ فتح الباری، ۱۰/ ۱۲۱ ومابعد)۔

☆ حضرت سلمیٰؓ کے گھر ورود فرمایا تو فرماتی ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کے لئے خزیرہ بنایا: ''اتانا رسول اللہ ﷺ فصنعنا لہ خزیرۃ'' (اسد الغابۃ، ۵/ ۴۸۰)۔

☆ حضرت ام ہشام بنت حارثہ انصاریؓ مدینہ منورہ کے سخی حاتم حضرت حارثہ بن نعمان خزرجیؓ کی دختر تھیں اور رسولِ اکرم ﷺ کی پڑوسی بھی۔ رسولِ اکرم ﷺ اور صحابیہ موصوفہ کا تنور مشترک تھا اور اسے سانجھا چولہا کہا جا سکتا ہے۔ ازواجِ مطہرات میں سے کئی اور بعض باندیوں کے علاوہ رسولِ اکرم ﷺ کے ان کے ہاں جانے کا ذکر ملتا ہے (مسلم، کتاب الجمعۃ؛ اسد الغابۃ، ۵/ ۶۲۵)۔

☆ حضرت جعدہ بنت عبداللہ نجاری خزرجیؓ کے گھر بکثرت تشریف لے جاتے اور کھانا کھاتے: ''کان النبی ﷺ یاتی الی منزلھا ویاکل عندھا'' (اسد الغابۃ، ۵/ ۴۱۵)۔

☆ حضرت ملیکہؓ خادمِ نبوی حضرت انس بن مالکؓ کی نانی تھیں۔ انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی دعوت کی۔ آپ ﷺ ان کے گھر گئے اور کھانا تناول فرمایا پھر رسولِ اکرم ﷺ نے پورے اہل خانہ کو نماز پڑھائی تا کہ ان کو خیر و برکت حاصل ہو۔ اس واقعہ میں نماز کی صفیں بنانے کا ایک فقہی حکم پایا جاتا

ہے(بخاری، کتاب الصلوۃ،باب الصلوۃ علی الحصیر،فتح الباری،۱/۶۴۳ومابعد؛اسد الغابۃ،۵/۵۴۸)۔

☆حضرت ضباعہ انصاریہؓ کے گھر رسولِ اکرم ﷺ نے گوشت تناول فرمایا اور ایک فقہی حدیث بیان کی (اسد الغابہ،۵/۴۹۵)۔

☆حضرت ام المنذر بنت قیس انصاریؓ کے گھر رسولِ اکرم ﷺ حضرت علیؓ کے ساتھ گئے۔صحابی جلیل کچھ بیمار تھے لہذا رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو کھجوروں کے لٹکتے خوشے کھانے سے منع فرمایا اور خود تناول فرمایا۔میزبانہ نے رسولِ اکرم ﷺ کے لئے جو اور چقندر (شعیر او سلقا) پرمشتمل کھانا پکایا۔رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو اس کھانے میں شریک کرلیا کہ وہ ان کی صحت کے لئے مفید اور مزاج کے لئے ٹھیک تھا۔وہ ایک خالہ نبوی بھی تھیں (اسد الغابۃ،۵/۶۲۱-۶۲۲)۔

☆حضرت ام السائب/ام المسیب انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے تو ان کو بخار سے لرزتے پایا۔ان کو بیماری کو کوسنے سے منع فرمایا(اسد الغابۃ،۵/۵۸۶-۶۱۹)۔

☆ایک گمنام انصاری خاتون کے گھر رسولِ اکرم ﷺ حضرات شیخین۔ابوبکر وعمرؓ۔کے ساتھ کھانے کی تلاش میں گئے کہ سب بھوکے تھے۔خاتونِ خانہ نے ان کا خیر مقدم کیا۔اسی اثناء میں ان کے شوہر بھی آگئے،انھوں نے پہلے کھجوروں سے تواضع کی پھر بکری ذبح کرکے اس کا گوشت پکا کر کھلایا اور ٹھنڈے پانی سے سیراب کیا(مسلم، کتاب الاشربہ، باب جواز استباعۃ؛حدیث میں ان کا نام نہیں ملتا۔لیکن کتب سوانح میں حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کے گھر کا واقعہ بتایا جاتا ہے)۔

☆حضرت برساءؓ جو عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ کی دادی تھیں، کے گھر تشریف لے گئے تو وہاں ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے کھڑے کھڑے پانی نوش فرمایا(اسد الغابۃ،۵/۴۰۸)۔ان کا ایک نام کلثم بھی بتایا گیا ہے اور یہی روایت اس کے تحت بھی ہے(۵/۵۳۹)۔

تمام روایاتِ سیرت،آثارِ تاریخ اور احادیثِ نبوی کی تحقیق وتدوین کی جائے تو خواتین

عصر کی نبوی زیارتوں کے سلسلے ملیں گے۔ گذشتہ اوارق میں بھی جو روایات واحادیث پیش کی گئیں ان میں بھی اطناب اور طولِ کلام پایا جاتا ہے، ان کو اور مختصر کیا جاسکتا تھا۔ لیکن کسی حد تک جامعیت پیدا کرنے کی خاطر اور اس سے زیادہ اتمامِ حجت کے لئے قدرے شرح وبسط سے کام لیا گیا۔ ورنہ ناقدینِ کرام شہادتوں کی کمی کا الزام تھوپ دیتے اور توجیہ وتاویل اور اپنی خود ساختہ فکرِ اسلامی کے اسیر مؤلفین تعمیم کا مجرم قرار دیتے۔ ان کی ملاقاتوں سے زیادہ یہ خیال بھی حاوی رہا کہ خواتینِ مکہ ومدینہ سے روابطِ نبوی کی گوناگوں جہات کا مطالعہ بھی کیا جائے۔

۱- مکی خواتین کی مانند مدنی خواتین وصحابیات میں سے بیشتر غیر محرم تھیں اور ان سے کمتر محرم اور محرماتِ نبوی صرف چند تھیں۔

۲- یہ سنتِ متواترہ واضح تر ہوتی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ مدنی عہد میں بھی خواتینِ طاہرات کی مستقل زیارتیں فرماتے رہے۔

۳- اس کا بہر حال امکان ہے کہ بعض خواتینِ عہد کی زیارتوں کے لئے کبھی کبھار تشریف لے گئے ہوں۔

۴- بعض محترم ومکرم خاتونانِ مدینہ کے ہاں رسولِ اکرم ﷺ باقاعدہ اہتمام وحکم کے ساتھ بعض صحابہ کرام کو بھی اپنی زیارتوں میں لے گئے۔

۵- متعدد صحابہ کرام کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بھی سنتِ نبوی کے مطابق مختلف خواتین کی زیارت وملاقات کے لئے جاتے تھے۔

۶- زیاراتِ نبوی کا بنیادی مقصد ومطمحِ نظر تو سماجی طواف وزیارت، پرسشِ احوال اور میل ملاپ تھا جو ہر سماجی نظام میں ہوتا ہے۔

۷- بعض خاص احوال بھی خواتین کی زیارتوں کے محرک بنے تھے: جیسے عیادت،

دعوت/کھانا، سماجی خدمت، تعزیت وغیرہ۔

۸- ان زیاراتِ نبوی میں میزبان خواتین کے محرم مرد اور شوہر وغیرہ کبھی موجود ہوتے تھے اور کبھی موجود نہیں ہوتے تھے۔

۹- خواتین رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت کرنے کو اپنی سعادت سمجھتی تھیں: کھانا کھلاتیں، خاطر مدارات کرتیں اور استراحت کا انتظام کرتیں۔

۱۰- رسول اللہ ﷺ کی زیاراتِ خواتین سے ایک بڑی دلنشیں حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے جو صلہ رحمی کی عظیم مثال ہے۔ آپ ﷺ غازیانِ کرام اور مجاہدینِ اسلامی کی خدمتِ جہاد کے دوران ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال فرماتے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔

۱۱- بعض خواتینِ مدینہ کی نبوی زیارتوں کی وجہ اس سے بھی زیادہ درد آمیز اور رحمت آگیں ہے۔ اپنے رفیق شہداء کی خدمات کے اعتراف میں رسولِ اکرم ﷺ ان کے گھروں میں بکثرت جاتے تھے تاکہ ان کو نبوی سرپرستی کا احساس رہے اور نعم البدل کی نعمت حاصل رہے۔

۱۲- نبوی زیارات عظیم تر اسلامی تعلیمات کا ایک دلکش، محبت آگیں اور جمال وجلال آفریں حصہ ہے جو اسلامی امت میں وحدت واتحاد، مہر والفت اور سماجی ارتباط پیدا کر کے ان کو ایک اجتماعی لڑی میں پرو دیتا ہے اور سب کو ایقان دیتا ہے کہ وہ سب ایک امت ہیں۔

خواتین بیتِ نبوی میں

سماجی آمد و رفت، میل ملاپ اور زیارت و ملاقات ایک دو طرفہ عمل ہے۔ لوگ ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو لوگ ان سے ملنے کے لئے آتے ہیں۔ یہ دو طرفہ زیارت و ملاقات ایک قانونِ اسلامی اور قانونِ الٰہی ہے جو انسانی سماج کے وجود و ارتقاء کے ساتھ جاری و ساری رہا ہے۔ اسلامی اور فطری قانون اس لئے کہا گیا کہ دنیائے دنی میں حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی آمد و رہائش کے بعد سے وہ جاری ہے۔ تمام انبیائے کرام اسلام ہی کے پیغمبر تھے اور ان کی تمام شریعتیں، تہذیبیں اسلامی تھیں۔ محمدی شریعت و تہذیب آخری اسلامی شریعت و تہذیب ہے۔ وہ تمام اسلامی شریعتوں اور تہذیبوں کی جامع اور خاتم بھی ہے جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء اور رسولوں کے خاتم تھے۔

معاشرتی معاملات میں باہمی ملاقاتوں اور آپسی زیارتوں کی اجازت قرآنِ مجید کی تلاوت کی جانے والی وحیِ الٰہی میں دی گئی ہے: ﴿لیس علیکم ولا علیهم جناح بعدهن طوفون بعضکم علی بعض الخ﴾ "ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے، نہ ان پر، تمہیں ایک دوسرے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے"۔ سورۂ نور کی آیتِ کریمہ-۵۸ میں باہمی زیارتوں کے آفاقی، فطری اور اسلامی قانون کو بیان کیا گیا ہے۔ تین اوقات میں زیارت کے لئے پیشگی اجازت کی شرط لگائی گئی اور وہ اوقات ہیں: فجر کی نماز سے قبل، دوپہر قیلولہ کے وقت اور نمازِ عشاء کے

بعد۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیر تلاوت والی وحی الٰہی- حدیث وسنت- میں باہمی ملاقاتوں کے طریقے واضح فرما دیئے اور اپنے اسوۂ حسنہ سے ان کو روشن کر دیا۔

اسی اسلامی و الٰہی قانون اور نبوی سنت و اسوہ کے مطابق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح خواتینِ عصر کے گھروں میں جاتے تھے اسی طرح مسلم اور بسا اوقات غیر مسلم خواتین رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں حاضری دیتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے رسول تھے۔ خواتین کی زیارت و ملاقاتِ نبوی کے پیچھے وہی مقاصد و محرکات کارفرما تھے جو زیاراتِ نبوی میں پنہاں تھے۔ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار و ملاقات کے لئے بھی آتی تھیں کہ وہ بھی ایک دینی اجر و ثواب کی بات تھی، سماجی اور معاشرتی زیارت ہونے کے علاوہ وہ اپنے سماجی مسائل کے علاوہ دین سیکھنے کے لئے بھی آتی تھیں۔ گھریلو معاملات پر بحث کرنے اور خانگی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے بھی خدمتِ نبوی میں حاضر ہوتی تھیں۔ خدمتِ نبوی میں خواتین کی حاضری کا سلسلہ مکی عہد سے جاری ہوا، قبل بعثت کے زمانے سے، پورے مکی اسلام کے عہد میں جاری رہا اور مدنی عہد میں تا وفات ساری رہا۔ خواتینِ عصر کی نبوی زیارتوں پر اتنا مواد مآخذ حدیث و سیرت میں ہے کہ اس پر کئی دفاتر مرتب کئے جا سکتے ہیں لیکن اس مختصر مقالے میں ان کے صرف چند پہلوؤں سے ہی تعرض کیا جا رہا ہے۔ مقصد احاطہ و استقصاء نہیں، سنتِ عہدِ نبوی کو اجاگر کرنا ہے۔

آستانہ نبوی پر مکی خواتین

مکی عہد میں نبوت سے پہلے چالیس سالہ دور میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رشتہ دار خواتین اور دوسری قرابت والی عورتوں کا آنا جانا ایک تاریخی واقعہ ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہی وہ سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور ظہورِ قدسی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو وہ حیاتِ نبوی سے مربوط ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے سلسلے میں دائی کے علاوہ متعدد خواتینِ

مکہ اور طاہراتِ قریش کے خانۂ نبوی میں آنے، کارِ خدمت انجام دینے اور جشنِ ولادتِ مبارک منانے کا ذکر ملتا ہے۔ رضاعتِ اولیں کے سلسلہ میں جناب ثویبہ اور ان کے بعد بنو سعد بن بکر/ ثقیف کی دودھ پلائیوں کے عمومی ذکر کے علاوہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی اولین حاضری کے بعد ان کی پانچ سالہ رضاعت کے عرصے میں بار بار کی زیارتوں کا واقعہ بھی ملتا ہے۔ حضرت ثویبہ کے بارے میں ایک بیان ہے کہ وہ اپنی حالت مملوکیت (غلامی) میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آیا کرتی تھیں اور آپ ﷺ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے تھے۔ نہ صرف آپ ﷺ ان کا اکرام کرتے تھے بلکہ حضرت خدیجہؓ بھی ان کی تکریم کرتی تھیں۔ ان کی وفات (۷ھ/ ۶۲۹ء بعد غزوۂ خیبر) تک رسولِ اکرم ﷺ ان کے لئے صلہ اور کپڑے بھیجا کرتے تھے (بلاذری، ۱/ ۹۵-۹۶)۔ اسی طرح حضرت حلیمہؓ بھی برابر تشریف لایا کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد تشریف لائیں تو ان کا اکرام فرمایا اور خانہ نبوت میں ان کو مہمان بنایا اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت حلیمہ کی بہن آئیں تو ان کے ساتھ ان کے شوہر کی بہن بھی تھیں۔ وہ پنیر اور گھی کا تحفہ لائی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ حسنِ سلوک فرمایا اور کپڑے وغیرہ کے ہدایا دیئے۔ اسی موقعہ پر حضرت حلیمہ کی وفات کے بارے میں آپ ﷺ کو ان کی بہن سے خبر ملی تو آپ ﷺ رو پڑے اور پھر ان کے لواحقین کے لئے بھی ہدایا بھیجے۔ حضرت شیماءؓ کی آمد کا واقعہ تو بہت مشہور ہے جو غزوۂ حنین کے بعد پیش آیا تھا (بلاذری، ۱/ ۹۵ وغیرہ)۔ حضرت ام ایمن بطور اَنا تو خانہ نبوی ہی میں رہتی تھیں (ابن ہشام، ۱/ ۱۶۱-۱۶۴ و مابعد؛ ''حضرت ام ایمنؓ- رسولِ اکرم ﷺ کی انا'' مضمون مذکورہ بالا؛ نیز دیگر کتب سیرت جیسے طبری، الروض الانف، استیعاب، المواہب اللدنیہ وغیرہ)۔

خاندانِ بنو عبد مناف کی خواتین اور رسولِ اکرم ﷺ کی پھوپھیوں اور ان کے سسرالی عزیزوں، والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کے خاندان بنو زہرہ کی عورتوں کا آنا جانا اور زیارت و ملاقات کرنا بھی

ایسا ہی ظاہری اور پکا واقعہ ہے جس کے ثبوت و استناد کے لئے کسی روایت کی شہادت ضروری نہیں۔ ظاہر ہے کہ بچپن سے لڑکپن تک رسولِ اکرم ﷺ کے دیدار کے لئے بھی متعدد خواتین نے حاضری دی تھی جیسا کہ سماجی دستور ہر زمانے میں رہا ہے۔ اصل مسئلہ رسولِ اکرم ﷺ کی جوانی کی عمر شریف کو پہونچنے کے بعد ابھرتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ جب بحیثیت "مردِ میدان" اور بطلِ جلیل کے طور پر عرصۂ حیات میں کارگذار و کارفرما ہوئے تو خواتینِ مکہ نے کیونکر اور کب کب اور کیسے کیسے درِ دولت پر حاضری دی اور اپنی اپنی مراد پائی۔

اگرچہ رسولِ اکرم ﷺ بچپن سے خاصی پکی عمر تک اپنے چچاؤں بالخصوص جناب زبیر ہاشمی اور جناب ابو طالب ہاشمی کی کفالت میں رہے تاہم ایک آزاد و خود مختار شخص اور ایک سماجی انفرادیت کے مالک کی حیثیت سے آپ ﷺ کی سماجی زندگی اور معاشرتی کارگذاری کا دور آپ ﷺ کی تجارتی زندگی کے آغاز سے ہوا اور باقاعدہ معاشرت بلکہ حسنِ معاشرت کا سلسلہ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے معاملات کے طے کئے جانے سے چلا۔ ازدواجی رشتہ کو استوار کرنے کے سلسلے میں رسولِ اکرم ﷺ کی مکی خواتین سے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی چلتا ہے اور بعض خواتین نے اس محترم و پاک رشتہ کو طے کرانے کے لئے بار بار خدمتِ نبوی میں حاضری دی۔

حضرت خدیجہؓ کے بارے میں ابھی تک کوئی شہادت نہیں مل سکی کہ وہ تجارت و کاروبار کے سلسلے میں یا نکاح کے رشتہ کی خاطر کبھی رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں یا آپ ﷺ کے گھر پر قدم رکھا ہو۔ البتہ ان کی ایک عزیز ترین سہیلی حضرت نفیسہ بنت منیہ/ امیہ تمیمی نے حضرت خدیجہؓ کا پیغامِ نکاح رسولِ اکرم ﷺ کے گھر آ کر دیا یا آپ ﷺ کی مرضی اس سلسلے میں دریافت کی۔ وہ کئی بار اس سلسلے میں آپ ﷺ کے گھر آئیں۔ ان کا رسولِ اکرم ﷺ سے ایک خاص رشتہ یہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب ہاشمی کے سسرالی خاندان سے وابستہ تھیں۔

بہر حال حضرت نفیسہؓ ہی نے رسولِ اکرم ﷺ کا عندیہ لیا اور ان کی کوششوں سے یہ رشتۂ نکاح طے ہوا۔ روایات میں ان کی خدمتِ نبوی میں حاضری کی شہادت ملتی ہے (ابن سعد، ۸/۲۴۴: " وھی التی کانت سعت ...... فیما بین رسول اللہ وخدیجة بنت خویلد حتی یتزوجھا رسول اللہ ﷺ؛ ابن ہشام، ۱/۱۸۹؛ ابن سید الناس، ۱/۷۰؛ نیز شرح المواھب اللدنیۃ وغیرہ؛ مودودی، سیرت، ۲/۱۴۳-۱۴۴؛ جدید اہلِ سیر کو حضرت نفیسہ کے نسب میں اشتباہ ہو گیا ہے۔ ان کے والد کا نام امیہ تھا اور والدہ کا منیہ۔ اس لئے ان کی دو نسبتیں تھیں)۔

خانۂ نبوی میں حضرت خدیجہؓ کے منتقل ہونے کے بعد ان کی قرابت وقربت والی خواتین کی آمدورفت کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ روایات سیرت اور احادیثِ نبوی میں واضح ذکر آتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی کم از کم ایک بہن حضرت ہالہ بنت خویلد اسدیؓ اور ان کی متعدد سہیلیوں سے رسولِ اکرم ﷺ بخوبی واقف تھے اور آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کی حیات میں اور ان کی وفات کے بعد بھی ان سے حسنِ سلوک وصلۂ رحمی فرماتے تھے۔ ان سہیلیوں میں حضرت نفیسہ بنت منیہؓ بھی شامل تھیں کہ وہ ان کی ہمراز و ہمدم اور سب سے اعتماد کی خاتون تھیں۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ جب کبھی بکری ذبح کرتے تو اس کے پارچے بناتے اور ان کو حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے پاس بھیجتے تھے: "وربما ذبح الشاة ثم یقطع اعضاء ثم یبعثھا فی صدائق خدیجة" (حدیث: ۳۸۱۸)۔

حضرت ہالہؓ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا دوسرا بیان ہے کہ حضرت ہالہؓ بنت خویلد نے رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ کو حضرت خدیجہؓ کا اندازِ اجازت یاد آ گیا اور آپ ﷺ کو جھرجھری آ گئی اور زبانِ مبارک سے بے اختیار نکلا: اے اللہ، یہ تو ہالہ ہیں: "...... استاذنت ھالة بنت خویلد- اخت خدیجة- علی رسول اللہ ﷺ، فعرف استئذان خدیجة، فارتاع لذلک فقال: اللھم ھالة ......" (حدیث: ۳۸۲۱، کتاب مناقب

الانصار، باب تزویج النبی ﷺ خدیجۃ وفضلھا؛ فتح الباری، ۷/۱۶۶-۱۷۷)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی شرحِ بخاری میں حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں (صدائق) کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے تاہم حضرت ہالہ کے مکہ کے قیام کے دوران حاضرِ خدمت ہونے کے امکان کو ظاہر کیا ہے اگرچہ ان کا رجحان یہ ہے کہ وہ مدینہ میں بیتِ نبوی میں آئی تھیں۔ بہرحال ان روایات وتشریحات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ مکی عہد میں بھی رسولِ اکرم ﷺ کے آستانے پر ضرور آتی رہی تھیں۔ بعض شواہد اور قرینے بھی اس کے ہیں۔ مثلاً حضرت خدیجہؓ سے رشتہ لگانے والی خاتون حضرت نفیسہ بنت منیہ تمیمی، جو حضرت یعلیٰ بن منیہ تمیمی کی بہن اور بنونوفل بن عبد مناف کی حلیف اور حضرت خدیجہؓ کی سہیلی تھیں، فتح مکہ کے دن اسلام لائیں اور رسولِ اکرم ﷺ کو اس رشتہ نکاح کی یاد دلائی تو آپ ﷺ نے ان کا اکرام کیا اور حسنِ سلوک کیا (بلاذری، ۱/۹۸)۔

حضرت ہالہ اور ان کے سسرالی عزیزوں اور دوسری خواتین کے خانۂ رسالت میں آنے جانے کے اور بھی کئی شواہد اور قرینے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی شادی حضرت خدیجہؓ کی مرضی اور سلسلہ جنبانی سے انھیں حضرت ہالہؓ کے فرزند حضرت ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ عبشمی سے ہوئی تھی، اور غالباً ان کی حیات ہی میں شادی بیاہ کے رشتہ اور پھر نکاح و رخصتی کے ضمن میں حضرت ہالہؓ اور ان کے خاندان کی دوسری خواتین نے اور حضرت خدیجہؓ کے خاندان کی خواتین نے ضرور رسولِ اکرم ﷺ کے گھر پر حاضری دی تھی اور خاندانِ رسالت کی بیبیوں کی حاضری تو طے شدہ امر ہے (فتح الباری، مذکورہ بالا؛ ابن سعد، ۸/۳۰-۳۱: وما بعد: کے مطابق حضرت زینب کا نکاح بعثت سے قبل ہوا تھا)۔

حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں اور ملنے جلنے والی متعدد خواتین میں سے سب نہ سہی تو اکثر مکی اور مدنی دور میں رسولِ اکرم ﷺ کے خانہ اقدس میں برابر آیا کرتی تھیں۔ ان کی زیارات نبوی کا سلسلہ

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی جاری رہا اور مدنی دور میں بھی۔ سوانحی اور سیرتی مصادر میں ان کی بعض تفصیلات ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک سیاہ فام خاتون بھی تھیں جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے ان کے گھر میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے ان کی طرف خاص توجہ فرمائی اور ان کا استقبال کیا۔ حضرت عائشہؓ کے استفسار پر آپ ﷺ نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ وہ حضرت خدیجہؓ کے پاس اکثر آیا کرتی تھیں اور حدیث بیان فرمائی کہ حسنِ عہد ایمان کا ایک حصہ ہے:

''......فقال: انها كانت تدخل على خديجة كثيرا؛ وان حسن العهد من الايمان'' (بلاذری، ۱/۹۸)۔

وفاتِ حضرت خدیجہؓ کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ بنت زمعہ عامری سے مکہ میں شادی کی تھی۔ ان دونوں شادیوں کے طے کرانے میں حضرت خولہ بنت حکیم بن حزام اسدیؓ کا ہاتھ تھا۔ وہ برابر خانۂ نبوت میں آیا کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات پر رسولِ اکرم ﷺ کے غم واندوہ اور بچیوں کی حالتِ زار دیکھ کر انھوں نے ہی شادی کا مشورہ دیا پھر دونوں رشتے طے کرائے اور شادیاں انجام دیں۔ ان تمام عرصے میں ان کی کاشانۂ نبوت میں بار بار حاضری اور رسولِ اکرم ﷺ سے گفتگو ہوتی رہی جو روایات سیرت وحدیث میں پوری طرح محفوظ ہے (بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزويج النبی ﷺ عائشة الخ؛ فتح الباری، ۷/ ۲۷۸-۲۸۱ بحوالہ احمد وطبرانی وابن اسحاق ودمیاطی وغیرہ؛ ابن سعد، ۸/؛ زرقانی، ۳/ ۲۲۷؛ اسد الغابة، ۵/ ۴۴۴-۵۴۵ نے ان کو سلمی کہا ہے؛ حضرت خولہ بنت حکیمؓ مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ کی زوجہ محترمہ تھیں)۔

حضرت خدیجہؓ سے رسولِ اکرم ﷺ کی تمام مکی اولاد پیدا ہوئی۔ ان سے دو فرزندان گرامی قاسم اور عبداللہ- تھے اور چار بیٹیاں -زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ (رضی اللہ عنہم)- تھیں۔ ان سب کی رضاعت کے لئے دودھ پلائیاں تلاش کی گئی تھیں اور ان کا کاشانہ نبوی میں آنا جانا لگا رہتا

تھا۔ان مرضعات (دودھ پلائیوں) کا انتظام حضرت ام ایمنؓ نے حضرت خدیجہؓ کی مرضی سے کیا تھا۔ ابن سعد کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ کی ایک کنیز حضرت سلمیٰ نے جو، آپ ﷺ کے غلام حضرت ابورافع ؓ کی بیوی تھیں، تمام اولادِ نبوی کی ولادت کے ضمن میں حضرت خدیجہ کی خدمت کی تھی۔یعنی دایہ کے فرائض قبل وبعد ولادت انجام دیتی تھی: "کانت تقبل خدیجة بنت خویلد بن اسد فی ولا دتها اذا ولدت من رسول الله وتعد قبل ذلک ما تحتاج الیه" (ابن سعد، ۸/۲۲۷)۔

☆ حضرت خدیجہؓ کی ایک مشاطہ حضرت ام زفر تھیں جو سیاہ فام خاتون تھیں۔حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں حاضر خدمت ہوا کرتی تھیں اور ان کے بعد بھی برابر آتی رہیں۔رسولِ اکرم ﷺ ان کا بہت خیال فرماتے تھے اور حسن سلوک کرتے تھے (اسد الغابة ۵/۵۸۴)۔

بعثتِ نبوی کے بعد مردوں کی طرح عورتوں نے بھی اسلام قبول کیا تھا۔جس طرح مردانِ قریش مکہ نے خدمتِ نبوی میں حاضری دی تھی اسی طرح مکی عورتوں نے بھی اسلام قبول کرنے کی خاطر کاشانۂ نبوت میں حاضری دی تھی اور دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا تھا۔ ہمارے قدیم وجدید سیرت نگاروں نے مردوں کی حاضری کی روایات درج کی ہیں لیکن عورتوں کی خدمتِ نبوی میں آمد کے بارے میں کم لکھا ہے۔وہ عموماً خواتین اور بچوں کے بارے میں معلومات کو یوں بھی خاطر میں نہیں لاتے جو ان کی مردانہ عصبیت کی دلیل ہے اور یہی عصبیت متاخرین میں شدت سے ملتی ہے۔بہرحال سیرت وسوانح کی بعض روایات میں ان خواتینِ شہر وعرب کی خدمتِ نبوی میں حاضری کچھ مثالیں مل ہی جاتی ہیں:

۱-حضرت ام کلثوم بنت عقبہ امویؓ نے مکہ میں اسلام قبول کیا اور رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی (ابن سعد ۸/۲۳۰؛ مسلم، کتاب البر، باب تحریم الکذب)۔

۲-حضرت حبیبہ بنت جحش اسدی خزیمیؓ، زوجہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری، نے بھی

حاضرِ خدمت ہو کر اسلام قبول کیا تھا (اسد الغابۃ ۸/۲۴۲)۔

۳-حضرت ام قیس بنت محصن اسدیؓ نے بھی مکہ میں اسلام قبول کیا اور بیعت کی تھی۔ وہ اپنے بچے کو بھی بعد میں لائیں، اس نے آپ ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا (ابن سعد، ۸/۲۴۲-۲۴۳؛ بخاری، کتاب الوضوء، باب بول الصبیان، مسلم، کتاب الوضوء، باب حکم بول الطفل الرضیع)۔ دوسری بار حاضر ہوئیں تو اپنے بچے کو ساتھ لائیں کہ اس کے حلق میں درد تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو نصیحت کی اور دوا بتائی (بخاری، کتاب الطب، باب العذرۃ)۔

۴-حضرت آمنہ بنت قیس اسدیؓ بھی قدیم مکی مسلمہ ہیں جنھوں نے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی (ابن سعد، ۸/۲۴۳)۔

۵-حضرت برکہ بنت یسار، مولاۃ عبدالدارؓ، نے بھی مکہ ہی میں اسلام قبول کیا تھا اور بیعت کی تھی (ابن سعد، ۸/۲۴۶)۔

ابن سعدؒ نے ایسی مکی مہاجرات کی مکی عہد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری اور بیعت کرنے کی بہت سی مثالیں بیان کی ہیں جو بہر حال بالواسطہ ہیں (۸/۲۳۹، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹: بیعت حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ؛ ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۶۵، ۲۶۷: فاطمہ بنت خطاب، خواہر حضرت عمر ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۶، ۲۸۰-۲۸۱: اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت جعفرؓ، ۲۸۶-۲۸۷ وغیرہ)۔

☆حضرت رقیقہ بنت ابی صیفی ہاشمیؓ، نوفل بن اہیب زہری کی بیوی اور ان کے بچوں- مخرمہ، صفوان، امیہ- کی ماں تھیں۔ وہ رسولِ اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب ہاشمیؓ سے بھی عمر میں بڑی تھیں۔ ان کو زمانۂ نبوت ملا۔ وہ اسلام لانے سے قبل اپنے مسلم فرزند حضرت مخرمہ بن نوفلؓ پر ظلم وستم بھی توڑتی تھیں۔ بایں ہمہ ہجرت کے وقت بلکہ شب ہجرت انھیں نے رسولِ اکرم ﷺ کو قریشی شب خون مارنے کے بارے میں اطلاع دی تھی اور رسولِ اکرم ﷺ نے اپنا بستر تبدیل کر کے

حضرت علیؓ کو اپنی جگہ سلا دیا تھا: ''......ان رقیقة...... حضرت رسول اللہ ﷺ، فقالت : ان قریشا قد اجتمعت ترید بیاتک اللیلة...... فتحول رسول اللہ ﷺ فراشه، وبات علیه علی بن ابی طالبؓ'' (ابن سعد، ۲۲۲/۸-۲۲۳)۔ یہ سماجی رشتہ داری اور خاندانی قرابت کی وہ دلنشیں صلابت تھی جس نے اختلافِ مذاہب کے دریا کو بھی پاٹ دیا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ سے دینی اختلاف اپنی جگہ، مگر خاندانی تعلقِ خاطر اس سے متاثر نہیں ہوتا تھا۔ تاریخ اسلام اور سیرتِ نبوی سے زیادہ مزاجِ عرب اور روایاتِ قریش کی جہات اس سے کھلتی ہیں۔

☆ حضرت ام عبد بنت عبدوُد ہذلی، والدہ ماجدہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مکی دور سے رسولِ اکرم ﷺ کے خانہ مبارک میں اس کثرت سے آتی جاتی تھیں کہ نوواردوں کو وہ اہل بیت ہی کی ایک فرد معلوم ہوتی تھیں۔ یہی حال حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ان کو مکہ مکرمہ میں کاشانہ نبوت میں آتے جاتے دیکھ کر یہی تاثر لیا تھا۔ یہ مکی عہد کا واقعہ ہے جو حضرت ام عبد کی حد تک مدنی دور میں بھی جاری رہا۔ حضرت ابن مسعودؓ اس زمانے میں بچے تھے اور مدینہ میں وہ بالغ مرد کار ہو چکے تھے (ابن سعد، ۲۸۹/۸؛ نیز بخاری، کتابِ الفضائل، باب مناقب ابن مسعود نیز مسلم باب فضائل ابن مسعود)۔

حضرت ام الفضل لبابہ کبریٰ رسولِ اکرم ﷺ کی چچی اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ہاشمی کی زوجہ محترمہ حضرت عباس کے اسلام لانے کے بعد مدینہ آگئی تھیں۔ یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ ان کے مدنی گھر میں بھی برابر جاتے تھے اور قیلولہ فرماتے تھے اور وہ ان کی خدمت و خبر گیری اور تواضع کرتی تھیں اور خود بھی رسولِ اکرم ﷺ کے ہاں برابر حاضری دیتی تھیں۔ انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب سنایا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اس کی تعبیر فرمائی کہ حضرت فاطمہؓ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی رضاعت وہ اپنے فرزند قثم کے ساتھ

کریں گی۔ حضرت حسینؓ کی ولادت ہوئی تو حضرت ام الفضل نے ان کی کفالت کی۔ ایک بار ان کو لے کر حاضر خدمت ہوئیں تو رسولِ اکرم ﷺ نے صاحبزادہ گرامی کو اپنی گود میں بٹھا کر چمٹایا اور چومنا شروع کر دیا۔ صاحبزادے نے گھبرا کر گود میں پیشاب کر دیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو حضرت ام الفضل کے حوالے کر دیا۔ حضرت ام الفضل نے سرزنش کی تو صاحبزادے رو پڑے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے رلانے پر اپنے کرب کا اظہار فرمایا اور دودھ پیتے بچے اور بچی کے بارے میں ایک حدیث اور فقہی حکم بھی ارشاد فرمایا جس کا ذکر اپنے مقام پر آتا ہے (ابن سعد، ۸/ ۲۷۷-۲۷۹)۔

☆ حضرت اسماء بنت عمیس خثعمیؓ حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ کی زوجہ کریمہ تھیں۔ قدیم مکی عہد میں اسلام قبول کیا اور شوہر نامدار کے ساتھ ہجرت حبشہ میں گئیں۔ غزوۂ خیبر ۷ھ/ ۶۲۹ء کے بعد مدینہ واپس لوٹیں۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کو "حبشیہ" کہہ کر چھیڑا کہ ہم تم سے ہجرت میں سبقت لے گئے۔ حضرت اسماءؓ نے حاضرِ خدمت ہو کر حضرت عمرؓ کے قول کو بیان کیا اور اپنے کرب کا اظہار کیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی دو ہجرتوں کی حدیث بیان فرمائی اور ان کو تسلی دی (ابن سعد، ۸/ ۲۸۱)۔

مکی اور مدنی دونوں ادوارِ حیات طیبہ میں قریشی اور مہاجر خواتین کی زیاراتِ نبوی ایک تاریخی واقعہ اور ایک اسلامی سنت ہے۔ بعثت نبوی سے قبل سے سلسلہ زیارات شروع ہوا تھا اور بعثت کے بعد پورے مکی دور میں وہ جاری رہا۔ بیت نبوی میں حاضری دینے والی بیشتر خواتین قریشی ہوتی تھیں یا مکہ مکرمہ کی باسی عورتیں۔ ان میں رشتہ دار بھی تھیں اور غیر رشتہ دار بھی، بوڑھی اور بزرگ خواتین بھی تھیں اور جوان و نوخیز بچیاں بھی ہیں۔ ان کے علاوہ ان میں مسلم خواتین بھی شامل تھیں اور غیر مسلم خواتین بھی۔ عمرہ و حج اور زیارات کعبہ کو آنے والے حضرات اور عرب مردوں کے ساتھ ان کی خواتین بھی کاشانہ نبوی میں حاضری دیا کرتی تھیں اور ہجرت کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کے مبارک گھروں میں ان مکی اور قریشی خواتین کی آمد و رفت کا سلسلہ حسب دستور عرب برابر جاری رہا تھا۔

کاشانۂ نبوی میں مدنی خواتین

مدینہ منورہ کے دس سالہ عہد (۶۲۲-۶۳۲ء) میں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں خواتینِ اسلام کی حاضری اور آمد کے بارے میں ہمارے قدیم و جدید دونوں سیرت نگاروں اور دوسرے مؤلفین کرام نے روایات واحادیث کا انبار لگا دیا ہے جو متعدد دفاتر میں بھی نہیں سما سکتا۔ ان میں مکی اور دوسری مہاجراتِ طاہرات بھی شامل ہیں اور مدنی انصار کی خواتین بھی۔ ان کی آمد ورفت بالعموم رسولِ اکرم ﷺ کے متعدد گھروں میں سے کسی نہ کسی ایک میں ہوتی تھی۔ ازواج مطہرات کی تعداد بیک وقت نو ضرور رہی لہذا کاشانہ ہائے نبوی کی تعداد بھی اتنی ہی تھی۔ وہ بعض اوقات ضروریات کے تحت خانہ ہائے نبوی کے علاوہ دوسرے مقاماتِ اسلام پر بھی خدمت اقدس میں حاضری دیتی تھیں۔ ان مقامات میں مسجد نبوی، بازار اور مختلف چوپالیں (سقیفہ قسم کی) شامل تھیں۔

پہلے مہاجراتِ اسلام کی خدمتِ اقدس اور بارگاہِ نبوی میں حاضری کی بعض دلچسپ، دلآویز اور دلکش مثالیں بیان کی جاتی ہیں:

☆حضرت ام ایمنؓ رسولِ اکرم ﷺ کی انا، کے مدینہ منورہ میں آنے کے متعدد واقعات ملتے ہیں:

۱- ایک بار تشریف لائیں اور ایک سواری کا اونٹ مانگا، رسولِ اکرم ﷺ نے مزاحاً فرمایا: ''میں آپ کو اونٹنی کا ایک بچہ دوں گا''۔ وہ اونٹ طلب کرتی رہیں اور آپ اونٹنی کا بچہ دینے کی بات فرماتے رہے۔ بالآخر ان کو آپ ﷺ نے اونٹ عطا فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

۲- جب بھی حضرت ام ایمنؓ آتیں پورا اسلامی سلام کرنے میں ان کی حبشی زبان لڑکھڑا جاتی۔ لہٰذا ان کو آپ ﷺ نے صرف السلام کہنے کی اجازت دے دی۔

۳- رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ام ایمنؓ کو حضرت انس بن مالکؓ کا ایک باغ عطا کر دیا تھا جب انصارِ مدینہ نے اپنی بے مثل قربانی سے اپنے اموال مہاجرین میں تقسیم کرنے کے لئے قبضہ واختیار نبوی میں دے دیے تھے۔ یہودِ مدینہ کی آراضی کی فتح وملکیت کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے انصار کے "اموال" واپس کر دیے۔ حضرت ام ایمنؓ اپنے موہوبہ باغ کو چھوڑنے پر تیار نہ تھیں، حاضر خدمت ہوئیں اور بڑی سخت باتیں کہیں اور پھر بڑی مشکل سے تبادلہ پر راضی ہوئیں۔

حضرت ام ایمنؓ کے بارے میں یہ کہنا کہ صرف یہی ان کی زیاراتِ نبوی تھیں حقیقت کے خلاف ہوگا۔ ان کی آمد ورفت اور زیارت مسلسل تھی اور غالباً روزانہ ہوتی تھی جس طرح رسولِ اکرم ﷺ ان کے ہاں اکثر وبیشتر تشریف لے جاتے تھے۔ ہماری روایات سیرت وسوانح میں حبشی حضرات وخواتین کے باب میں عربی زبان کے الفاظ کے صحیح تلفظ کے تعلق سے جو روایات ملتی ہیں وہ صحیح نہیں لگتیں۔ حضرت ام ایمنؓ کے علاوہ حضرت بلال حبشیؓ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ وہ بعض الفاظ کا صحیح تلفظ نہیں کر پاتے تھے۔ تحقیقات بتاتی ہیں کہ ایسی روایات خاصی ضعیف ہیں (ابن سعد، ۸/۲۲۴-۲۲۵)۔

☆ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ امویؓ نے مکہ میں اسلام قبول کیا اور رسولِ اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ ہجرت نبوی کے بعد بلکہ صلحِ حدیبیہ کے بعد وہ تن تنہا ہجرت کر کے مدینہ سیدھی رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پہونچیں۔ شرائطِ صلح کے مطابق ان کو مکہ واپس کرنا تھا مگر رسولِ اکرم ﷺ نے مہاجرات کے ضمن میں اس شرطِ جبر کو منسوخ فرما دیا اور قرآن مجید، سورہ ممتحنہ -۱۰، نے آپ ﷺ کے فیصلے پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ دلچسپ بات ہے کہ حضرت ام کلثوم کی ماں حضرت اروی بنت کریزؓ بھی اپنی دختر کے بعد ہجرت کر کے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں اور ان کے رہنے کا انتظام آپ ﷺ ہی نے کیا۔ ان دونوں خواتینِ قریش کے مکانات یا قیامگاہیں خانہ اقدس کے قریب تھیں اور وہ برابر حاضر خدمت ہوتی

تھیں اور رسولِ اکرم ﷺ بھی پرسش احوال کے لئے جاتے رہتے تھے (ابن سعد، ۸/۲۲۹-۲۳۱)۔

☆ حضرت ریطہ بنت عبداللہ ثقفیہؓ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک زوجہ محترمہ اور ان کے بچوں کی ماں تھیں۔ وہ دستکار خاتون تھیں۔ اپنی دستکاری وحرفت سے مختلف چیزیں بناتی تھیں اور ان کو فروخت کر کے پیسے کماتی تھیں کیونکہ ان کے پاس اور ان کے شوہر اور بچوں کے لئے اور کچھ مال دستیاب نہ تھا۔ انھوں نے حاضر ہو کر اپنے شوہر اور اولاد پر نفقہ خرچ کرنے سے متعلق مسئلہ پوچھا۔ یہ صرف ایک واقعہ کا حوالہ ہے۔ ان کی حاضریوں اور زیارتوں کے بعض سلسلے بھی ملتے ہیں جن کا ذکر دوسرے حوالے سے آتا ہے (ابن سعد، ۸/۲۹۰)۔

☆ حضرت ام سنانؓ قبیلہ اسلم کی مہاجرہ تھیں۔ وہ بیعت کے لئے حاضرِ خدمت ہوئیں تو رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے ہاتھوں کو دیکھا۔ وہ مردوں کی طرح بلا زیب وزینت تھے، فرمایا: عورتوں کو اپنے ناخنوں اور ہاتھوں کو رنگنا چاہئے خواہ معمولی رنگ جیسے سیر (نباتات) ہی کیوں نہ ہو۔ ابن سعد (۸/ ۲۹۲) نے کئی دوسری اسلمی خواتین کی بیعت کرنے کے لئے خدمتِ نبوی میں حاضر ہونے کی روایات نقل کی ہیں اور یہ صرف اسلمی خواتین کے باب میں ایک واقعہ تاریخی نہ تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی ایک سنت متواترہ تھی اور مسلم خواتین کا مستقل معمول تھا کہ وہ بیعت اسلام/ہجرت کے لئے ہمیشہ حاضر خدمت ہوتی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ ان سے بیعت لیتے تھے اور ان کو پند وموعظت سے بہرہ مند فرماتے تھے۔

☆ حضرت ام سنبلہ قبیلہ اسلم کی دوسری مہاجر خاتون تھیں۔ وہ حضرت عائشہؓ کے خانہ نبوی میں دودھ کا ہدیہ لے کر آئیں تو حضرت عائشہؓ نے اسے قبول کرنے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے کسی اعرابی سے ہدیہ لینے کی ممانعت فرمادی تھی۔ ابھی یہ صورتِ حال جاری تھی کہ رسولِ اکرم ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تشریف فرمائے خانہ ہوئے۔ معاملہ پوچھا اور حضرت عائشہؓ سے ہدیہ لے لینے کو فرمایا کہ ممانعت اعراب سے ہدیہ لینے کی گئی تھی اور قبیلہ اسلم تو اعراب میں داخل نہیں۔ وہ بقول رسولِ اکرم ﷺ ہمارے اہل بادیہ؛

ہمارے قرابت والے اور مسلمانوں کی مدد کرنے والے ہیں۔ پھر رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ام سنبلہؓ ہی سے دودھ پیالے میں ڈال کر آپ ﷺ ہی کو پلانے کا حکم دیا جس کی بار بار تعمیل کی گئی (ابن سعد، ۸/۲۹۴)۔

☆ حضرت ام رعلہ قشیریہؓ اپنے قومی وفد میں شامل تھیں اور بیعت کے لئے حاضر خدمت ہوئیں۔ وہ بڑی فصیح و بلیغ عربی بولتی تھیں۔ انھوں نے سلام روستائی عرض کر کے بڑی خوبصورت زبان میں رسولِ اکرم ﷺ سے تعلیم اسلام کی درخواست کی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو ایسی ہی جامع و فصیح حدیث نبوی سے نوازا (اسد الغابة، ۵/۵۸۲)۔

☆ کاشانہ نبوی میں رسولِ اکرم ﷺ سے قریش کی متعدد خواتین سوال و جواب خوب کثرت اور زور شور سے کر رہی تھیں اور ان کی آوازیں رسولِ اکرم ﷺ کی آواز پر غالب و بلند ہو جاتی تھیں: ”......وعنده نسوة من قريش يسالنه ويستكثرنه عالية اصواتهن على صوته“۔ اسی دوران حضرت عمرؓ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ وہ سب عورتیں تیزی سے پردے کے پیچھے چلی گئیں: ”تبادرن بالحجاب“۔ حضرت عمرؓ داخل ہوئے اور رسولِ اکرم ﷺ نے ہنستے ہوئے ان کو واقعہ بتایا تو حضرت عمرؓ نے خواتین سے مخاطب کر کے کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسولِ اکرم ﷺ سے نہیں ڈرتیں۔ خواتین نے دوٹوک بات کہی کہ تم رسولِ اکرم ﷺ سے زیادہ سخت گیر ہو۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے شیطان کے دور بھاگنے کی بات بھی کہی (بخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحک، حدیث: ۶۰۸۵؛ فتح الباری، ۱۰/ ۶۱۸-۶۲۲)۔

فتح مکہ کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں اسلام لانے اور بیعت کرنے والی خواتینِ مکہ کا ذکرِ خیر نسبتاً زیادہ تفصیل کے ساتھ ملتا ہے:

☆ حضرت ہند بنت عتبہؓ زوجہ حضرت ابوسفیان بن حرب امویؓ، نے حاضرِ خدمت ہو کر بیعتِ اسلام کی اور مالِ شوہر میں اختیارِ زوجہ کا مسئلہ پوچھا (ابن سعد، ۸/۲۳۵)۔

☆ حضرت فاطمہ بنت الولید مخزومیؓ نے بھی فتحِ مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور بیعت کی: "......اسلمت فاطمة......واتت رسول الله ﷺ فبايعته" (ابن سعد، ۸/۲۶۱)۔

☆ حضرت ام حکیم بنت حارث مخزومیؓ، زوجہ حضرت عکرمہ بنت ابی جہل مخزومی، نے بھی حاضری دے کر اسلام قبول کیا تھا (ابن سعد، ۸/۲۶۱: "اتت رسول الله ﷺ......")۔

ایسی مکی خواتین میں متعدد شخصیات شامل تھیں جیسے ابوجہل مخزومی کی دو دختریں: جویریہ اور الحنفاء، قریبۃ الصغریٰ بنت ابی امیہ مخزومی جو حضرت ام سلمہ ام المومنینؓ کی بہن تھیں، فاطمہ بنت اسود مخزومی، جن کا چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹا گیا، ریطہ بنت منبہ سہمی زوجہ عمرو بن العاص سہمی اور دیگر خواتینِ اسلام۔

حجۃ الوداع میں بعض ثقفی و کنانی خواتین کے حاضرِ خدمت ہو کر بیعت کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں حضرت برزہ بنت مسعود ثقفی، حضرت بغوم بنت المعدل ثقفی، حضرت ام حکیم کنانی، حضرت قتیلہ بنت عمرو کنانی وغیرہ کے اسماءِ گرامی شامل ہیں (ابن سعد، ۸/۲۹۷-۲۹۸)۔

بیعتِ اسلام قبول اسلام کے وقت کی جاتی تھی اور بیعتِ ہجرت مدینہ منورہ حاضر ہونے پر۔ بسا اوقات مخصوص معاملات واحوال میں بھی بیعت کی جاتی تھی جیسے بیعت رضوان وغیرہ۔ یہ تمام بیعتیں مرد اور عورت دونوں کے لئے لازمی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو سنن متواترہ بنا دیا تھا۔ خواتینِ اسلام مردوں سے جاں نثاری، وفاداری اور محبت اسلام میں کسی طرح پیچھے نہ تھیں۔ لہذا وہ بھی رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور بیعت کرتیں۔ سیرت نبوی اور تاریخ اسلام کا یہ باب بہت دلآویز، دلنشیں اور دلچسپ ہے اور اسی کے ساتھ اہم بھی۔ کیونکہ وہ تحریک اسلامی میں خواتین کے سماجی کردار اور مذہبی مساوات کی نشاندہی کرتا ہے۔ خواتین خانہ ہائے اسلامی دراصل مستقل تربیت گاہیں بھی تھیں جہاں بچوں اور بچیوں کے کردار ڈھالے جاتے تھے۔ یہ تعلیم وتربیت ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتی تھی۔ اسی سے اسلامی نسلوں کی پرورش ہوتی۔ ابھی تک سیرت واسلام کا یہ بابِ وفا تحقیق طلب ہے۔

درِ دولتِ نبوی پر انصاری خواتین

حیاتِ طیبہ کے مدنی دور میں رسولِ اکرم ﷺ کے معاشرتی تعلقات حضرات انصار اور ان کی خواتینِ طاہرات سے نسبتاً زیادہ تھے کیونکہ مدنی اسلامی معاشرے میں انصار کے دو قبائلِ عرب- اوس وخزرج- کا غلبہ تھا۔ عددی لحاظ سے بھی وہ اکثریت میں تھے اور تہذیبی اور سماجی اقدار کے لحاظ سے بھی غالب تھے۔ تہذیب وتمدن کا ایک اپنا فطری اصولِ جذب وانجذاب ہے۔ مہاجرینِ ومہاجرات مکہ وغیرہ عددی اقلیت ہونے کے سبب مدنی انصاری تمدن میں جذب ہو گئے۔ تمام تر صالح روایاتِ قریش اور اقدارِ مکہ کے باوجود، مہاجرین پر ان کا رنگ چڑھ گیا تھا۔ خواتین قریش نے اپنے مردوں سے زیادہ سماجی مدنی اثرات قبول کئے تھے۔ اس کا اظہار مختلف طریقوں سے ہوتا ہے اور وہ ایک الگ تحقیقی مقالے کے متقاضی ہیں۔ البتہ عورتوں کی حد تک ایک بڑی دلچسپ اور شاندار تبدیلی نظر آتی ہے۔ مردانِ قریش اپنی عورتوں کو دبا کر رکھا کرتے تھے جبکہ انصاری خواتین اتنی دبو نہیں تھیں، وہ نسبتاً آزاد روش اور بہتر سماجی آزادی کی متوالی تھیں۔ ہجرتِ مدینہ کے کچھ دنوں کے بعد ہی خواتینِ قریش نے ان کی آزادانہ روش اپنالی تو ان کے مردوں کو ناگواری ہوئی۔ مجبوری یہ تھی کہ وہ آزاد روش اسلامی تھی۔ جس کی تائید واستناد اسوۂ نبوی سے حاصل تھی۔ مدنی اقدار اس کے علاوہ تھیں۔ ان میں مردانِ انصار کی نرم خوئی کو بھی کافی دخل تھا۔ یہ بھی ایک اہم سماجی رویہ

ہے۔ ساکنانِ مکہ مکرمہ میں نسبتاً مزاجی سختی تھی، غالباً وہ ان کی جفاکش زندگی، مشکلات سے بھرپور معیشت اور جغرافیائی درشتی کی دین تھی۔ اس کے بالمقابل اہالیان مدینہ منورہ نرم روی کے عادی، بہتر سماجی اقدار، نرم تر معیشت اور سبک آب وہوا کے زیرِ اثر نرم خو بن گئے تھے۔ خواتینِ مدینہ نے بہتر مساوات پائی تھی۔

کچھ اس اسلامی روشِ آزادی اور مدنی قدرِ معاشرتی کے سبب اور کچھ اہل سیر وحدیث کی غالب تر توجہ کی بنا پر انصاری خواتین کے درِ دولت نبوی پر حاضری کے واقعات وروایات کا تناسب زیادہ ہے۔ اس میں ان کی اکثریتی تعداد کی زمینی حقیقت بھی کارفرما ہے۔ مدنی خواتین انصار کے کاشانہ نبوت میں وارد ہونے کے تمام محرکات ومقاصد اور اسباب وعوامل وہی ہیں جو مہاجرات کی حاضری کے رہے تھے۔ البتہ ان میں گوناگونی اور بوقلمونی کے رنگ بہت سارے ہیں اور ان رنگوں کے سبب ان کی خانۂ نبوی میں حاضری کی روایات میں بھی نیا رنگ آ گیا ہے۔ یہ روایات بھی ایک کیا کئی دفاترِ تحقیق کے طالب ہیں۔ یہاں ان میں سے نمائندہ روایات واحادیث بیان کی جاتی ہیں کہ دعویٰ بلا دلیل نہ رہ جائے۔

☆ حضرت ام ربیع بنت براء خزرجیؓ اپنے فرزند حضرت حارثہ بن سراقہؓ کی غزوۂ بدر میں شہادت کے بعد حاضرِ خدمت ہوئیں اور ان کے انجام کے بارے میں پوچھا: اگر وہ جنت میں ہیں تو وہ صبر کریں، اگر کہیں اور ہیں تو نوحہ وماتم کریں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی اور ان کی تسلی وتشفی فرمائی (بخاری، کتاب الجہاد، باب من أتاه سهم غرب :فتح الباری، ۳۳/۶؛اسد الغابة،۵۸۲/۵)۔

صحابیہ موصوفہ کے بارے میں کافی بحث ہے کہ وہ حضرت براء کی صاحبزادی تھیں یا ان کا نام ربیع بنت نضر خزرجی تھا اور وہ حضرت انس بن مالکؓ کی پھوپھی تھیں۔ بہرحال ان کے فرزند

حضرت حارثہؓ، حضرت سراقہ بن حارث نجاری خزرجی کی شہادت جنگ بدر میں ایک تیر سے ہوئی تھی جو اچانک آ لگا تھا۔

☆ حضرت ام زفر سیاہ فام خاتون اور مرگی کے دوروں کی مریض تھیں۔ حاضرِ خدمت ہو کر دعا کی درخواست کی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اس بیماری پر صبر کرو تو جنت مل جائے گی ورنہ دعا کرتا ہوں۔ عرض کیا کہ صبر کر لوں گی لیکن اتنی دعا ضرور کر دیجئے کہ دوران دورہ بدن نہ کھلا کرے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ مستجاب ہوئی (بخاری، کتاب المرضیٰ، باب فضل من یصرع ......الخ؛فتح الباری، ۱۰/ ۱۴۲–۱۴۳؛ اسد الغابۃ، ۵/۵۸۳-۵۸۴)۔

☆ حضرت ام قیس بنت محصن اسدی/ خزیمیؓ اولین مہاجرات میں سے تھیں اور بیعت کرنے والیوں میں بھی۔ وہ حضرت عکاشہؓ کی بہن تھیں۔ وہ حاضر خدمت ہوئیں تو ان کے ساتھ ان کا ایک بچہ بھی تھا جس کے گلے میں عذرہ نامی بیماری (حلق کا درد) سے بچنے کے لئے ایک تعویذ بھی آویزاں تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو عود ہندی استعمال کرنے کا مشورہ دیا جو سات بیماریوں میں شفا دیتی ہے (بخاری، کتاب الطب؛ باب العذرۃ؛ فتح الباری، ۱۰/ ۲۰۶-۲۰۸)۔

☆ حضرت ام سلیم بنت ملحانؓ نے ایک بار حاضر ہو کر عورت کے احتلام کے بارے میں مسئلہ پوچھا۔ دوسری بار اپنی زیرِ تربیت یتیم بچی کے لئے دعا نبوی کے سلسلے میں حاضری دی۔ اس کا قصہ بہت دلچسپ ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اس یتیم بچی کو بڑا دیکھ کر مزاحاً فرمایا کہ اللہ کرے تمہاری عمرِ دراز نہ ہو۔ وہ روتی ہوئی حضرت ام سلیم کے پاس گئی اور وہ تحقیقِ حال کے لئے حاضرِ خدمت ہوئیں۔ آپ ﷺ نے اپنی بددعا نما دعا کا مفہوم و مطلب اور اس کی حکمت سمجھائی (مسلم، کتاب البر، باب من لعنہ النبی ولیس ھو اھلا الخ؛)۔

☆ حضرت ام مالک انصاریہؓ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک کپی میں گھی لے کر

آئیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ گھی نچوڑ لیں۔ انھوں نے تعمیلِ ارشاد کے بعد کپی انھیں واپس کردی تو پھر وہ برکتِ نبوی سے بھری ہوئی تھی۔ وہ خوفزدہ ہوگئیں، دوبارہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں کہ خدانخواستہ ان کا ہدیہ قبول نہیں ہوا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو برکت کی بشارت دی اور ہدیہ کے قبول ومقبول ہونے کی بھی اور ان کو ایک تسبیح کی تلقین بھی کی۔ حضرت ام مالکؓ اس کپی سے گھی تھوڑا تھوڑا نکال کر استعمال کرتی تھیں۔ ایک دن اسے پورا پورا نچوڑ لیا اور برکت جاتی رہی۔ پھر حاضرِ خدمت ہوئیں اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتیں تو گھی ہمیشہ موجود رہتا (مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ؛ اسد الغابة،۵/۶۱۶)۔

☆ حضرت حولاء انصاریہ عطارہ کے نام سے مشہور تھیں کیونکہ وہ عطر فروشی کرتی تھی اور خود بھی بن سنور کر رہتی تھیں۔ ہر رات اپنے شوہر کے لئے عطر لگاتیں اور زیب وزینت کرتیں۔ مگر شوہرِ نامدار توجہ نہ کرتے۔ حضرت عائشہؓ کے گھر آئیں اور ساری بات کہہ سنائی۔ انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کے بعد آنے کی ہدایت کی مگر آپ ﷺ جیسے ہی دروازے پر پہونچے فرمایا کہ حولاء کی خوشبو آرہی ہے۔ ان کا حال سنا اور ان کو صبر اور اطاعت شوہر کی نصیحت فرمائی (اسد الغابة،۵/۴۳۲-۴۳۳)۔

☆ حضرت خولہ بنت حکیمؓ ان خواتین میں سے تھیں جنھوں نے اپنی ذات رسولِ اکرم ﷺ کے سپرد کردی تھی۔ اپنا نفس ہبہ کرنے والی خاتون کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ حدیث وسیرت سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے آپ کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا اور دوسرے سے شادی کردی (بخاری، کتاب النکاح، باب هل للمراة ان تهب نفسها؛ فتح الباری ،۹/ ۲۰۵-۲۰۶؛ اسد الغابة،۵/۴۴۴-۴۴۵؛ حدیث بخاری: ۵۱۱۳ کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ واحد خاتون نہ تھیں بلکہ متعدد خواتین نے اپنا آپ رسولِ اکرم ﷺ کو پیش کیا تھا: ''من اللاتی

وھبن انفسھن للنبی ﷺ...... حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس نکتہ پر بحث کی ہے جو خاص طور سے تفسیر سورہ احزاب میں آئی ہے)۔

☆ حضرت زینب بنت حمیدؓ اپنے فرزند عبداللہ بن ہشامؓ کو ساتھ لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور ان سے بیعت لینے کی درخواست کی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی صغرِ سنی کے سبب بیعت نہیں لی مگر ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور ان کے لئے دعا فرمائی (بخاری، کتاب الشرکہ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ؛ فتح الباری، ۵/ ۱۶۷-۱۶۸ و مابعد؛ اسد الغابۃ، ۵/ ۵۶۵-۵۶۶)۔ صاحبزادہ گرامی کا نام حضرت عبداللہ بن ہشام اسدی قریشی ہے جو فتح مصر میں شریک ہوئے اور خلافت حضرت معاویہؓ تک زندہ رہے۔

ایسی خواتین کی تعداد بہت زیادہ ہے جو رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنے بچوں کو دعا اور برکتِ نبوی کے حصول کے لئے لاتی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کی یہ سنت بھی متواتر معلوم ہوتی ہے کہ ان تمام بچوں کے سروں پر دستِ شفقت و برکت ضرور پھیرتے تھے اور ان کے لئے دعا فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ پھیرنے کی برکت سے کبھی کبھی بلکہ اکثر و بیشتر ان کے بال معجزاتی طور پر سیاہ رہ جاتے تھے اور دعائے خیر و برکت کے سبب ان بچوں کی عمریں دراز اور زندگی خیر خوبی سے مالا مال ہو جاتی تھی۔ ان برکاتِ نبوی میں دنیاوی مال و منال کی عطائے الٰہی بھی شامل ہے اور اولاد کی کثرت بھی اور ان کی بعد کی زندگی میں سماجی قدر و منزلت بھی۔ دینی علوم مرتبتی اس کے علاوہ تھی۔ ایسی چند مثالیں اور پیش کی جا رہی ہیں اگرچہ وہ ایک الگ مطالعہ کا مضمون ہے۔

۱۔ سب سے مشہور واقعہ حضرت انس بن مالکؓ کا ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیمؓ ان کو خدمت نبوی میں اول اول دعائے برکت کے حصول کے لئے لائی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کی بابرکت دعا نے ان کو سعادت دارین سے بہرہ مند کیا۔ ان کو طویل عمر، دولت و مال اور خدم و حشم کی

کثرت نصیب ہوئی۔ان میں حضرت ابن عباسؓ، مسعود بن مخرمہ، سعید بن العاص اموی وغیرہ کو شامل کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح "تحنیک" کی ایک سماجی روایت عربوں میں موجود تھی اور اسلامی تہذیب میں بھی اس کو قبولیت کی سند عطا کی گئی۔تحنیک کا مطلب ہے کہ نومولود بچے/ بچی کو پہلی بار کوئی میٹھی چیز چٹانا، برکت وسعادت کے حصول کے لئے کسی بزرگ سے وہ عملِ خیر کرایا جاتا تھا۔رسولِ اکرم ﷺ سے بڑھ کر اور کون بزرگی اور برکات کا سرچشمہ ہوسکتا ہے لہذا خواتین ہمیشہ اپنے بچوں کو تحنیک کے لئے خدمت میں لاتی تھیں۔آپ ﷺ بالعموم کھجور کا گودا اپنے دہن مبارک میں کچل کر نومولود کے منہ میں رکھ دیتے تھے۔دہنِ مبارک کے لعابِ برکت سے بچہ کی قسمت کھل جاتی تھی اور گود میں بیٹھنے کی سعادت سے پورا بدن جسمِ اطہر سے مس ہوکر کندن بن جاتا تھا۔یہ مستقل سعادت و برکت تھی جس کا مظاہرہ تازندگی ہوتا تھا۔ایسی روایاتِ تحنیک اور خواتین عصر کی اس سعادت کے حصول کے لئے خدمتِ نبوی میں حاضری کی مستحکم روایت موجود ہے اور ایک علیحدہ مضمون کی متقاضی۔صرف چند مثالیں درج ہیں:

رسولِ اکرم ﷺ کی بڑی سالی اور حواری امت حضرت زبیر بن عوام اسدیؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق تیمیؓ کے ہاں اولین فرزند حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہجرت مدینہ کے معاً بعد قباء میں پیدا ہوئے۔حضرت اسماءؓ ان کو رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت گرامی میں لائیں اور آپ ﷺ کی گود میں لٹا دیا۔آپ ﷺ نے ایک کھجور منگوائی اور اس کو اپنے دہن مبارک میں کچلا اور اپنے لعاب دہن کو بچے کے منہ میں اپنے منہ سے براہ راست منتقل کیا۔لہذا جو چیز سب سے پہلے ان نومولود گرامی کے پیٹ میں گئی وہ رسولِ اکرم ﷺ کا لعابِ بابرکت تھا پھر کھجور کے ذریعہ ان کی تحنیک کی اور ان کے لئے دعائے برکت فرمائی:"......عن اسماء بنت ابی بکرؓ...... فولدت بقباء ثم اتیت به رسول اللہ ﷺ فوضعته فی حجره، ثم دعا بتمرة فمضغها ثم تفل فی فیه، فکان اول شئی دخل فی جوفه

ریق رسول اللہ ﷺ، ثم حنکه بالتمرة، ثم دعا له فبرک علیه...... "(بخاری، کتاب العقیقة، باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یعق عنه، وتحنیکه؛ فتح الباری، ۹/ ۷۲۷-۷۳۰)۔

بسا اوقات نومولود کے والد ماجد یا دوسرا کوئی مرد اس دعائے برکت اور تحنیک کے لئے خدمت گرامی میں بچے کو لے کر آتا تھا۔ بخاری کی مذکورہ کتاب و باب کے مطابق حضرات ابوموسیٰ اشعری اور ابوطلحہ انصاریؓ اپنے اپنے فرزندوں کو لے کر آئے تھے اور آپ ﷺ نے ان کی تحنیک کی تھی۔ بالعموم خواتین اسلام ہی اپنے بچوں بچیوں اور عزیزوں کو لے کر حاضرِ خدمت ہوتی تھیں جیسا کہ کتب سوانح وسیرت وحدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

انصار مدینہ کی خواتین اسلام لانے کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کے آستانہ عالی پر حاضر ہوتی تھیں اور آپ ﷺ سے بیعت کرتی تھیں۔ بیعت کا مسنون طریقہ یہ تھا کہ مرد تو رسولِ اکرم ﷺ کے دستِ مبارک میں اپنا ہاتھ دیتے تھے اور شرائطِ بیعت دہراتے تھے مگر رسولِ اکرم ﷺ خواتین کے ہاتھوں کو بیعت کے وقت مس نہیں فرماتے تھے۔ ان کا بیعت کرنے کا حلف اٹھانا کافی سمجھا جاتا تھا۔ ابن سعد نے ایسی انصاری خواتین کی ایک طویل فہرست دی ہے جو خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر بیعت کے مراحل سے گذریں۔ ان سب کا ذکر تو طولِ کلام کا موجب ہوگا۔ صرف ان کے چند اسماء گرامی کا ذکر کرنا کافی ہے۔ باقی فہرستِ مبایعات جلد ہشتم میں دیکھی جاسکتی ہے:

۱۔ حضرت رباب بنت نعمان اشہلی، زوجہ حضرت براء بن معرور

۲۔ حضرت عِقرب بنت معاذ اشہلی، زوجہ یزید بن کرز

۳۔ حضرت ہند بنت سماک اشہلی، زوجہ حضرت سعد بن معاذ اشہلی

۴۔ حضرت امامہ بن سماک زوجہ حضرت شریک بن انسؓ

(ابن سعد، ۸/ ۳۱۴-۳۱۶ وما بعد تا ۳۶۰؛ اسد الغابة پنجم اور الاصابة میں بھی خواتین کے بیعت

کرنے کا ذکر ان کی سوانح کے ضمن میں ملتا ہے)۔

ان انصاری مبایعات میں سے بعض کے خدمتِ نبوی میں ورود کے بہت دلچسپ ودلآویز واقعات ہیں۔ان میں سے چیدہ روایات پیش ہیں:

☆ حضرت فاطمہ بنت الیمان عبسی، حلیفِ بنی عبدالاشہل، مشہور صحابی حضرت حذیفہ بن الیمان عبسیؓ کی بہن تھیں۔ان کا بیان ہے کہ ''میں بعض خواتین کے ساتھ رسولِ اکرم ﷺ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئی تو دیکھا کہ ایک مشکیزہ اوپر آویزاں ہے اور اس کا پانی آپ ﷺ پر برابر قطرہ قطرہ گر رہا ہے کیونکہ آپ ﷺ کو شدید بخار کی وجہ سے بے انتہا گرمی لگ رہی تھی، ہم سب نے درخواست کی: ''یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ یہ تکلیف دور کردے۔آپ ﷺ نے فرمایا: تمام لوگوں میں انبیاء پر سب سے زیادہ بلائیں اور آزمائشیں آتی ہیں، اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں اور پھر ان کے بعد والے لوگ ہیں: ''ان اشد الناس بلاء الانبیاء، ثم الذین یلو نھم، ثم الذین یلو نھم.....'' (ابن سعد، ۳۲۵/۸-۳۲٦)۔

☆ حضرت حصین بن محصنؓ کی ایک گمنام پھوپھی (عمة) تھیں۔وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور رسولِ اکرم ﷺ نے ان کا کام کردیا پھر ان سے پوچھا کہ وہ شادی شدہ ہیں یا نہیں اور ان کے اثبات میں ان کے شوہر سے تعلقات کے بارے میں دریافت فرمایا۔انھوں نے اپنی بیزاری کا اظہار کیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے اپنے سلوک ورویہ کے بارے میں ہوشیار رہو کیونکہ وہی تمہاری جنت ہے یا تمہاری دوزخ''.....قال: فانظری این انتِ منه، فانه جنتکِ ونارکِ'' (ابن سعد، ۴۵۹/۸)۔

☆ حضرت ام بجیدؓ نے بیعت کرنے کے بعد رسولِ اکرم ﷺ سے عرض کیا: ''بعض اوقات مسکین میرے دروازے پر آتا ہے اور میرے پاس اسے دینے کے لئے کچھ نہیں ہوتا۔رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمہارے پاس اسے دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو جلا ہوا کھر ہی اس کے ہاتھ

میں تھما دو۔ رسولِ اکرم ﷺ جب کبھی بنوعمرو بن عوف کے محلے میں تشریف لے جاتے تو حضرت ام بجید آپ ﷺ کے لئے ستو بنا کر رکھتی تھیں اور اسے آپ ﷺ نوش فرماتے تھے (ابن سعد، ۸/۴۵۹-۴۶۰؛ اسد الغابۃ، ۵/ ۵۶۸: نام حوا تھا دوسرے نام بھی بتائے گئے ہیں لیکن وہ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں)۔

☆ حضرت ام ہانی انصاریؓ نے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں بڑا دلچسپ سوال پیش کیا: ''جب ہم مر جائیں گے تو کیا ایک دوسرے کی زیارت کیا کریں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے؟ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: روحیں (النسم: النسمۃ کی جمع) درخت پر معلق رہتی ہیں۔ قیامت کے دن ہر نفس اپنے جسم میں داخل ہو جائے گا۔: ''النسم طیر تعلق بالشجر، حتی اذا کان یوم القیامۃ دخلت کل نفس فی جسدھا'' (ابن سعد، ۸/۴۶۰؛ اسد الغابۃ، ۵/ ۶۲۳-۶۲۴: نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حدیث نبوی کی بڑی عمدہ تشریح کی ہے، ملاحظہ ہو: مطالعۂ خاکسار: شاہ ولی اللہ دہلوی کی صوفیانہ تشریح حدیث)۔

☆ حضرت سعاد بنت سلمہؓ / بنو کعب بن سلمہؓ کا واقعہ بھی بہت اہم اور دلچسپ ہے۔ وہ بیعت کے لئے حاضرِ خدمت ہوئیں تو حاملہ تھیں۔ انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ ان کے بطن میں جو کچھ ہے اس کی شرط پر بیعت فرمائیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم تو آزاد خواتین میں بھی آزاد ہو''انت حرۃ الحرائر'' (ابن سعد، ۸/ ۴۰۶؛ اسد الغابۃ، ۵/ ۴۷۴ میں جملہ نبوی: ''انت حرۃ الحرام'' لکھا گیا ہے جو تصحیف کا معاملہ معلوم ہوتا ہے)۔

☆ حضرت عمیرہ بنت جبیرؓ بھی اسی خاندان انصار کی تھیں۔ انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تھی اور خدمت نبوی میں یہ حدیثِ مبارک سنی تھی کہ تمر (تر کھجور) اور زبیب (خشک کھجور) دونوں کو ملا کر نبیذ نہ بنائیں، ہر ایک کی الگ الگ بنایا کریں (ابن سعد، ۸/ ۴۰۶)۔

☆ حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعبؓ بنو النجار کے خاندان کی بڑی عظیم خاتون تھیں۔ وہ

بیعتِ عقبہ میں شریک رہیں اور متعدد غزوات نبوی میں بھی۔ رسولِ اکرم ﷺ سے ان کے تعلقات بہت قرابتِ قریبہ کے تھے۔ آپ ﷺ ان کے ہاں جاتے تھے اور وہ آپ ﷺ کی بھرپور ضیافت کرتی تھیں۔ اسی طرح وہ رسولِ اکرم ﷺ کے گھر میں برابر آیا کرتی تھیں اور آپ ﷺ ان کی بہت خاطر مدارات فرماتے تھے۔ ایک بار آئیں تو روزہ سے تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے کھانا پیش کیا تو عذر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: روزہ دار کے سامنے لوگ کھاتے ہیں تو جب تک وہ فارغ نہ ہو جائیں ملائکہ اس روزہ دار کے لئے دعا کرتے ہیں: "الصائم تصلی علیه الملائکة حتی یفرغوا، او قال: یشبعوا" (ابن سعد، ۴۱۲-۴۱۶؛ اسد الغابة، ۵/۶۰۵-۶۰۶)۔

مدنی دورِ حیات طیبہ میں مہاجر اور انصاری خواتین کی خدمتِ نبوی میں حاضری کی بہت زیادہ روایات ہیں اور اسی طرح ان کی زیارات کی مختلف جہات ہیں۔ ان میں سے محض چند روایات اور جہات کو اوپر کے صفحات میں پیش کیا گیا ہے، بقیہ دوسرے مقامات و مباحث میں آئیں گی۔ ان زیاراتِ خواتین سے متعدد سماجی معاملات و امور کا بھی علم ہوتا ہے اور ان کی گوناگوں جہات و ابعاد کا بھی، ان کو بطور نکات تفہیم کے لئے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

۱- خواتینِ مدینہ منورہ رسولِ اکرم ﷺ کی زیارت کے لئے - خالص زیارت طیبہ کے لئے - حاضر خدمت ہوا کرتی تھیں کیونکہ اس میں بھی برکات مضمر تھیں۔

۲- عام سماجی رویہ بھی یہی تھا کہ مردوں کے ساتھ ساتھ یا ان کے علاوہ شہر نبوی کی خواتین ایک دوسرے کے گھروں میں جاتی تھیں۔ ان سے زیارت اور ملاقات ہی مقصود ہوتی تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ کی مبارک مجالس کا سماجی مقام و مرتبہ بلندترین تھا لہٰذا وہ حاضر خدمت ہوا کرتی تھیں۔

۳- خواتینِ اسلام قبول دین کے لئے بھی حاضر خدمت ہوتی تھیں۔ مردوں کی طرح وہ بھی سرچشمہ ہدایت سے براہ راست استفادہ کو ترجیح دیتی تھیں۔

۴-اسلام لانے کے وقت یا قبولِ اسلام کے بعد وہ بیعتِ اسلام کرنے کے لئے خدمت نبوی میں حاضر ہوتی تھیں۔ یہ سنت متواترہ کی بجا آوری بھی تھی۔

۵-بہت سی خواتین ہجرت کے بعد بیعتِ ہجرت کرنے کے لئے خدمت گرامی میں آتی تھیں۔ بیعت ہجرت بھی ایک سنت متواترہ تھی۔

۶-خاص مواقع جیسے بیعتِ رضوان وغیرہ کے لئے بھی مردوں کی مانند صحابیات بیعت خاص کرنے حاضر خدمت ہوتی تھیں۔

۷-بچوں کی ولادت کے بعد ان کے لئے دعائے برکت اور تحنیک کی سعادت حاصل کرنے کے لئے بھی رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں آتی تھیں۔

۸-بڑے بچے بچیوں کی فلاح و بہبود کے لئے خواتین اسلام ان کو رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں برابر لایا کرتی تھیں۔

۹-دینی مسائل کی تفہیم اور قرآن و حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھی وہ اکثر و بیشتر خدمت گرامی میں حاضری کو ضروری سمجھتی تھیں۔

۱۰-اپنے گھریلو مسائل اور خانگی الجھنوں کا حل تلاش کرنے کے لئے بھی بہت سی خواتین رسولِ اکرم ﷺ کو آخری ملجا و ماویٰ سمجھ کر آتی تھیں۔

۱۱-بعض دوسری سماجی اقدار و رسوم کی بجا آوری کے لئے بھی خواتین اسلام رسولِ اکرم ﷺ کی مجلس میں آتی تھیں۔ ان میں عیادت، تعزیت اور شادی بیاہ کے مواقع پر تہنیت وغیرہ شامل تھیں۔

۱۲-بہت سی خواتین کھانے پینے کی اشیاء کے ہدایا لے کر حاضر خدمت ہوتی تھیں۔

۱۳-ان کے علاوہ بھی بہت سے اسباب و عوامل تھے جن کے سبب وہ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت گرامی میں برابر حاضر ہوا کرتی تھیں۔

زیاراتِ خواتین اور اشاعتِ حدیث

رسولِ اکرم ﷺ اور خواتینِ اسلام کی باہمی ملاقاتوں اور زیارتوں کا ایک اہم ترین دینی پہلو بھی ہے۔ وہ ہے حدیثِ نبوی کا اظہار و ابلاغ۔ آپ ﷺ رسولِ خاتم اور نبی آخر الزماں ہونے کی بنا پر ہر وقت اور ہر مکان میں وحیِ الٰہی کے مہبط، محور اور مرکز تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد و فرمان ہی وحیِ الٰہی تھا جیسا کہ قرآن مجید میں خود اللہ رب العالمین نے ثابت فرما دیا کہ آپ ﷺ اپنی خواہشِ نفس سے کچھ نہیں فرماتے اور جو نطقِ مبارک ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا کلام ہوتا ہے، خواہ وہ قرآن مجید ہو یا حدیثِ نبوی ﷺ۔ زیاراتِ خواتین کے مختلف اور مستقل واقعات کے نتیجے میں بھی بہت سی آیاتِ کریمہ کی تشہیر اور بہت سی احادیث مقدسہ کی اشاعت عمل میں آئی (خاکسار کی کتاب وحی حدیث کے مختلف ابواب میں یہ مباحث موجود ہیں)۔

آپ ﷺ کہیں تشریف لے جاتے تھے یا لوگ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آتے تھے تو کچھ نہ کچھ کلام وعمل وجود میں آتا تھا۔ خواتین اسلام سے باہمی زیارتوں میں آپ ﷺ کلام فرماتے تھے، یا ان کے سامنے کوئی کام کرتے یا ان کی باتوں اور حرکتوں کی تصدیق فرماتے یا صرف سکوتِ حق نما اختیار فرماتے تو حدیثِ نبوی قول، عمل اور تقریر (اثبات) میں ظہور پذیر ہوتی۔ سننے والی خواتینِ عصر ان کو دوسروں سے بیان کرتیں تو حدیثِ نبوی کی ترسیل ہوتی۔ بات اور کام دوسروں تک

پہونچتا اور ہر سننے والے کے لئے فردوسِ گوش اور دیکھنے والے کے لئے سرمہ بصیرت بن جاتا۔ ہمارے جیسے بعد کے ہزار ہا اہل ایمان وعقیدہ اور دوسرے انسانوں کے لئے وہ کتابوں میں محفوظ کر دیا گیا ہے اور تحریر یا تقریر کے ذریعہ ہم سب تک پہونچا ہے۔

خواتینِ عصر اور صحابیاتِ مکہ و مدینہ اور دوسرے مقامات کی خاتونانِ جہاں نے رسولِ اکرم ﷺ کی ان احادیث کی ترسیل میں حصہ لیا۔ اس کے متعدد حوالے اور ذکر اذ کار گذشتہ مباحث کے ضمن میں برابر آتے رہے ہیں۔ سیرت وسوانح نگاروں نے ان کے ذکر خیر کا التزام کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ صحابیات وصحابہ کرام کے تمام تذکرے اور ان کے سوانحی خاکے (تراجم) دراصل اسی مقصد سے لکھے گئے کہ کون کون صحابی اور صحابیہ نے کیا کیا حدیث نبوی اور ارشادِ رسول اللہ ﷺ اور سنتِ مطہرہ بیان کی ہے۔ وہ راوی/ راویہ اور غیر راوی/ غیر راویہ کا ہمیشہ فرق کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن سعد کی الطبقات الکبریٰ ہو یا ابن عبدالبر کی الاستیعاب، حافظ ابن اثیر کی اسد الغابۃ ہو یا ابن حجر کی الاصابۃ یا دیگر کتبِ تراجم، ان سب میں تمام مؤلفینِ کرام نے یہ اہتمام کیا ہے کہ ان کی کوئی نہ کوئی حدیث ضرور نقل کی اور پوری سند واسناد کے ساتھ روایت کی ہے۔ اس مختصر بحث میں تمام صحابیات کی روایات واحادیث سے تعرض کرنا مقصود نہیں ہے۔ صرف خواتینِ عصر کی باہمی زیارتوں کے حوالے سے ان احادیث کریمہ کا ذکرِ خیر کرنے کی سعادت حاصل کرنی ہے جو انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سنیں اور محفوظ رکھیں۔ ان "زیارتی خواتین" کی بیان کردہ احادیث کا ایک اور عمدہ پہلو یہ ہے کہ وہ ان کا پس منظر، سماجی تناظر یا تہذیبی ماحول بھی بیان کرتی ہیں اور "دینی شانِ نزولِ احادیث" بھی سامنے لاتی ہیں۔

راوی صحابیات کے حوالے سے ان احادیثِ شریفہ کو بیان کرنے میں تکرار بھی ہوگی اور طولِ کلام بھی۔ لہٰذا یہ موزوں معلوم ہوتا ہے کہ موضوع ومضمون کے اعتبار سے ان مجالسِ نبوی کی

منتخب احادیثِ کریمہ کو مختلف عناوین کے تحت جمع کر دیا جائے۔ آخر میں ان کی راوی خواتین کے اسماء گرامی نقل کر دیئے جائیں اور بطور پس منظر و تمہید وہ سماجی منظر بھی پیش کر دیا جائے جس میں وہ احادیثِ نبویہ وجود پذیر ہوئیں۔ اس طریقہ کار سے موضوعات کی قدر و قیمت معلوم ہوگی، ان کا سماجی پس منظر بھی واضح ہوگا اور بعد میں ان پر تجزیاتی بحث کرنے میں آسانی ہوگی۔ ایک اور بات کی وضاحت یہاں کرنی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ ہم نے ان احادیثِ شریفہ کو ایک الگ فصل میں لانے کا فیصلہ کیا ہے جن سے احکام نکلتے ہیں اور جو احادیث الاحکام کہلائی جاسکتی ہیں۔ یہاں صرف احادیث آتی ہیں:

تسبیحات کی تعلیم

حضرت ام مالکؓ کو تلقین فرمائی کہ ہر نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ، دس بار الحمد للہ اور دس بار اللہ اکبر کی تسبیح پڑھا کریں۔ حضرت فاطمہؓ لختِ جگر و بتولِ اہل بیت، کے گھر تشریف لے گئے تو تسبیح اور تحمید کی تعداد تینتس تینتس (۳۳) بار کر دی اور تکبیر کی تعداد چونتیس (۳۴) بار کر کے سیکڑہ پورا فرمادیا۔ یہ کم وبیش تعداد رخصت وعزیمت کی ہے یا جسے محدثین اختلافِ احوال پر مبنی بتاتے ہیں، ورنہ عزیمت کی تعدادِ تسبیح ناپیدا کنار ہے جس کو صرف شخصی استطاعت ہی محدود کر سکتی ہے۔ اس کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ جیسا موقعہ اور وقت ہو اتنی ہی تعداد میں تسبیح ادا کر لی جائے، ترجیحی طور سے ایک سیکڑہ کی تسبیحاتِ تحمید و تکبیر بیان کی گئی ہیں۔

نفل نمازیں

۱۔ نمازِ چاشت: رسولِ اکرم ﷺ نے فتحِ مکہ کے دن غسل فرمایا اور آٹھ رکعات نمازِ چاشت (صلوۃ الضحیٰ) پڑھیں جو بہت ہلکی پھلکی تھیں البتہ ان میں رکوع وسجود پورے کامل تھے: حضرت ام ہانی بنت ابی طالب ہاشمیؓ۔ اس روایت کی اہمیت یہ ہے کہ نمازِ چاشت اسی سے ثابت ہے۔

۲-نمازِ برکت: حضرت انس بن مالکؓ کی نانی حضرت ملیکہؓ کے گھر کھانا کھانے کے بعد آپ ﷺ نے اہل خانہ اور دعوت میں شریک لوگوں کو حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ، میں تمہارے لئے نماز پڑھوں۔ حضرت انسؓ نے ایک چٹائی لی، اسے دھویا اور آپ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی۔ امام اولین و آخرین ﷺ کے پیچھے پہلی صف میں حضرت انسؓ کے ساتھ ایک یتیم لڑکا کھڑا ہوا اور بوڑھی نانی ان دونوں کے پیچھے والی صف میں تھیں۔ یہ فقہی حکم جماعت بھی ہے۔: حضرت ملیکہ/انس

آدابِ معاشرت

۱-کھڑے کھڑے پانی پینا: حضرت برساء کے گھر میں ایک آویزاں مشکیزے سے پانی کھڑے کھڑے نوش فرمایا۔ یہ جواز ثابت کرتا ہے کہ ضرورت کے وقت کھڑے کھڑے پانی پیا جا سکتا ہے۔ دوسری احادیث نبوی سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹھ کر پانی پینا بہتر ہے۔

۲-مختلف کھانوں کی اجازت: متعدد صحابیات کے ہاں آپ ﷺ نے گوشت، خزیرہ، کھجور، سبزیاں وغیرہ کھائیں اور ان کے آداب طعام بھی بتائے۔

۳-بیماری میں مضر کھانے کی ممانعت

(الف) حضرت علیؓ کو بیماری کی بنا پر کھجوریں نہیں تناول کرنے دیں البتہ کھانے میں شریک فرمایا کہ وہ مفید صحت تھا۔ حضرت ام المنذر۔

(ب) کھانے پینے میں دائیں ہاتھ کے استعمال کا حکم دیا۔ ایک انصاری خاتون کے گھر بائیں ہاتھ سے کھانے سے منع فرمایا (اسد الغابة، ۵/۶۳۸)۔

۴-بیماری کو کوسنے کی ممانعت: حضرت ام السائب یا ام المسیبؓ کو بخار میں مبتلا پایا۔ انھوں نے بیماری کو کوسا تو منع فرمایا کہ وہ تو گناہوں کو جھاڑتی ہے بالکل اسی طرح جس طرح کٹھالی لوہے کی گندگی دور کرتی ہے: "لا تسبیها فانها تذهب الذنوب كما يذهب الكير خبث الحديد"۔

۵- بیماری پر صبر اور جنت کی بشارت: حضرت ام زفر حبشی کو مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ ان کو صبر کرنے کی شرط پر جنت کی ضمانت دی اور ان کے لئے دعا کی۔

۶- صحیح اور پورا نام بتانے کی ہدایت: بالعموم لوگ اپنا پورا نام نہیں بتاتے۔ مشترک ناموں میں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ اصل شخصیت کا پتہ لگانا ناممکن ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت زینبؓ خدمت میں حاضر ہوئیں تو صرف زینب نام بتایا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زینبیں (زیانب) تو کئی ہیں ان میں سے کون سی زینب؟ تب انھوں نے صحیح تعارف کرایا۔

۷- بچوں کے ساتھ نرمی کی نصیحت: حضرت ام الفضل لبابہؓ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت حسینؓ کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے کا حکم دیا اور ان کو سرزنش کرنے سے روکا۔

۸- رضاعتِ اولاد کی روایت: ان ہی حضرت ام الفضلؓ نے اپنے بچے حضرت قثمؓ کے ساتھ حضرت حسین بن علیؓ کو دودھ میں شریک کیا تھا۔ عرب اسلامی رضاعت کی روایت کی پیروی ہونے کے علاوہ اس خاص معاملہ میں دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ دادی نے اپنے پوتے کو اپنے بیٹے یعنی پوتے کے چچا کے ساتھ رضاعت میں شریک کیا تھا اور یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور اذن سے کیا تھا۔

۹- خواب کی تعبیر: حضرت ام الفضلؓ کی رضاعت اور کفالت دونوں کا سبب ان کا خواب تھا اور اس کی تعبیر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی۔ یہ رویاء صالحہ تھا جو نبوت کا چھیالیسواں جزء ہے اور وہی نبوت کا بقیہ نقیہ ہے جو صالح مسلمانوں کو بھی حدیث نبوی کے مطابق عطا ہوا ہے۔ خواتینِ عصر کے بعض دوسرے سچے خوابوں کا ذکر حضرت صفیہ ام المومنین، حضرت ام حرام بنت ملحان انصاری اور بعض دوسری صحابیات کے حوالے سے بھی ملتا ہے اور ان پر بحث بعد میں آتی ہے۔

۱۰- آدابِ معاشرت کے تعلق سے زیاراتِ خواتین نے اور بہت سی احادیثِ نبویہ کو

تحریک دی اور وجود بخشا ہے جن کا ذکر اختصار کے سبب نظر انداز کیا جاتا ہے۔

مقام نبوت

رسولِ اکرم ﷺ کی بیماری میں خواتینِ انصار نے عیادت کی تو آپ ﷺ کو بخار کی تپش سے بیتاب پایا۔ عیادت کرنے والیوں نے بیماری دور کرنے کی دعا کی التجا کی تو فرمایا کہ انبیاء کرام پر دوگنی تکلیف طاری ہوتی ہے اور ان کے بعد انبیاء کرام کے قریب ترین لوگوں اور پھر ان کے قریب تر لوگوں پر بھی یہی اضافی تکلیف ہوتی ہے کہ جانچ ہوتی ہے انہی کی جن پہ ہوتا ہے کرم۔

☆ حضرت برۃ بن ابی تجراۃ رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت کے اولین زمانے کا واقعہ سناتی ہیں کہ آپ ﷺ جب وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش خلوت میں جاتے تھے تو جس پتھر اور درخت کے پاس سے گذرتے وہ آپ کو سلام عرض کرتا۔ آپ ﷺ داہنے اور بائیں اور پیچھے مڑکر دیکھتے تو کچھ نظر نہ آتا (ابن سعد، ۸/۲۴۶)۔

☆ حضرت ہند بنت عتبہؓ زوجہ حضرت ابوسفیانؓ، نے اسلام لانے کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کو محبوب ترین و عظیم ترین شخصیت قرار دیا جو ایمان کا تقاضا ہے۔

☆ حضرت ام سلیم بنت ملحانؓ سے جو حدیث مروی ہے وہ نبی اور بشر کا فرق بتاتی ہے۔ بشریت کے تقاضے سے اگر کوئی بددعا کسی کے لئے نکل جاتی تو وہ اس کے حق میں دعا بن جاتی ہے۔

خیر امت کے طبقات

۱۔ ''فرعونِ امت'' ابوجہل مخزومی کی مسلم دختر حضرت جمیلہ/ جویریہؓ کے مدنی گھر سے گذر ہوا تو ان کی خاطر مدارات کے بعد ان کو ایک اہم حدیث سنائی۔ اس کا تعلق امت کے بہترین طبقات سے ہے: میری امت کا بہترین حصہ میرا زمانہ ہے پھر ان کے بعد والوں کا پھر ان کے بعد والوں کا''۔ '' خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم''۔ حافظ

ابن مندہؒ اور حافظ ابونعیم کی بیان کردہ اس حدیث نبوی کا سماجی پس منظر اور اس کی شان نزول اہم ترین ہے۔

۲-ہجرت باعثِ برکت اور نشانِ عظمت ہے۔ مہاجرین مدینہ میں سے حضرت فاروق اعظمؓ نے ہجرت میں سبقت کی بات حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے کی تو رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت اسماء اور دوسرے مہاجرینِ حبشہ کی فضیلت بتائی کہ وہ دو ہجرتوں والے اور دوہرے فضل والے ہیں جبکہ مہاجرین مدینہ کو صرف ایک ہجرت کی فضیلت مل سکی۔

۳-شہداءِ اسلام بھی انعام یافتہ طبقاتِ امت میں ہیں اور ان کو متعدد طبقات پر فضیلت حاصل ہے۔ حضرت ام ورقہؓ نے غزوۂ بدر میں خدمات پیش کر دینے کی بنا پر زبانِ رسالتمآب ﷺ سے ''شہیدہ'' کا خطاب اور درجہ پایا اور رسولِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی زیارتوں کی آماجگاہ بنیں۔ اس واقعہ حدیث کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ ''حضرت شہیدہ'' کو میدان جنگ میں جائے بغیر یہ درجہ شہادت عطا ہوا تھا صرف ان کے خلوص ولگن کے سبب۔

۴-ایسے ہی ایک شہیدِ بدر کی ماں حضرت ام ربیع بنت براء نے رسولِ اکرم ﷺ سے اپنے شہید بیٹے کا مقامِ عقبیٰ دریافت کیا، فرمایا وہ جنت ہی میں نہیں اس کی بلند ترین قسم جنت الفردوس میں ہیں (بخاری، کتاب الجهاد، باب من اتاه، سهم غرب، فتح الباری وغیرہ: مذکورہ بالا)۔

☆ جنت میں انسانوں کی صورت گری کیا ہوگی اور مرنے کی بعد روحیں کس شکل میں ہوں گی؟ اس مابعد الطبیعاتی سوال کا جواب بھی ایک خاتون صحابی کے سوال میں عطا فرمایا گیا کہ روحیں پرندوں کی مانند درختوں سے معلق رہیں گی اور قیامت کے دن ان کو ان کے جنتی جسم عطا ہوں گے۔ دوسری احادیث سے روحوں کے پرندوں کی شکل میں ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ کتب احادیث میں اس طبقہ حدیث پر بہت تفصیل ملتی ہے۔

دینی شدت

اسلام اور شریعت (قانون) دونوں میں اعتدال، میانہ روی، جسم و جان کی رعایت اور توازن کی تعلیم دی گئی ہے۔ انسانی فطرت میں افراط و تفریط پائی جاتی ہے، کچھ انسان کی عاجلانہ فطرت کی بنا پر اور اس سے زیادہ تعلیم و تربیت و اخلاق کی کمی کے سبب۔ مردوں کے علاوہ بعض صحابیات بھی اس دینی شدت اور حد سے زیادہ عبادت اور بساط سے باہر عبادت گذاری کی عادی ہوگئی تھیں۔ ان میں سے ایک حضرت حولاء بنت تویت تھیں جو رات بھر جاگ کر عبادت کرتی تھیں اور بالکل نہ سوتیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے لئے نصیحت فرمائی "اپنی بساط بھر عمل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عاجز نہیں آ سکتا البتہ تم تھک جاؤ گے" (مسلم، کتاب الصلوة، باب امر من نعس فی صلاته؛ اسد الغابة، ۴۳۲/۵)۔

☆ دوسری حضرت زینب انصاریہ تھیں جو رات میں عبادت (نماز) کے وقت نیند بھگانے کیلئے مسجد کے دوستونوں کے درمیان رسی باندھ لیتی تھی کہ جب نیند یا تھکاوٹ کا غلبہ ہوتا تو اس سے اپنی چوٹی باندھ لیتیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے رسی کھلوادی اور اصولِ عبادت ارشاد فرمایا: "تم میں سے ہر شخص کو اس وقت تک عبادت کرنی چاہیے جب تک اس میں نشاط رہے، تھک جائے تو آرام کرنا چاہئے (عبادت نہیں کرنی چاہئے) (بخاری، کتاب الصلوة، ابواب التهجد، باب مایکره من التشدید فی العبادة؛ فتح الباری، ۴۶/۳-۴۸)۔

اگر چہ یہ دونوں احادیثِ کریمہ ان دونوں صحابیات کے حوالے سے مروی نہیں ہیں بلکہ حضرت عائشہ اور حضرت انسؓ سے منقول ہیں مگر ان دونوں کے نزول، ظہور اور وجود کے لئے یہی دونوں شدت پسند صحابیات ہی ذمہ دار تھیں۔ وہی ان کی شانِ نزول اور وجہِ وجود ہیں۔

دینی راحت

اس کے بالمقابل ایک اور صحابیہؓ کے معاملے سے اسلام اور دین کا اصولِ راحت معلوم ہوتا

ہے۔ایک صحابیہ کا جسم بھاری اور عمر زیادہ ہوگئی تھی اوران کو حج وعمرہ کے لئے جانے میں دقت تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگراس وقت حج کے لئے نہیں جاسکتیں تو رمضان میں عمرہ کرلینا کہ وہ حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔بعض خواتین جیسے حضرت ام سلیم انصاریؓ اور حضرت ام سنان اسدیؓ کو یہی سہولت رسولِ اکرم ﷺ نے سواری کے جانوروں کی عدم دستیابی کے سبب عطا فرمائی تھی (بخاری، کتاب العمرۃ باب عمرۃ فی رمضان؛ فتح الباری،۳/ ۶۸-۷۷۲ وغیرہ)۔

☆ خواتین کو ماہنامہ اذیت کا سامنا قانون الٰہی اور فطرتِ جنس کے سبب ابتدائے آفرینش سے ہے۔بعض شریعتوں بلکہ تہذیبوں میں سختی تھی۔اسلامی شریعت و دین میں راحت عطا کی گئی۔ حضرت ام عطیہ انصاریہؓ جیسی بعض دیگر خواتینِ عصر کی زیارات و روایات سے ان ناقصاتِ دین کو بھی راحتیں عطا کی گئیں۔ان کو نمازِ پنجگانہ سے راحت دی گئی اور قضائے روزہ کی آسانی ملی۔عیدین میں اور عمرہ و حج کے لئے جانے کی بھی اجازت ملی اور تسبیح و دعا کا حق دیا گیا۔اسی کے ساتھ اپنی مجبوری اور معذوری کے وجہ سے عملِ فرض و مسنون نہ کرنے کے باوجود ان کو اس عرصۂ بے عملی کے لئے ثواب واجر کا حق دار بتایا گیا (بخاری، کتاب العیدین، باب اذالم یکن لھا جلباب فی العید؛فتح الباری، ۲/ ۶۰۴)۔ایسی متعدد دوسری دینی، سماجی اور تہذیبی راحتوں کا ذکر ان زیاراتِ خواتین کے ضمن میں ملتا ہے جیسے خواتین کے لئے اپنے شوہر اور اولاد پر خرچ کا دوہرا اجر ہے وغیرہ۔

وحیِ قرآنی کا نزول

نزول وظہورِ حدیث نبوی بھی وحی الٰہی کی ایک قسم ہے اور اس کی تنزیل کی کئی مثالیں احادیثِ نبوی کی شکل میں خواتینِ زیارات کے سبب سے وجود میں آئیں۔اسی طرح وحی ہی کی دوسری قسم-وحیِ متلو اور وحیِ قرآنی-کی بعض مثالیں صحابیات ہی کے سبب آسمانِ تنزیل سے جہانِ بشر میں اتریں اور ان سب کا تعلق رسولِ اکرم ﷺ سے خواتین کی ملاقاتوں اور زیارتوں کے ضمن یا ان

کے حوالے سے ہوا۔ ان سب کا ذکر تو بہت تحقیق بحث کا طالب ہے۔ صرف چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔سورۂ ممتحنہ کی آیتِ کریمہ ۔۱۰: حضرت ام کلثوم بنت عقبہ اموی ؓ کی جرات مندانہ اور مجاہدانہ ہجرتِ مدینہ کی بنا پر نازل ہوئی۔ صلحِ حدیبیہ کے مطابق مکہ سے آنے والے تمام مسلمانوں کی واپسی کی شرط تھی۔ حضرت ام کلثوم اموی ؓ ہجرت کر کے مدینہ پہونچ گئیں تو مسئلہ پیدا ہو گیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی وحیِ حدیث کے سبب ازخود ان کی واپسی کی شرط منسوخ کر دی اور قریش کے مطالبہ کے باوجود ان کو مکہ واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ فیصلۂ نبوی کی تائید و تصدیق میں مذکورہ سورہ کی آیتِ کریمہ نے تمام مہاجرات کے سلسلے میں اس شرط کو منسوخ کر دیا۔

۲۔حضرت خولہ انصاریہ ؓ کی شکایت پر، جو انھوں نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر درج کرائی، سورۂ مجادلہ کی اولین آیتِ کریمہ کا نزول ہوا۔ ﴿قد سمع الله قول التی تجادلک فی زوجها و تشتکی الی الله والله یسمع تحاورکما، إنّ الله سمیع بصیر﴾ (سن لی اللہ نے بات اس عورت کی، جو جھگڑتی ہے تجھ سے اپنے خاوند پر اور جھینکتی ہے اللہ کے آگے، اور اللہ سنتا ہے سوال جواب تم دونوں کا، بے شک اللہ سنتا ہے دیکھتا) اس تنزیل کا تعلق دراصل اسلامی احکام سے ہے اور اس کا زیادہ ذکر اسی بحث میں آئے گا۔ یہاں صرف سماجی پس منظر بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے شوہر کی شکایت کی تھی جسے صحیح تسلیم کیا گیا اور وہ مجادلہ والی کہلاتی تھیں اور ان کی تعظیم و تکریم حضرت عمر ؓ جیسے بزرگ صحابہ بھی کرتے تھے کیونکہ ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان مبارک سے کیا تھا (ابن کثیر، تفسیر ۴/۳۱۸؛ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المجادلۃ اور دوسری کتب تفسیر)۔

۳۔بعض صحابیات کی بنا پر وراثت کے احکام قرآن مجید کی سورۂ نساء میں نازل ہوئے تھے۔ انھوں نے بھی خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اپنی محرومی کا ذکر کیا تھا۔ ان احادیثِ نبوی نے تنزیلِ قرآنی

کو برانگیختہ کیا اور ان کے نزولِ وحی کا سبب بنیں۔ ان پر بحث احکام کے باب میں ہوگی۔

۴۔ حضرت عائشہؓ پر غزوۂ مریسیع ۵/ ۶۲۷ء میں تہمت و الزام تراشی کے سبب طویل حدیث الافک وجود میں آئی جو بخاری وغیرہ کتبِ حدیث میں ہے اور ان کے گھر میں رسولِ اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے آخری مرحلے میں سورۂ نور کی آیاتِ کریمہ ۱۱-۲۰ نازل ہوئیں جن میں ان کی براءت آئی تھی۔ یہ آیات کریمہ حضرت عائشہ صدیقہ کے میکے میں رسولِ اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے وقت نازل ہوئی تھیں۔

خواتینِ عصر اور صحابیات رسول ﷺ کی زیارتوں اور باہمی ملاقاتوں کے سبب ایسی کئی آیاتِ قرآنی کا نزول ہوا۔ ان سب میں اہم ترین نکتہ اور رابطہ کا نقطہ یہ ہے کہ صحابیات کی زیارات یا شکایات کے سبب احادیث نبوی وجود میں آئیں اور ان احادیث نبوی نے آیاتِ قرآنی کو آسمان سے اتارا۔

خلافتِ اسلامی

رسولِ اکرم ﷺ کی متعدد احادیث کریمہ میں اسلامی خلافت اور ان کے ادوار اور ان ادوار میں مسلمانوں کی خدمات کے متعلق ذکرِ خیر پایا جاتا ہے۔ ان میں سے متعدد احادیثِ نبوی کا وجود خواتینِ عصر اور صحابیات کی زیارتوں کے دوران ہوا تھا۔ ان میں سے بعض کا ذکر اختصار کے ساتھ ذیل میں کیا جاتا ہے، ورنہ یہ بحث خاصے مفصل بیان کا تقاضا کرتی ہے:

☆ عباسی خاندان کی ایک اہم ہستی، رسولِ اکرم ﷺ کی چچی اور حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمیؓ کی زوجہ کریمہ حضرت ام الفضلؓ نے ایک بار خدمتِ اقدس میں آ کر خلافت کے بارے میں سوال کیا کہ آپ ﷺ کے بعد کس کا اس پر حق ہوگا؟ اس کا پس منظر بھی بہت دلچسپ ہے۔ ایک دن رسولِ اکرم ﷺ ان کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے اور وہ سر دبا رہی تھیں کہ ان کی آنکھ سے ایک آنسو رخسارِ مبارک پر آ کر گرا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے سر اٹھا کر سبب پوچھا تو انھوں نے عرض

کیا: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی وفات کی خبر دے دی ہے اگر آپ ﷺ ہمارے بارے میں وصیت فرما دیتے یا یہ بتا دیتے کہ خلافت (امــــر) ہمارے خاندان میں ہوگا یا غیروں کے پاس تو بہتر ہوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد تم لوگ کمزور و بلا طاقت ہو گے (ابن سعد، ۸/ ۲۷۸)۔

☆ حضرت ام حرام بنت ملحان انصاریؓ کی حدیث/ احادیث بخاری وغیرہ معتبر ترین کتب حدیث میں ہونے کے سبب ثقہ اور معتمد ترین سمجھی جاتی ہیں۔ ان کا مختصر لب لباب یہ ہے کہ ایک زیارتِ خاتون کے دوران رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے گھر کلام و طعام کے بعد قیلولہ فرمایا اور خواب میں حقیقت دیکھی۔ پہلے خواب سے بیدار ہوئے تو فرمایا کہ رومی سلطنت کے خلاف بحری جہاد ہوگا اور میری امت کے کچھ لوگ بادشاہوں کی طرح بحری جہازوں میں سفر کریں گے اور ان سب کی مغفرت ہو جائے گی۔ حضرت ام حرام بنت ملحانؓ نے اپنے شریک جہاد ہونے کی دعا کی درخواست کی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں سے ضرور ہوگی۔ دوسری بار پھر رسالتماب ﷺ نے استراحت فرمائی اور دوسرا خواب اسی کے مانند دیکھا اور بیداری پر یہی فرمایا اور حضرت ام حرام کی درخواستِ مذکورہ پر فرمایا کہ یہ امت کے دوسرے مجاہدین ہوں گے اور وہ بھی مغفور ہیں اور تم تو اولین مجاہدین روم میں شامل ہوگی۔ محدثینِ کرام نے ان دونوں رویائے صادقہ کی تشریح و تعبیر بہت تفصیل سے کی ہے اور بتایا ہے کہ اولین واقعہ جہادِ رومی حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ہوا اور اسی میں حضرت ام حرام بنت ملحانؓ نے واپسی پر وفات پائی اگرچہ شہادت میدان میں نہیں پائی تاہم وہ شہداء میں شمار کی گئیں۔ دوسرا جہاد رومی حضرت معاویہ امویؓ کے دورِ خلافت میں ہوا جو ان کے فرزندِ اکبر کی سالاری میں تھا اور جس میں حضرت ابوایوب انصاریؓ جیسے بزرگ صحابہ کرام صرف مغفرت کی ضمانتِ نبوی کے سبب شریک ہوئے تھے (بحث کے لئے ملاحظہ ہو: خاکسار کی کتاب: ''وحیِ حدیث''، ۱۰۱-۱۱۰)۔

بعض شارحینِ جدید نے مغفرت کے معنی و مکان اور موقعہ کے بارے میں اپنی خاص فکر

کے مطابق تشریح کی ہے اور اسے دنیاوی زمان ومکان کی حدوں سے پابند کردیا ہے۔ اس سے ہماری بحث نہیں ہے۔ صرف یہ کہنا ضروری ہے کہ مغفرت کی ضمانت رسولِ اکرم ﷺ کی وحی حدیث کی بنا پر عطا کردہ ہے یعنی وہ ضمانتِ الٰہی ہی ہے اور مغفرت صرف مرنے کے بعد قیامت کے دن ہوگی۔ اس کا دنیاوی وقت وزمان سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرے اس بحث خاص میں یہ اہم ترین نکتہ ہے کہ حدیث کی، وحی کا ظہور و وجود ایک صحابیہ حضرت ام حرام بنت ملحانؓ کے گھر میں زیارتِ نبوی کے دوران ہوا تھا۔ گویا کہ مکان ام حرامؓ نزول وحی الٰہی کا ایک مقام تھا۔

خواتینِ عصر کی زیاراتِ نبوی ﷺ کے نتیجے میں احادیث نبویہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ وجود میں آیا۔ مذکورہ مثالیں صرف ان کا ایک حصہ ہیں۔ اس خاص بحث میں جو احادیثِ نبوی پیش کی گئیں وہ دراصل اس عظیم وکبیر ذخیرے کا بہت ہی تھوڑا حصہ ہے بلکہ ایک حصہ کا بھی ایک حصہ ہے۔ کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ کی زیاراتِ خواتین کے دوران جو بھی اقوال ومکالمات ادا کیے گئے، جو بھی اعمال وافعال اور رویے برتے گئے اور جو بھی احوال وحالات اور واقعات پیش آئے وہ سب حدیث ہی ہیں۔ صحابیات کے سوانحی حصوں کو چھوڑ کر جن کا تعلق رسولِ اکرم ﷺ سے کسی طرح ثابت نہیں ہوتا باقی تمام تو احادیث ہی پر مبنی ہیں اور سیر وسوانح کی کتابوں میں ان کو بیان بھی اسی طرح کیا گیا ہے۔ یہ وجود وظہورِ احادیث کا معاملہ ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ خواتینِ عصر نے ان احادیث وروایاتِ نبوی کو تحریک دینے اور وجود میں لانے کے بعد ان کی اشاعت کی یا نہیں۔ گنی چنی خواتین کو چھوڑ کر یہ حقیقت بھی ثابت ہوتی ہے کہ بیشتر خواتینِ مکہ ومدینہ نے رسولِ اکرم ﷺ کی احادیثِ کریمہ کی اشاعت میں حصہ لیا۔ انھوں نے خود ان پر عمل کیا اور دوسروں سے ان پر عمل کروانے کے علاوہ تمام واردین اور زائرین، دوست احباب اور مسلمانوں سے ان کو بیان کیا۔ اسی طرح زیاراتِ خواتین نے بہت سی احادیثِ شریفہ کی تدوین،

اظہار، ابلاغ، اشاعت اور ترویج وحفاظت میں اپنا کردار بھی کیا۔ زیاراتِ خواتین کا یہ دینی پہلو بھی ہے اور علمی پہلو بھی اور خواتینِ عصر اور صحابیات کی ترسیلِ احادیث میں اس کا خاص درجہ اور مخصوص مقام ہے۔

زیارتوں اور ملاقاتوں کے ذریعہ جو احادیثِ شریفہ وجود وظہور اور اشاعت وترویج میں آئیں ان کا سب سے اہم پہلو ان کا سماجی اور تاریخی پس منظر ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ کون سی حدیث کون سے محرکات کے سبب، کن حالات اور کس مقام ومرحلہ اور کس مقصد سے وجود میں آئی تھی۔ گویا یہ زیارات وملاقات احادیثِ نبوی کے اسبابِ نزول اور شانِ ظہور سے بحث کرتی ہیں۔ اس شانِ نزولِ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کا ایک بڑا حصہ خاص احوال اور مخصوص حالات کا پیدا کردہ ہے۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اختلافِ احوال سے احادیث مختلف ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ متعدد محرکات وعوامل مل کر یا الگ الگ احادیث کو ظہور ووجود میں لاتے ہیں کیونکہ انسانی معاشرت میں بسا اوقات ایک جیسے کام اور ایک جیسے احوال مختلف انداز اور طریقوں سے پیش آتے ہیں اور ایک جیسے مسائل سے مختلف لوگ دوچار ہوتے ہیں۔ اس لئے احادیث میں بسا اوقات جو مختلف اور بعض اوقات متصادم مضامین ملتے ہیں وہ دراصل مختلف اور متصادم نہیں ہوتے بلکہ مختلف حالات کے لئے ہوتے ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ سے صحابیات کی ملاقاتیں ہوں یا ان سب سے آپ ﷺ کی زیارتیں، ان دونوں نے رسولِ اکرم ﷺ کے اقوال واعمال اور سنن وطُرق پر مشتمل بہت سی احادیثِ کریمہ کو وجود بخشا۔ ان کی اشاعت وترویج میں خواتین نے حصہ لیا اور ان کے ذریعہ نبوی معاشرت اور اسلامی حسنِ معاشرت کے قابلِ تقلید اور لائقِ فخر نمونے محفوظ کیے۔ وہ امت اسلامی کے لئے اسوۂ نبوی تو ہیں ہی، خواتینِ عصر کے احسانات بھی ہیں۔

احکامِ اسلامی کا ارتقاء اور زیاراتِ خواتین

احادیث اور احکام کی احادیث میں اگرچہ بہت زیادہ فرق نہیں ہے تاہم ایک نوعی فرق ضرور ہے۔ بہت سی احادیثِ نبوی اجر وثواب، بشارت، عقیدہ، مقامِ کبریا، عظمتِ نبوی، جنت و دوزخ، ملائکہ اور کتبِ سماویہ، قصص وامثال اور ان جیسی بہت سی چیزوں سے متعلق ہیں اور ان سے احکام نہیں نکلتے۔ لیکن انھیں میں سے بعض احادیثِ نبوی ایسی بھی ہیں جن سے امام بخاریؒ جیسے متبحرینِ حدیث وفقہ اور امامانِ مذاہب فقہی نے احکام نکالے ہیں اور وہ ان کی فقاہتِ حدیث پر دلالت کرتے ہیں۔ اس باب میں صحیح بخاری اور اس کے ابواب کے تراجم (عناوین) پورے حدیثی ادب میں بے مثال و بے نظیر بھی ہیں۔ احادیثِ احکام کا بہرحال ایک الگ طبقہ ہے اور وہ خالص فقہی احکام اور تشریعی قوانین سے بحث کرتا ہے۔ وہ اصلاً اسلامی احکام کا باب ہے۔

احادیثِ احکام کو محدثینِ کرام کے ایک خاص طبقے نے مختلف کتابوں میں جمع کر دیا۔ ان میں سے پہلے امام مالک بن انس یحصبی (م ۱۷۹/۷۹۵) کی عظیم الشان کتاب الموطا آتی ہے جسے ام الکتاب ہونے کا فخر حاصل ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کے مطابق وہ حدیث وفقہ کی بنیادی کتاب ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی صحیحین اسی ام الکتاب سے ماخوذ، مستفاد اور مستخرج اور اسی پر اضافات بھی ہیں۔ دوسری کتبِ احکامِ حدیث میں چار سنن۔ سننِ ابوداؤد، سننِ ترمذی، سننِ نسائی اور

سننِ ابن ماجہ- کا اسی ترتیب سے ذکر آتا ہے۔ان کے علاوہ بھی بہت سی احکامِ احادیث پر مبنی کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ان سب میں صحابہ کرام اور صحابیات کی بیان کردہ احادیثِ احکام کو جمع کیا گیا ہے (مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو خاکسار کی کتاب: "شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث" شاہ ولی اللہ اکیڈمی پھلت ۲۰۰۴ء، اولین باب)۔

رسولِ اکرم ﷺ سے صحابیات اور خواتینِ عصر کی باہمی زیارتوں اور ملاقاتوں کے سبب بہت سی احادیثِ احکام بھی وجود و ظہور پذیر ہوئیں۔عام احادیثِ نبوی کی فصل میں ان زیارتوں اور ملاقاتوں کی کارفرمائی کا جائزہ لیا جاچکا ہے۔یہ بحث یا فصل بھی اصلاً اسی سے متعلق ہے لیکن اس کو اس خاص خیال سے الگ کرلیا ہے کہ اس اہم ترین شعبۂ علم اور عملی میدانِ فکر و عمل میں خواتینِ عہد نبوی کی خدمات و کردار کا زیادہ بھرپور جائزہ لیا جاسکے۔گذشتہ فصل میں بعض احادیث نبوی کے حوالے سے فقہی احکام کا بھی ذکر آگیا ہے۔وہ بھی اس فصل خاص کے مقدمہ کے طور پر کیا گیا۔اس فصل میں بعض عناوین کے تحت احادیثِ احکام کو بیان کیا جارہا ہے اور اس میں فقہی ابواب کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔

احکام اسلامی کے ارتقاء میں خواتینِ عصر کے مجموعی کردار کی کارفرمائی کا تذکرہ و تجزیہ اس بحثِ مختصر میں مقصود نہیں ہے،صرف رسولِ اکرم ﷺ سے خواتین کی باہمی زیارات و ملاقات کے نتیجے میں ان کے ارتقاء کا جائزہ لینا مقصود ہے۔اس سے جو اہم ترین حقیقت علمی ابھر کر سامنے آتی ہے وہ احادیثِ احکام کی شانِ نزول اور اسبابِ وجود و ظہور کی صورت رکھتی ہے۔وہ یہ بتاتی ہے کہ کن محرکات و واقعات نے احکامِ احادیث کو وجود بخشا۔خواتین کی زیارات نے ان کی کیسی صورت گری کی اور ان زیارتوں کے سبب ان کی کیسے کیسے اشاعت و ترویج اور بعد میں جمع و تدوین ہوئی۔دراصل وہ احادیثِ احکام کے سماجی پس منظر کو بیان کرتی ہیں اور اس کے حوالے سے قانون سازی اور تشریع کی حکمتیں بتاتی ہیں۔یہ باب اصلاً اسبابِ نزول کا ہے۔جس طرح قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کے نزول کے اسباب پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں اور اسے ایک خاص فن قرآنی بنایا گیا ہے اسی طرح یہ نزول احادیث کے اسباب اور شان کا موضوع ہے جس پر ابھی تک کوئی قابل قدر کام نہیں کیا گیا ہے۔

طہارت کے مسائل

فقہی کتب اور احکامِ احادیث کی کتابوں میں طہارت کے مسائل سے بحث کا آغاز ہوتا ہے کہ وہ عبادت کی صحت کی شرط ہے۔ اسی کے ساتھ اس کی ایک اسلامی سماجی اہمیت اور دینی ناگزیریت بھی ہے۔ دین اسلام انسان کی جسمانی گندگی کے بھی خلاف ہے۔ وہ اسے ہر وقت اور ہر جگہ پاک وصاف اور طاہر و طیب دیکھنا چاہتا ہے۔ قانونِ اسلامی بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے کہ گندگی لگتے ہی اسے دور کیا جائے۔ خواتین کی زیاراتِ نبوی کے نتیجے میں بہت سے طہارت وصفائی کے احکام اور ان سے متعلق احادیثِ نبوی وجود میں آئیں۔ ان میں نجاست سے پاکی اور وضو وغیرہ کے احکام تو ملتے ہی ہیں مگر ان میں خواتین کے خاص مسائلِ طہارت کا ذکر زیادہ آتا ہے۔ یہ احکام صرف خاتونانِ اسلام کے سبب ہی وجود پذیر ہو سکے۔

شیر خوار بچے/ بچی کے پیشاب کا حکم

کئی صحابیات رسولِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں اپنے یا اپنے زیرِ کفالت بچوں کو لے کر حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے نبوی محبت وشفقت کی وجہ سے ان کو اپنی گود میں اٹھالیا اور پیار کیا۔ بعض بچوں اور بچیوں نے گودِ مبارک میں پیشاب کر دیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے شیر خوار لڑکوں کے پیشاب پر صرف پانی چھڑک دیا اور بچیوں کے پیشاب کے بارے میں حکم دیا کہ اس سے ملوث کپڑے کو پانی سے باقاعدہ دھویا جائے۔ یہ فقہی حکم اور اس سے متعلق احادیثِ نبوی حضرت ام الفضلؓ، حضرت ام قیس بنت محصن اسدیؓ وغیرہ کے حوالے سے ملتے ہیں (ابن سعد، ۸/۲۸۲-۲۷۹ وغیرہ)۔ بظاہر اس نبوی حکم میں صنفی تفریق کا شبہ ہوتا ہے مگر حقیقت بتاتی ہے کہ وہ حکمت پر مبنی ہے۔ شیر خوار بچی کے پیشاب میں نجاست کا عنصر زیادہ ہوتا ہے (ابن سعد، ۸/ ۲۷۸-۲۷۹: بہر حال بعض فقہاء کرام نے بچے/ بچی دونوں کے پیشاب میں فرق نہیں کیا ہے اور دونوں کو دھونے کا حکم دوسری احادیث سے نکالا ہے؛ بخاری، کتاب الوضوء، باب بول الصبیان؛ فتح الباری، ۱/۴۲۴-۴۲۷ ومابعد؛ حضرت ام قیس بنت محصن وغیرہ کا واقعہ)۔

عورتوں کے مخصوص مسائلِ طہارت

اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل سے بناتِ حواء پر حیض (ماہانہ اذیت/ ماہواری) کا ایک فطری جسمانی قانون عائد کر دیا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے بعض خواتین کو ان کی زیارتوں یا ملاقاتوں کے دوران ان مسائل کے حل اور ان کے احکام سے آگاہ فرمایا اور احادیثِ احکام عطا کیں۔ ایک نوجوان صحابیہ کو تو اس پہلی اذیت ماہانہ سے ایک غزوہ کے دوران دوچار ہونا پڑا اور رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی شرم وحیا کا لحاظ بھی فرمایا اور حکم بھی دیا (بخاری، کتاب الحیض، باب کیف کان بدء الحیض: ''ھذا شئی کتبه الله علی بنات آدم''؛ فتح الباری، ۱/ ۵۱۸ و مابعد: حضرت عائشہ و ام سلمہ کے علاوہ دوسری خواتین زیارت سے یہ حدیث مروی ہے)۔

استحاضہ

بعض خواتین کو ماہواری کے علاوہ اس کی مقررہ مدت سے زائد خون آنے کی شکایت رہی۔ اس کو استحاضہ کا خاص نام دیا گیا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان خواتینِ مبتلا کو ان کی زیارتوں کے دوران مسئلہ بتایا کہ وہ مدت ماہواری پوری ہونے کے بعد استحاضہ کے زمانے میں ہر نماز کے لئے خون کو اور خون آلود کپڑے کو دھوڈالا کریں اور یہ ممکن نہ ہو تو خون بہنے دیں اور ہر نماز کے لئے البتہ تازہ وضو کر لیا کریں (بخاری، مذکورہ بالا، باب الاستحاضة؛ فتح الباری، مذکورہ بالا؛ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش، حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق وغیرہ کے واقعات واحادیث)۔

خواتین کی بے خوابی (احتلام)

ایک دو صحابیات کی زیارتوں کے دوران یہ مسئلہ بھی اٹھایا گیا کہ عورت کو بے خوابی ہو جائے تو کیا کرے؟ آپ ﷺ نے اپنی حدیث حکم میں ہدایت کی کہ وہ بھی انسان ہونے کی حیثیت سے اس معاملہ میں مردوں کے ساتھ اشتراک رکھتی ہے لہذا وہ تری/ پانی دیکھے تو اس کے لئے بھی غسلِ جنابت/ احتلام کرنا ضروری ہے اور کپڑے کے متاثرہ حصہ کو دھونا بھی لازمی ہے۔ اس مسئلہ میں

مرد و عورت کا کوئی فرق نہیں۔ ان خواتین زیارت کے سبب عورتوں کی اس فطری ابتلاء کا بھی پتہ چلا ورنہ بالعموم یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ صرف مردانہ کام اور کارگذاری ہے (بخاری، کتاب الغسل، باب اذا احتلمت المرأۃ؛ فتح الباری، ۵۰۳/۱: حضرت ام سلیم، زوجہ ابوطلحہ انصاریؓ کی زیارت کا واقعہ و حکم)۔

وضوء

بعض زیاراتِ نبوی میں نفل نماز کے لئے رسولِ اکرم ﷺ کے وضو فرمانے کا اور خواتین اور دوسرے گھر والوں کے وضو کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ جیسے حضرت انس بن مالکؓ کی نانی حضرت ملکیہ کے گھر میں نماز پڑھنے کے ذکر میں آیا ہے (بخاری، کتاب الصلوٰۃ و فتح الباری اور اسد الغابۃ کے حوالے)۔

☆ اس سے زیادہ اہم ایک حکمِ حدیث یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں ایک ہی برتن سے پانی لے کر وضو کر سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت خولہؓ کے حوالے سے مذکور ہوا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ وضو کے لئے میرا ہاتھ اور رسولِ اکرم ﷺ کا دستِ مبارک برتن میں باری باری جاتے رہے۔ "اختلفت یدی ویدرسول اللہ فی اناء واحد من الوضوء" (ابن سعد، ۲۹۵/۸ نیز بخاری و فتح الباری، ابواب غسل)۔

☆ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے بعض احادیث کے مطابق وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ دوسری احادیث بتاتی ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اس سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ کئی خواتینِ عصر کے گھروں میں آپ ﷺ نے گوشت یا پکا ہوا کھانا تناول فرمایا اور وضو نہیں کیا۔ ان خواتینِ گرامی نے حکم ناسخ کی تائید میں کئی روایات بیان کی ہیں (ابن سعد، ۳۱۹/۸: حضرت ام عامر اشہلی؛ اسد الغابۃ، ۴۸۰/۵: حضرت سلمٰی؛ ۴۹۴/۵: حضرت صفیہ؛ ۴۹۵/۵: حضرت ضباعہ انصاری وغیرہ؛ نیز بخاری و فتح الباری کے ابواب الوضوء، ۴۰۵/۱-۴۰۷)۔

نماز کے بعض احکام

حضرت ملکیہؓ کے گھر میں رسولِ اکرم ﷺ نے جو نفل نماز پڑھی تھی اس کے بعض فقہی احکام یہ ہیں:

۱-نفل نماز کے لئے جماعت قائم کی جا سکتی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو باجماعت نفل پڑھائی تھی۔

۲-مرد و عورت کی مشترکہ جماعت میں پہلے مردوں/بچوں کی صفیں ہوں گی اور آخر میں عورتوں کی صفیں۔ وہ نابالغ بچوں سے بھی پیچھے رہیں گی (بخاری/فتح الباری، ۱/۶۳۳ ومابعد: باب الصلاۃ علی الحصیر وغیرہ ابواب اور مباحث امام ابن حجر عسقلانی)۔

مسجد جانے کا احکام

حضرت زینبؓ کو رسولِ اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ نماز کے لئے مسجد جائیں تو خوشبو لگا کر نہ جایا کریں (ابن سعد، ۸/۲۹۰: حضرت زینب بنت ابی معاویہ ثقفی، زوجہ حضرت ابن مسعودؓ کا واقعہ؛ نیز بخاری و فتح الباری کے متعلقہ ابواب)۔

عورت کی امامت

رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ورقہؓ کو، جن کا نام شموس تھا، اپنے گھر میں اذان دینے، اقامت کہنے اور گھر والوں کی امامت کرنے کی اجازت دی۔ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ ان کو صرف عورتوں کی امامت کی اجازت دی گئی تھی، مردوں کی امامت کی نہیں۔ بعض جدید انتشار زدہ حضرات و خواتین نے اس روایت سے بطورِ خاص اور بعض دوسری روایات سے عورت کے مردوں کی امامت کرنے کا جواز نکالا ہے۔ یہ غلط استنباط ہے اور پورے اسلامی دور میں بڑی بڑی صحابیات کو بھی مردوں کی امامت یا مردوں اور عورتوں کی مشترکہ امامت کا حق نہیں دیا گیا (اسد الغابۃ، ۵/۶۴۹؛ ابن

سعد، ۸/ ۴۵۷: وہ بنو مالک بن النجار کی خاتون تھیں اور قرآن کی جامع بھی: "وکانت تؤم اھل دارھا" سے صرف گھر کے لوگوں کی امامت کا مفہوم نکلتا ہے اور ان کا ایک مؤذن بھی تھا: "کان لھا مؤذن" سے مراد عورت موذن ہے۔ اس عربی جملہ میں موذن مذکر نحو کے مطابق ہے۔

بحالتِ حیض و استحاضہ نماز کے احکام کا ذکر حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش ؓ کی زیارتِ نبوی سے معلوم ہوتا ہے۔ ان کو آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ حیض کے دوران نماز چھوڑ دیا کریں اور استحاضہ کے زمانے میں پڑھا کریں۔ بعض دوسری خواتین کو ہدایت نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کیا کریں (بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الدم؛ نیز کتاب الحیض، باب الاستحاضۃ وغیرہ و فتح الباری مذکورہ بالا)۔

صدقہ و زکوٰۃ کے بعض مسائل و احکام کا ذکر حدیث کی اشاعت کی فصل میں آچکا ہے۔ ان کے علاوہ بعض اور کا ذکر یہاں پیش ہے:

۱- دو چار خواتین کو ان کی زیارتوں کے دوران رسولِ اکرم ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ سائل کو دروازے سے خالی ہاتھ نہ لوٹانا چاہیے خواہ معمولی سے معمولی چیز ہی ان کے ہاتھ میں کیوں نہ تھما دی جائے۔

۲- حضرت زینب ؓ، زوجہ حضرت ابن مسعود ؓ، کے علاوہ بعض دوسری خواتین کو اپنے شوہر اور ان کی اولاد پر خرچ کرنے کو صدقہ قرار دیا۔

۳- حضرت بریرہ ؓ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مستحق شخص کے لئے جو صدقہ ہوتا ہے وہ مستحق شخص کسی دوسرے کو دے دے تو وہ ہدیہ ہو جاتا ہے۔

روزۂ رمضان کی کسی میت کی طرف سے قضا کرنے کا حکم رسولِ اکرم ﷺ نے خدمت میں حاضر ہونے والی ایک خاتون کو دیا تھا۔ وہ ہر ولی کے لئے واجب بن گیا۔ بخاری کی احادیث: ۱۹۵۲-۱۹۵۳ وغیرہ میں مردوں اور عورتوں دونوں کے حاضر خدمت ہو کر یہ مسئلہ پوچھنے کا ذکر آتا ہے۔ عورتوں میں سے ایک نے اپنی بہن اور دوسری نے اپنی ماں کے اوپر روزہ واجب رہ جانے کا ذکر کیا تھا۔ ایک ماں پر روزۂ نذر

واجب تھا اور دوسری عورت پر پندرہ دن کے روزے واجب تھے (فتح الباری ۴/۱۴۵ و مابعد)۔

حج کے مسائل میں زیادہ تر کا تعلق عورتوں کی طہارت سے جڑا ہوا ملتا ہے۔ دورانِ حج و عمرہ بعض عورتوں کو ماہانہ اذیت سے سابقہ ہوا یا استحاضہ کا معاملہ درپیش ہوا یا ولادت کے بعد نفاس کا مسئلہ سامنے آیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کا حل بتایا:

۱- حیض و نفاس کی حالت میں وہ طوافِ کعبہ نہ کریں اور باقی مناسک پورے کریں۔ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے نفاس کا معاملہ۔

۲- استحاضہ میں کسی قسم کی پابندی نہیں ہے البتہ طہارتِ وضو کا برابر اہتمام کریں۔

۳- نمازِ عیدین کے حوالے سے حج کے مسائل کا ذکر بعض خواتین نے کیا تھا۔ حضرت ام عطیہ انصاری کی حدیث کے مطابق ماہواری میں مبتلا خواتین عیدگاہ تو جائیں مگر نماز میں شریک نہ ہوں اور نماز گاہ سے دور بیٹھیں جس طرح وہ عرفات اور فلاں فلاں مقام میں جاتی ہیں۔

۴- ایک خاتون نے رسولِ اکرم ﷺ سے آکر پوچھا کہ میری ماں پر حج فرض تھا مگر ان کا انتقال ہو گیا اب کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے ان کی طرف سے قضا کا حکم دیا (بخاری، کتاب العیدین؛ مذکورہ بالا؛ ابن سعد، ۸/۲۸۲، و مابعد؛ فتح الباری کے متعلقہ مباحث بھی ملاحظہ ہوں)۔

ولادت و وفات کے بعض معاملات میں زیاراتِ خواتین کے حوالے سے چند فقہی احکام کا ذکر احادیثِ نبوی میں آتا ہے، وہ درجِ ذیل ہیں:

۱- تسمیہ اور عقیقہ: بچوں/ بچیوں کے اچھے نام رکھیں، برے اور ناپسندیدہ ناموں کو رسولِ اکرم ﷺ بنفسِ نفیس تبدیل فرما دیتے تھے۔ اس کی اتنی مثالیں ہیں جن کے لئے ایک پورا تحقیقی مقالہ درکار ہے:

۲- حضرت ام کرزؓ نے بتایا کہ ساتویں دن عقیقہ ہو اور بچے/ لڑکے کے لئے دو اور لڑکی کے لئے ایک بکری کی قربانی کی جائے (ابن سعد، ۸/۲۹۴-۲۹۵؛ نیز بخاری، فتح الباری، کتاب

العقیقہ؛ مختلف ابواب؛ عبدالمطلب ہاشمی...... عقیقہ نبوی کی بحث)۔

۳-عقیقہ میں قربانی کے گوشت سے ضیافتِ اقرباء واعزہ کرنی بھی سنت ہے۔

۴-رضاعت کے احکام بچپن کی رضاعتِ دوسالہ سے ثابت ہوتے ہیں مگر حضرت سہیلہؓ کو اپنے بالغ مولیٰ حضرت سالم کو رضاعتِ کبیر کی اجازت دی جو خاص حکم ہے۔

وفات کے متعدد مسائل میں سے سب سے پہلے خواتین کے غسلِ میت اور تجہیز و تکفین اور تدفین کے مسائل آتے ہیں اور کچھ بعد کے بھی ہیں۔:

۱-رسولِ اکرم ﷺ کی بناتِ طاہرات میں سے تین بیٹیوں کی وفاتِ حیاتِ نبوی میں ہوئی۔ ان میں سے حضرت زینب اور حضرت ام کلثومؓ کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے وقت رسولِ اکرم ﷺ موجود تھے اور خواتین کو غسل دینے، کفن پہنانے، میت کے بالوں کو سنوارنے کے بارے میں احکام دیئے تھے (بخاری، کتاب الجنائز مختلف ابواب: فتح الباری، ۳/۱۶۸ وغیرہ بالخصوص ۱۶۱ وغیرہ؛ احادیث: ۱۲۵۳-۱۲۶۳ وغیرہ)۔

۲-حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے اپنے حبشہ کے قیام کے دوران خواتین کے جنازے پر قبہ سا بنانے کا رواج دیکھا تھا۔ وہ پسند کیا گیا اور پہلے بناتِ طاہرات اور پھر تمام مسلم خواتین کے جنازوں میں اسے اچھی روایت سمجھ کر قبول کر لیا گیا۔ اس کو حدیث اور زیارت کی تصدیق حاصل ہے۔

۳-اگرچہ یہ ذرا بعد کا ''اثر'' ہے تاہم اسے بھی فقہی اور قانونی درجہ واستناد حاصل ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے اپنے شوہر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان کی وصیت کے مطابق خود غسلِ میت دیا تھا اور جنازہ تیار کیا تھا۔ امام مالک اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علاوہ متعدد ائمہ کا یہی مسلک ہے کہ وہ جائز ہے (موطا، کتاب الجنائز؛ شاہ ولی اللہ دہلوی کی خدماتِ حدیث)۔

غمی کا کھانا

رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی شہادت کے بعد ان کی بیوہ اور بچوں

سے جا کر تعزیت کی اور پھر خواتین سے کہا کہ ان مبتلائے اندوہ کے لئے کھانا پکا کر بھیجیں۔ اسلامی تہذیب میں یہ روایت اور سنت بن گئی۔ اسی طرح نوحہ اور ماتم کو حرام قرار دیا گیا (ابن سعد، ۸/۲۸۲)۔ اسی طرح سوگ کی مدت مقرر کی گئی: شوہر کے لئے چار ماہ دس دن اور دوسروں کے لئے صرف تین دن۔ اس سے زیادہ کی ممانعت کی گئی۔

میت کی طرف سے صدقہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ کی ماں حضرت شفاء کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے ان کی طرف سے غلام آزاد کرنے کی اجازت دی جو سنت بن گئی۔

نکاح کے متعدد معاملات کا ذکر رسولِ اکرم ﷺ کی زیاراتِ خواتین کے حوالے سے آتا ہے۔ وہ بہت اہم فقہی احکام ہیں:

۱۔ اذنِ نکاح: حضرت سبیعہ بنت حارث اسلمی کے شوہر حضرت سعد بن خولہ کا انتقال ہوگیا تو وہ حاملہ تھیں۔ کچھ دنوں بعد ولادت ہوگئی اور وہ حاضر خدمت ہوئیں اور رسولِ اکرم ﷺ سے نئے نکاح کی اجازت مانگی اور وہ آپ ﷺ نے عطا فرما دی۔ حاملہ بیوہ کی عدت ولادت تک ہے، یہ فقہی حکم ہے (ابن سعد، ۸/ ۲۸۷-۲۸۸؛ بخاری، مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفی عنها)۔

۲۔ مشورۂ نکاح: حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے خدمت میں حاضر ہوکر دو پیغاموں کا ذکر کیا اور مشورہ لیا۔ آپ ﷺ نے دونوں کی قباحتیں بیان کر کے حضرت اسامہؓ سے شادی کرنے کا مشورہ دیا جسے انھوں نے قبول کرلیا (حوالہ طلاق کے مسئلہ میں)۔

۳۔ ردِ نکاح کے ضمن میں بعض واقعات ایسے ملتے ہیں جن میں رسولِ اکرم ﷺ نے بعض خواتین کے نکاح ان کی شکایت پر آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس رد کر دیئے:

☆ حضرت خنساء بنت خِدام انصاریؓ کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو ان کے والد نے ان کی مرضی

کے خلاف ان کی شادی کر دی۔ انھوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شکایت کی اور آپ ﷺ نے ان کا نکاح فسخ کر دیا (بخاری، کتاب النکاح، باب اذا زوج الرجل ابنته الخ؛ اسد الغابة، ۵/۴۴۰-۴۴۱)۔

حضرت زینب بنت عثمانؓ کا نکاح ان کے والد کی موت کے بعد چچا حضرت قدامہ بن مظعون جمحیؓ نے کر دیا تھا۔ ماں کے مشورہ پر حضرت زینب نے نکاح ناپسند کیا اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں مقدمہ پیش کیا، آپ ﷺ نے ان کا نکاح مسترد کر دیا (ابن سعد، ۸/۲۶۹)۔

نکاح میں تخییر کا حق

بعض خواتین کا نکاح ان کے بچپن میں کر دیا گیا یا باندیوں کا نکاح ان کے آقاؤں نے کر دیا تو ایسی خواتین کو بلوغ اور آزادی کے بعد نکاح باقی رکھنے یا فسخ کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اسے تخییر (اختیار استعمال کرنے) کا حق کہا جاتا ہے۔ بعض خواتین کی زیارات کے دوران اس فقہی حکم کا صدور ہوا:

۱۔ حضرت بریرہؓ کا نکاح ان کی غلامی کے زمانے میں حضرت مغیثؓ سے کر دیا گیا تھا۔ آزاد ہونے پر انھوں نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے ان کے حقِ تخییر کا ذکر فرمایا جسے انھوں نے فوراً استعمال کر کے نکاح فسخ ہونے کا اعلان کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت مغیثؓ کی حالتِ زار اور بعض امہات المومنین کی سفارش پر حضرت بریرہؓ کو کئی بار بلا کر سمجھایا کہ حضرت مغیثؓ کو قبول کر لیں لیکن انھوں نے اسے کسی طرح نہ مانا کیونکہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کا نبوی حکم نہیں تھا بلکہ صرف ''مشورہ'' تھا۔ ان کی آزادی سے چار فقہی احکام وجود میں آئے تھے جن کا ذکر الگ الگ مقام پر آتا ہے (ابن سعد، ۸/۲۵۶-۲۵۷ نیز فتح الباری کی کتاب النکاح و کتاب الطلاق کے ابواب مختلفہ)۔

طلاق کے مسائل میں بعض بہت اہم ہیں اور ان کا ذکر خواتین کی زیارات اور رسولِ اکرم ﷺ سے باہمی ملاقاتوں کے حوالے سے آتا ہے:

☆ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو ان کے شوہر حضرت ابو عمرو بن حفص مخزومیؓ نے تین طلاقیں

دے دیں۔ حضرت فاطمہ کی حاضری کے دوران یہ احکام دیے گئے:

۱- ان کے لئے شوہر پر یا شوہر کے گھر والوں پر کوئی نان نفقہ واجب نہیں۔ یہ عدت کے بعد کا حکم ہے، دورانِ عدت نفقہ واجب ہے۔

۲- سسرال والوں کی متوقع بدسلوکی کے خطرہ کے تحت ان کو پہلے حضرت ام شریکؓ کے گھر اور پھر حضرت عبداللہ بن ام کلثوم کے گھر عدت گذارنے کا حکم دیا۔ یہ خصوصی حالات کے تحت حکم تھا۔

۳- عدت دراصل ان کو یا ہر مطلقہ کو اپنے شوہر کے گھر میں گذارنی ہے۔ مطلقہ کو دوسری جگہ منتقل ہونے کا حکم نہیں ہے (مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا الخ؛ ابن سعد، ۸/۲۷۳-۲۷۵ نیز بخاری و فتح الباری کی کتاب الطلاق کے ابواب)۔

ظہار بھی طلاق کی ایک جاہلی صورت تھی۔ شوہر اپنی بیوی کو اپنی محرمات میں سے کسی سے مشابہ قرار دیتا ہے تھا کہ تم میری ماں جیسی ہو وغیرہ اور وہ نکاح کو ختم کرنے کا باعث بن جاتی تھی۔ اس کا حکم سورۂ مجادلہ کی ابتدائی آیاتِ کریمہ میں موجود ہے اور ایک عورت کی شکایت پر اترا تھا۔

☆ حضرت خولہؓ نے خدمتِ اقدس میں آکر اپنے شوہر کی شکایت کی کہ میں نے ساری جوانی ان کی نذر کردی اور میں ہی سارا خرچہ اٹھاتی ہوں اور اب یہ ظہار کے ذریعہ بڑھاپے میں مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے شوہر حضرت اوس بن صامتؓ کو ظہار کا کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا: استطاعت ہو تو غلام آزاد کریں، ورنہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں اور آخری چیز یہ کہ خود پے در پے ساٹھ روزے رکھیں اور معافی مانگیں (ابن سعد، ۸/۳۷۷-۳۸۰ نیز تفسیر آیات کریمہ)۔

حقِ ولایت

ماں باپ کی عدم موجودگی یا وفات کی صورت میں بچوں- نابالغ بچوں- کی ولایت کا حق کسے حاصل ہے؟ اسی طرح عہدِ نبوی کے معاشرے میں غلامی کا رواج تھا۔ ان کی آزادی کے بعد ان کا حق ولاء

کیسے حاصل ہوتا تھا؟ ایسے ہی مسائل کو ولایت کے باب میں بیان کیا جاتا ہے۔ ان کی دو مثالیں کم از کم عہدِ نبوی سے پیش کی جارہی ہیں اور یہ دونوں زیارات وملاقات کے بعد ہی وجود میں آئی تھیں:

۱۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ کی ایک مکی شادی حضرت سلمیٰ بنت عمیس خثعمیؓ سے ہوئی تھی۔ حضرت سلمیٰؓ مشہور صحابیہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کی بہن تھیں اور وہ (اسماءؓ) حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی زوجہ تھیں۔ حضرت حمزہؓ کی حضرت سلمیٰؓ سے ایک بیٹی حضرت عمارہؓ تھیں۔ عمرۃ القضاء ۷/ ۲۹ء کے موقعہ پر یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ حضرت عمارہؓ رسولِ اکرم ﷺ سے آکر چمٹ گئیں اور ساتھ مدینہ جانا چاہا۔ ان کی ولایت کے لئے حضرت علیؓ نے دعویٰ کیا کہ وہ ان کے چچا کی بیٹی ہیں، حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ کا دعویٰ تھا کہ وہ ان کے دینی بھائی کی دختر ہیں جبکہ حضرت جعفرؓ نے ان کے بنت عم ہونے کے علاوہ اپنے خالو ہونے کا دعویٰ پیش کیا۔ خود رسولِ اکرم ﷺ نہ صرف ان کے ابن عم تھے بلکہ رضاعی برادر حضرت حمزہؓ کے سبب ان کے باپ بھی تھے۔ لیکن رسولِ اکرم ﷺ نے خالہ اور خالو کا حق زیادہ تسلیم کیا اور ان کی ولایت کے حق میں حضرت جعفرؓ کے سپرد کر دیا کہ خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے (ابن سعد، ۸/ ۲۸۵-۲۸۶: حضرت حمزہ کی شہادت درغزوہ احد ۳/ ۶۲۵ء کے بعد ان کی بیوہ حضرت سلمیٰ نے دوسری شادی کر لی تھی اور اس سے قبل وہ مکہ میں مقیم رہی تھیں؛ نیز بخاری و فتح الباری کے ابواب متعلقہ)۔

۲۔ حضرت بریرہؓ کو غلامی سے آزادی دلانے کی خاطر حضرت عائشہؓ نے ان کو ان کے مالکوں سے خریدنا چاہا اور مالکوں نے شرط رکھی کہ اس خرید وفروخت کے بعد بھی ان کا حق ولایت انھیں کو حاصل رہے گا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ حق ولایت خریدار کو پھر آزاد کرنے والے کو رہتا ہے لہذا حضرت عائشہؓ ان کی ولی ہوں گی (ابن سعد، ۸/ ۲۵۶-۲۵۷: بخاری وفتح الباری کے ابواب متعلقہ)۔

خرید وفروخت کے مسائل کتبِ حدیث وفقہ میں ایک خاص۔ کتاب البیوع۔ میں زیرِ بحث آتے ہیں۔ زیاراتِ خواتین کے حوالے سے بعض احکام ملتے ہیں:

۱۔حضرت بریرہؓ کو بطور غلام/ باندی خریدنے کا حق رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو دیا۔کئی دوسری خواتین نے بھی غلام خریدے اور آزاد کئے۔

۲۔خرید وفروخت پر زائد شرط کو کالعدم قرار دیا جیسا کہ مالکانِ حضرت بریرہؓ نے حقِ ولایت اپنے پاس رکھنے کی شرط پر فروخت کیا تھا۔

۳۔حضرت زینبؓ، زوجہ حضرت ابن مسعودؓ، اپنی حرفت ودستکاری سے کماتی تھیں۔رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی دستکاری اور خرید وفروخت کے حق کو مانا۔

۴۔حضرت خدیجہؓ کے تجارتی حقوق کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ بنفسِ نفیس ان کی تجارت میں مضاربت واجرت کے ذریعہ شرکت کر کے ان کے حقوق کو تسلیم کیا اور ’’خاتونی تجارت‘‘ میں مردوں کی شراکت بلکہ ان کی ماتحتی تک کے حکم کو برقرار رکھا۔

۵۔عورتوں کے حقِ ملکیت کو متعدد احکام کے ذریعہ تسلیم کیا۔ان میں تجارت کی دولت، وراثت، دستکاری اور ہبہ وغیرہ کی تمام صورتیں شامل ہیں۔ان سب کے احکام زیارات وملاقات کے دوران ہی وجود میں آئے تھے۔

شخصی آزادی کے احکام کے تحت خواتینِ عصر کو اور ان کے ذریعہ تمام خواتینِ اسلام کو شخصی

آزادی عطا فرمائی۔متعدد زیارات وملاقات اور شکایات کے ذریعہ ان کو جو شخصی آزادیاں نصیب ہوئیں ان کا ذکر تو بہت لمبی بحث کا متقاضی ہے،ان میں سے صرف چند کا ذکر بعض حوالوں سے کیا جاتا ہے:

۱۔عورتوں کو نماز کے لئے، اگر وہ مسجد جانا چاہیں،تو اجازت دینی لازمی ہے۔امہات المومنین میں حضرت سودہؓ کو رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی شکایت پر، جو انھوں نے حضرت عائشہؓ کے گھر آکر کی تھی، آپ ﷺ نے اجازت دی تھی۔

۲۔حضرت عمرؓ، جو خواتین کے لئے مسجد میں جانا ضروری نہیں سمجھتے تھے اور جنھوں نے

حضرت سودہؓ کو شکایت پر مجبور کیا تھا، خود اپنی ایک بیوی کو اپنے تحفظ کے باوجود جب وہ اجازت مانگتیں اجازت دے دیتے تھے کہ فرمانِ رسولِ اکرم ﷺ سے مجبور تھے۔

۳۔ حضرت سودہؓ کے واقعہ اور سورہ احزاب میں آیاتِ حجاب کے نزول کے بعد خواتین کو اجازت تھی کہ وہ اپنی ضرورت سے گھر کے باہر نکل سکتی ہیں۔ بازار میں خرید و فروخت، شادی بیاہ میں شرکت، نماز و عبادات میں حاضری، مسائل و احکام کی تفتیش کے علاوہ دوسرے اجتماعی معاملات شامل تھے۔ ان میں سب سے اہم جہاد۔ غزواتِ نبوی۔ میں شرکت اور خدمات انجام دینے کا معاملہ بہت اہم ہے اور اس پر بحث ایک الگ فصل میں آتی ہے۔

اسلامی احکام، احکام الاحادیث اور احادیث الاحکام کا باب بہت وسیع و عریض اور عمیق ہے اور بہت مفصل بحث و تجزیہ کا طالب۔ اس بحث و مطالعہ میں ان کو صرف زیاراتِ باہمی کے حدود میں رکھا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ خواتین کی زیارات نے کیا کیا اسلامی گل کھلائے۔ مسائلِ حیات کے اعتبار سے اگر مجموعی تجزیہ کیا جائے تو مشکل ہی سے کوئی ایسا مسئلہ ہوگا جو خاتونانِ اسلام کے دم قدم سے وجود میں نہ آیا ہو۔ ظاہر ہے کہ ان مسائل و احکامِ حیات کا بنیادی تعلق جہانِ نسوان سے ہے یا ان میادینِ حیات سے جو دونوں صنفوں میں مشترک ہیں اور ان مخصوص اور مشترک میدانوں میں دونوں۔ مرد و عورت۔ کے مسائل و احکام زندگی کے ان گنت رشتوں کی مانند بہت زیادہ ہیں۔

زیاراتِ خواتین کے سبب جن اسلامی احکام اور احادیث احکام کا ارتقاء ہوا ان کا سب سے بڑا پہلو ان کا پس منظر ہے۔ جوں جوں مسائل پیدا ہوئے اسلامی شریعت کی لچک اور رسولِ اکرم ﷺ کی حکمت و فراست موقعہ پر ہی ان کے حل تلاش کر لیتی۔ بسا اوقات احادیثِ نبویہ ہی کلی طور سے احکام اسلامی کی بنیادیں بن جاتیں کہ وہ بھی بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وحی پر مبنی تھیں۔ یہ احادیثِ وحی کبھی برملا ہوتیں کہ باقاعدہ رویا صالحہ، فرشتہ وغیرہ کے ذریعہ رسولِ اکرم ﷺ

کے قلب وروح میں اتاری اور پیوست کی جاتیں، اور کبھی نطقِ نبوی بن کر وہ زبانِ رسالتمآب ﷺ سے نکلتیں اور کبھی اعضاء وجوارحِ نبوی سے عمل وسنت کے روپ میں ہویدا ہوتیں۔

سماجی پس منظر نے ان احکام واحادیثِ احکام کی شانِ نزول طے کی تھی اور ان کے مواقعِ ورود اور اوقاتِ نفاذ متعین کیے تھے۔ چند مثالوں سے بات واضح ہوجائے گی: بچے/ بچی نے رسولِ اکرم ﷺ کی گود میں پیشاب کردیا تو کپڑا پاک کرنے کا حکم الگ الگ عطا فرمایا۔ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد تازہ وضو نہیں کیا اور نماز ادا فرمائی اور اس نے بتادیا کہ حکمِ سابق منسوخ ہوا۔ ایک برتن سے مرد وعورت نے وضو کیا تو مشترکہ پانی استعمال کرنے کا جواز نکلا، حیض ونفاس اور استحاضہ کے مخصوص معاملات خدمتِ اقدس میں پیش کیے گئے تو ان کے احکام عطا کیے۔ نکاح وطلاق اور ظہار وغیرہ کی شکایات اور درخواستیں آئیں تو ان کے ضروری احکام بروقت ان کے پیش کرنے والوں کو دیے گئے وغیرہ۔

خواتین کی باہمی ملاقاتوں اور زیارتوں نے دوسرا بڑا کام یہ کیا کہ ان اسلامی احکام کی ترسیل اور ترویج کی جس طرح انھوں نے دوسری احادیث اور سنتوں کی اشاعت کی تھی۔ ان احکامِ احادیث کے ضمن میں ایک اور اہم پہلو یہ بھی نظر آتا ہے کہ بعض مخصوص احکام تھے جو ان لوگوں/ خواتین کے خاص احوال کے سبب دیے گئے تھے جیسے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے نان نفقہ اور سکونت کے مقامات کا معاملہ تھا۔ ان کے علاوہ مسلمہ اور آفاقی احکام دوسرے تھے جو دوسری احادیث احکام میں موجود ہیں۔ ان خواتین عہد نبوی کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے زمانے میں ان احکام کو محفوظ رکھا، ان کے احوال کو محفوظ رکھا اور ان کو بلا کم وکاست دوسروں تک پہونچایا۔ احکام کی دنیا میں بھی وجودِ زن سے کافی رنگ ہے۔

غزواتِ نبوی میں خواتین

عہدِ نبوی کے اجتماعی اور قومی معاملات میں سے ایک جہادی سرگرمی تھی۔ مدنی عہد کے بیشتر اوقات پر اسی کا سایہ چھایا رہا تھا۔ اس دس سالہ دورِ اجتماعیت میں رسولِ اکرم ﷺ کو مختلف عرب قبائل اور یہودی ونصرانی طاقتوں کے خلاف طاقت استعمال کرنی پڑی۔ اس لئے مورخینِ اسلام اور سیرت نگارانِ نبوی کے مطابق ستائیس غزوات اور ساٹھ کے قریب سرایا (مہمیں) پیش آئیں۔ سرِدست ان کی تاریخ سے بحث ہے نہ ان کی تفصیلات سے اور نہ اس نکتہ سے کہ وہ تمام مہمیں فوجی تھیں، جارحانہ جنگیں تھیں یا مدافعانہ کوششیں۔ ہماری موجودہ بحث ان غزوات ومہماتِ نبوی میں خواتینِ اسلام کی جہادی شرکت ومعاونت تک ہی محدود ہے (کتبِ سیرت وحدیث جیسے ابن ہشام، واقدی، بلاذری، ابن کثیر و بخاری، مسلم کے علاوہ ملاحظہ ہو: خاکسار کی کتاب: نبوی غزوات وسرایا کی اقتصادی جہات وغیرہ)۔

روایاتِ سوانح، آثارِ سیرت اور احادیثِ نبوی بتاتی ہیں کہ اول روزِ جہاد سے مسلم خواتین اور صحابیاتِ عصر میں روحِ جہاد موجود تھی۔ وہ اپنے مردوں کی طرح اسلامی خدمت، کلمۂ الٰہی کی بلندی اور دین ومعاشرے کی مدافعت کے لئے تلوار اٹھا سکتی تھیں اور اپنے مجاہدوں کی خدمت کر سکتی تھیں۔ اگرچہ میدانِ جنگ میں جانا ان کے لئے فرض نہ تھا کہ جہاد وقتال اسلامی شریعت میں صرف مردانہ کام ہے۔ اس کے باوجود رسولِ اکرم ﷺ نے متعدد خواتینِ اسلام کو مختلف غزوات ومہمات میں شرکت کی اجازت

مرحمت فرمائی۔ اس اذنِ نبوی سے ایک سنتِ اسلامی وجود میں آئی کہ ضرورت پڑنے پر اور موقعہ ومحل کے لحاظ سے جہاد میں عورتوں کو شرکت کی اجازت ہے (بخاری، کتاب الجهاد و السير کے ابواب جهاد النساء وغیرہ[ابواب: ۶۲-۶۸ ومابعد] اور فتح الباری، ۶/ ۹۳-۱۰۰ اومابعد کے مباحث بہت اہم ہیں؛ نیز مقالہ خاکسار "اسفار وغزوات نبوی میں ازواج مطہرات کی رفاقت" تحقیقات اسلامی علی گڑھ، ۱۹۹۵ء، ۲۱-۴۱)۔

عام عرب روایات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ خواتین اپنے جنگجوؤں کے ساتھ لشکروں میں مختلف مقاصد سے شریک ہوا کرتی تھیں۔ زخمیوں کی دیکھ بھال، ان کا علاج معالجہ، نقل وحمل میں اعانت، سامان رسد کی فراہمی اور دوسری رفاہی خدمات ان مقاصد میں شامل تھیں۔ خواتین کی میدانِ جنگ اور اس سے پہلے فوج میں موجودگی مجاہدوں، جنگجوؤں اور سورماؤں کا حوصلہ بڑھاتی تھی اور ان کی مردانگی جگاتی تھی۔ غزواتِ احد وحنین میں مخالف لشکروں میں قریشی اور ہوازنی سورما بالترتیب اپنی چیدہ اور تمام خواتین کو میدان جنگ میں اس لئے لائے تھے کہ ان کے پیروقتِ ابتلاء میں نہ اکھڑیں اور وہ مشکل حالات میں بھی جمے اور ڈٹے رہیں، جان دے دیں مگر بزدلی سے فرار کا راستہ نہ پکڑیں۔ اسلامی لشکروں میں ان مقاصد سے اعلیٰ اور برتر مقصد ملتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں ان کا بھی حصہ رہے۔ اسلامی اجتماعیت اور جہادی خدمت کے تقاضوں نے بھی خواتینِ اسلام کے ایک طبقہ کو غزوات میں حصہ لینے کے لئے آمادہ کیا تھا اور رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو مختلف غزوات میں خدمات ادا کرنے کی بخوشی اجازت دی تھی۔ یہی مطالعہ اس فصل میں مقصودِ مرد وزن ہے (کتاب سیرت وتاریخ کے ابواب متعلقہ کے علاوہ، بخاری، کتاب المغازی کے مختلف ابواب اور فتح الباری کے مباحث متعلقہ ملاحظہ ہوں، نیز آئندہ بحث بھی ملاحظہ ہو)۔

نبوی غزوات میں مجاہداتِ اسلام کی شرکت وخدمت کا مطالعہ مختلف طریقوں اور زاویوں سے کیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے دو بہتر معلوم ہوتے ہیں: ایک انفرادی شخصیات کے حوالے سے کہ

کس خاتونِ اسلام نے کس کس غزوہ یا جہاد میں حصہ لیا۔ دوسرے غزوات کے اعتبار سے کہ کس کس غزوہ میں کون کون سی خواتینِ عصر اور صحابیات رسول اللہ ﷺ نے شرکت کی تھی۔ دوسرا طریقۂ بحث ہی زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شرکتِ خواتین کی کامل صورت گری کی جاسکتی ہے اور جہاں جہاں ضرورت ہوگی وہاں وہاں مجاہداتِ اسلام کی انفرادی مساعی اور مجاہدوں کا ذکر بھی کیا جائے گا۔

غزوۂ بدر ۲ھ/۶۲۴ء میں خواتین کی شرکت کا ذکر بالعموم نہیں ملتا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ ان کی شرکتِ اس غزوہ میں نہیں ہوئی تھی۔ لیکن ایک روایت ایسی ملتی ہے جو اس غزوۂ اکبر کے ایک بہت اہم پہلو کی طرف اشارہ کرتی ہے اور قرآن مجید کی ایک آیتِ کریمہ کے مطابق ہے: حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث ؓ خزرج کے خاندان بنو مالک بن النجار کی ایک عظیم خاتون تھیں۔ اسلام لانے اور بیعت کرنے کے علاوہ وہ قرآن کی جامع بھی تھیں: ''وکانت قد جمعت القرآن''۔ غزوۂ بدر سے قبل انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے درخواست کی تھی کہ ''مجھے غزوہ میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ آپ کے زخمیوں کی دوا کریں اور بیماروں کی تیمارداری کریں اور شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمادے''۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: بیشک اللہ تعالیٰ تم کو شہادت عطا فرمانے والا ہے اور آپ ﷺ نے ان کا نام ہی ''شہیدہ'' رکھا تھا: ''...... وکان رسول اللہ ﷺ حین غزا بدرا قالت له: تاذن لی فاخرج معک، اداوی جرحاکم، وامرض مرضاکم، لعل اللہ یهدی لی شهادة قال: ان اللہ مهدلک شهادة، فکان یسمیها الشهیدة......'' (ابن سعد، ۸/ ۴۵۷؛ اسد الغابة، ۵/ ۴۸۹)۔ عہد فاروقی میں ان کو ان کے غلام و باندی نے قتل کر کے ان کو شہادت کے درجہ پر فائز کر دیا تھا اور بقولِ حضرت عمرؓ قولِ نبوی کی اس طرح تصدیق ہوگئی (ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب امامة النساء؛ حدیث: ۵۹۱-۵۹۲: ان النبی ﷺ لما غزا بدرا قالت...... کان رسول اللہ ﷺ یزورها فی بیتها......)۔

بعض بدوی خواتین اور دیہاتی عورتوں کی شرکت برائے خدماتِ رفاہی کا ذکر دوسری روایات میں بھی آتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک روایت میں دو کنیزوں یا خادماؤں کے لڑائی جھگڑے کا حوالہ جنگ سے پہلے ملتا ہے۔ ایک دوسری کی مقروض تھی، قرض خواہ قرض کی ادائیگی پر اصرار کر رہی تھی۔ مقروض نے کہا کہ تھوڑا صبر اور انتظار کرو۔ لشکرِ قریش وفوج مدینہ آ رہی ہیں۔ میں ان میں کام کر کے اجرت پر کچھ کماؤں گی اور تمہارا قرض اتاروں گی۔ بہرحال اس کا امکان ہے کہ جنگ کے زمانے میں قرب وجوار کی خواتین نے مختلف نوعیت کے کام انجام دیئے ہوں اور اس طرح شرکت کی ہو۔ زخمیوں کی دیکھ بھال اور فوجیوں کی خدمت وغیرہ کے کام بدوی خواتین کے انجام دینے سے یکسر انکار نہیں کیا جا سکتا (واقدی، کتاب المغازی)۔

غزوۂ احد ۳ھ/ ۶۲۵ء

اس غزوہ میں خواتینِ اسلام کی جان نثارانہ شرکت اور دلآویز ودلدوز خدمات کا ذکر متعدد روایات میں ملتا ہے۔ مجاہداتِ اسلام کی تعداد بھی کافی ہے اور ان کی خدمات کی نوعیت بھی وسیع ہے۔ ان کے ذکر میں انفرادی تذکرے کا طریقہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے:

۱۔ ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہؓ کا ذکر بہت اہم ہے۔ وہ ایک دوسری خاتون کے ساتھ اپنے پائینچے چڑھائے ہوئے اپنی پیٹھ پر مشکیزے لادے لاتی تھیں اور سپاہیوں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور جب مشکیزے خالی ہو جاتے تھے تو پھر ان کو بھر لاتی تھیں گویا خدمات کا یہ عمل مسلسل ومتواتر تھا: حدیث: ۲۸۸۰: ’’عن انسؓ قال: لما کان یوم احد انهزم الناس عن النبی ﷺ قال: ولقد رأیت عائشة بنت ابی بکر و ام سلیم، وانهما لمشمرتان، اری خدم سوقهن، تنقز ان القرب...... علی متونهما ثم تفرغانه فی افواه القوم، ثم ترجعان فتملانها ثم تجیئان فتفرغانه فی افواه القوم ‘‘(بخاری، کتاب الجهاد، باب غزو النساء و

فقتالهن مع الرجال)۔

۲۔حضرت ام سلیمؓ حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ دوسری خاتون تھیں جو پانی پلانے کی یہ خدمت انجام دیتی رہی تھیں (نیز احادیث:۲۹۰۲،۳۸۱۱،۴۰۶۴)۔

۳۔حضرت ام سلیطؓ حضرت ابو سعید خدری کی والدۂ ماجدہ، نے بھی مجاہدین احد کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی تھی۔حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک بار بہت عمدہ قسم کی چادریں (مروط) خواتینِ مدینہ میں تقسیم کیں اور ایک باقی رہ گئی۔کسی حاضر باش نے کہا کہ وہ چادر اپنی اہلیہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کو دے دیں۔لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت امِ سلیط کا حق زیادہ ہے کیونکہ وہ ایسی انصاری خواتین میں شامل ہیں جنہوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے بیعت کی تھی اور جو غزوۂ احد میں ہمارے لئے مشکیزے بھر بھر کر لاتی تھیں [حدیث:۲۸۸۱،طرف:۴۰۷۱] (بخاری، کتاب الجهاد، باب حمل النساء القرب الى الناس فى الغزو؛ فتح الباری،۹۶/۶-۹۷ومابعد)۔

حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما کے سلسلے میں امام بخاریؒ نے جو باب کا عنوان قائم کیا ہے وہ بہت معنی خیز ہے۔"مردوں کے ساتھ خواتین کا غزوہ اور ان کا قتال"۔حضرت امامؒ نے ان خدمات کو قتال و جہاد کے معنی میں لیا ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے اس کی شرح میں بیان کیا ہے کہ خواتین رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ جنگوں، مقابلوں اور غزوات میں شریک ہوتی تھیں اور مجاہدوں کو پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں: "كان النساء يشهدن مع النبى ﷺ المشاهد و يسقين المقاتلة و يداوين الجرحى" (۹۶/۶)۔

۴۔حضرت ربیع بنت معوذ انصاریؓ ایک اور مجاہدۂ احد تھیں۔وہ بھی اس غزوہ میں شریک ہوئی تھیں۔اس کے علاوہ بھی وہ عام طور سے دوسری خواتین کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں اور پانی پلانے، زخمیوں کا علاج کرنے، شہیدوں کو منتقل کرنے اور ایسی دوسری خدمات بجا

لانے کا فریضہ انجام دیتی تھیں: ''کنا مع النبی ﷺ نسقی و نداوی الجرحیٰ، ونرد القتلیٰ (الی المدینة) [حدیث: ۲۸۸۲]، انھیں کا ایک اور بیان ہے: '' کنا نغزو مع النبی ﷺ فنسقی القوم، و نخدمهم، ونرد الجرحیٰ والقتلیٰ الی المدینة '' [حدیث: ۲۸۸۳ اور حدیث ۵۶۷۹] (فتح الباری، ۶/ ۹۸)۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے اور بعض دوسرے روایتی علمائے کرام نے حضرت ربیع بنت معوذ کی حدیث میں ایک اور راوی کے حوالے سے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہم قتال نہیں کرتے تھے (ولا نقاتل) اور پوری بحث کی ہے کہ عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے سوائے غیر معمولی حالات کے کہ جب دشمن یورش کر بیٹھیں اور عورتوں کی شرکت بھی لازمی ہو جائے۔ اسی بنا پر غزوۂ احد میں حضرت ام عمارہؓ کے قتال کو انھوں نے ایسی ہی غیر معمولی صورتِ حال کا حکم قرار دیا ہے۔ اصولی طور پر یہ موقف صحیح ہے لیکن وہ غزوات و جہاد میں خواتین کی شرکت وقتال کے خلاف بطور دلیل استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ موجودہ دور میں طریقِ جنگ اور ہتھیاروں کی دور اندازی کے سبب ان کے لئے قتال کا جواز بھی نکلتا ہے بلکہ بسا اوقات ناگزیریت بھی ثابت ہوتی ہے (کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ ۲/ ۲۲۷-۲۴۰ اور دیگر کتب سیرت و تاریخ جدید)۔

☆ حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازنی نجاری خزرجیؓ کی شرکتِ غزوۂ احد کا واقعہ بہت اہم ہے لہذا کچھ تفصیل کا متقاضی ہے۔ وہ ان صحابیات میں شامل ہیں جنھوں نے عہدِ نبوی میں متعدد غزوات میں شرکت کی تھی اور خلافتِ اسلامی کے اولین دور کے جہاد میں بھی حصہ لیا تھا۔ وہ مکی دور میں ہونے والے معاہدہ حرب (جنگ) یعنی بیعتِ عقبہ ثانیہ ۶۲۲ء میں بھی شریک تھیں اور انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ غزوۂ احد میں حضرت ام عمارہؓ اپنے شوہرِ نامدار حضرت غزیہ بن عمرو مازنی نجاری اور اپنے دو فرزندوں — حضرات عبداللہ و حبیبؓ — کے ساتھ صبح صبح اپنی مشک (شن) کے ساتھ شریک ہوئیں۔ ان کا ارادہ زخمیوں کو پانی پلانے کا تھا۔ اس دن انھوں

نے جدال وقتال بھی کیا اور بڑی بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ اس قتال و جہاد میں وہ شدید زخمی ہوئیں اور ان کے جسم پر گیارہ بارہ زخم لگے جو نیزوں اور تلواروں کی ضرب سے آئے تھے۔

بعد میں وہ اپنے سامعین اور زائرین سے غزوۂ احد میں اپنی شرکت کا واقعہ بیان کیا کرتی تھیں۔ ان کا بیان بہت اہم ہے۔ ''میں دن کے آغاز ہی میں احد کی طرف روانہ ہوگئی، میرے ساتھ میرا مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا۔ میں لوگوں کی کارگذاری دیکھتی جارہی تھیں۔ میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس پہونچی، اس وقت آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تھے اور مسلمانوں کو غلبہ و فتح حاصل ہورہی تھی۔ جب (رسولِ اکرم ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کے سبب) مسلمانوں کو شکست ہوئی تو میں بھی میدانِ قتال میں کود پڑی اور باقاعدہ لڑنے لگی اور رسولِ اکرم ﷺ کا دفاع تلوار سے کرتی رہی اور کمان سے تیر چلاتی رہی۔ یہاں تک زخموں نے مجھے نڈھال کردیا۔ مجاہدینِ اسلام رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر پسپا ہوگئے تھے۔ اسی دوران دشمنِ اسلام ابن قمیہ (عبداللہ بن قمیئہ) چیختا ہوا حملہ آور ہوا کہ مجھے محمد ﷺ کا پتہ بتاؤ وہ بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے کچھ مجاہدین کے ساتھ اس کا راستہ کاٹا۔ ان مجاہدین میں میں بھی تھی۔ اس نے مجھ پر یہ وار کیا (جس نے ان کے شانے پر بہت گہرا زخم لگادیا)۔ میں نے بھی اس پر متعدد ضربیں تلوار سے لگائیں لیکن دشمنِ خدا نے دو دو زرہیں پہن رکھی تھی (لہذا میری ضربوں نے اسے کوئی نقصان نہیں پہونچایا):

''......فلما انهزم المسلمون انحزت الى رسول اللهﷺ فجعلت اباشر القتال، واذب عن رسول اللهﷺ بالسيف وارمي بالقوس حتى خلصت الّي الجراح...... اقبل ابن قمیئة وقد ولى الناس عن رسول اللهﷺ يصيح، دلوني على محمد فلا نجوت ان نجا. فاعترض له مصعب بن عمير و ناس معه، فكنت فيهم فضربني هذه الضربة، ولقدضربته على ذلك ضربات، ولكن عدوالله كان عليه درعان'' (ابن سعد، ۸/

۴۱۲-۴۱۳؛ نیز بخاری، کتاب المغازی، غزوۃ احد؛ فتح الباری، ۷/۴۵۷)۔

ایک اور عینی شاہدہ- جدہ (دادی) حضرت حمزہ بن سعید المازنیؓ- کا بیان ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے خود سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: نسیبہ بنت کعب کا مقام فلاں فلاں کے مقام سے خیر و افضل ہے۔ آپ ﷺ نے خود مشاہدہ فرمایا تھا کہ اس دن انھوں نے شدید جنگ کی تھی اور انھوں نے اپنی کمر میں اپنے کپڑے کو باندھ لیا تھا۔ دورانِ قتال ان کو تیرہ زخم لگے۔ عینی شاہدہ اور شریکِ غزوہ فرمایا کرتی تھیں کہ میں نے خود ابن قمیۂ کو دیکھا کہ وہ ان کے شانے پر تلوار سے ضربیں لگا رہا تھا اور وہی ان کا سب سے بڑا زخم تھا جس کی سال بھر تک دوا دارو اور علاج معالجہ ہوتا رہا۔ بہر حال غزوہ میں جب حالت ذرا سنبھلی اور مسلمانوں نے اپنے شکستہ قدم جمائے تو رسولِ اکرم ﷺ کے منادی نے حمراء الاسد جانے کی پکار لگائی۔ حضرت نسیبہ/ ام عمارہ نے اس حالت میں بھی اپنی کمر کس لی اور کپڑے باندھ لئے مگر خون بہنے کے سبب وہ حمراء الاسد نہیں جاسکیں۔ ہم رات بھر جراح سے ان کا علاج کراتے رہے حتی کہ صبح ہوگئی اور جب رسولِ اکرم ﷺ حمراء الاسد سے واپس ہوئے تو گھر بھی نہیں پہونچے تھے کہ حضرت عبداللہ بن کعب مازنی کو ان کی خیر خبر لینے کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ مازنی نے رسولِ اکرم ﷺ کو ان کی سلامتی کی خبر پہونچائی تو رسولِ اکرم ﷺ فرطِ مسرت سے جھوم جھوم گئے (ابن سعد، ۸/۴۱۳؛ نیز اسد الغابۃ، الاصابۃ وغیرہ میں سوانح حضرت نسیبہ اور راویہ گرامی: جدۂ حضرت حمزہ بن سعید مازنیؓ)۔

ابن سعد اور دوسرے اہلِ سیر و تاریخ نے حضرت ام عمارہؓ کے قتال و جہاد کے کئی واقعات تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ سب کا تذکرۂ خیر تو اسی کو ایک کامل مقالہ بنا دے گا۔ ان واقعات کا اختصار ان کی مجاہدانہ سرفروشیوں کو ظاہر کرنے کے لئے یہاں کافی ہوگا۔

۱- مسلمانوں کی پسپائی کے وقت زیادہ سے زیادہ دس افراد رسولِ اکرم ﷺ کے ارد گرد رہ گئے

تھے جن میں حضرت ام عمارہؓ کے ساتھ ان کے شوہر اور دونوں فرزند بھی تھے۔ حضرت ام عمارہ کے پاس ڈھال نہ تھی لہذا ایک فراری سے اس کی ڈھال لے لی اور رسول اکرم ﷺ کا بچاؤ اس سے کرنے لگیں۔

۲- حضرت ام عمارہؓ اور دوسرے مدافعین کی مشکل یہ تھی کہ ان پر دشمن شہسواروں نے حملہ کیا تھا۔ ایک شہسوار کے تلوار کے حملہ کو انھوں نے اپنی ڈھال سے روک لیا اور جب وہ بھاگا تو انھوں نے اس کی گھوڑنس کاٹ دی اور وہ اپنی پیٹھ کے بل گرا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے فرزند کو آواز دے کر اپنی ماں کی مدد کرنے کے لئے متوجہ کیا اور انھوں نے اس سوار کا تیا پانچہ کر دیا۔

۳- حضرت ام عمارہؓ نے شدید زخمی حالت میں بھی اپنے فرزند پر حملہ کر کے زخمی کرنے والے کو جا لیا اور اس کی پنڈلی پر ایسا وار کیا کہ وہ گر پڑا۔ رسولِ اکرم ﷺ کے فرطِ مسرت سے دندانِ مبارک کھل گئے حتی کہ آپ ﷺ کے مسوڑھے دکھنے لگے۔ ماں بیٹے نے مل کر اس کا کام تمام کیا اور اس کے ہتھیار بطور سلب (غنیمت) پائے۔

۴- ان کے فرزند حضرت عبداللہ کی ایک روایت بھی ان کی جہادی سرگرمی، قتال اور زخمی ہونے اور رسولِ اکرم ﷺ کی تحسین کے بارے میں ہے۔

۵- خلافتِ صدیقی میں جنگِ یمامہ ۱۲ھ/۶۳۳ء کے دوران ان کا ایک ہاتھ لڑتے لڑتے کٹ کر گر گیا تھا۔

ان روایاتِ حقیقت اور آثارِ عظمت سے ان کے مجاہدہ و مقاتلہ ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ ایسی شہادت جوان کو بیشتر مجاہدینِ احد پر فضیلت بخشتی ہے (ابن سعد، ۸/۴۱۴-۴۱۵؛ ابن ہشام ۲/۸۴؛ ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ ۴/۳۴؛ سہیلی متعلقہ غزوہ وغیرہ)۔

غزوۂ احد میں دوسری خواتینِ اسلام کی شرکت اور خدمت کا قرینہ اور حوالہ بعض روایات سے ملتا ہے۔ حضرت ام عمارہؓ کے ذکرِ خیر میں حضرت ضمرہ بن سعید المازنیؓ کی ایک جدہ (دادی/

نانی) کے بارے میں ایک روایت آئی ہے کہ وہ بھی شریک غزوہ تھیں اور پانی پلانے کی خدمت انجام دیتی رہی تھیں: ''وکانت قد شهدت احدا تسقى الماء'' (ابن سعد، ۸/۴۱۳)۔

رسولِ اکرم ﷺ کے زخمی ہونے کی خبر وحشت اثر نے بتول زہرا حضرت فاطمہؓ کو بھی میدان کارزار میں پہونچا دیا تھا اور ان ہی نے زخمی رسولِ مکرم ﷺ کی مرہم پٹی کی تھی۔ ان کے علاوہ شکست اور شہادت کی خبروں نے متعدد دوسری خواتین مدینہ کو میدانِ جنگ میں جانے اور وہاں خدمات انجام دینے پر مجبور کیا تھا۔

بعض روایات میں دیگر مجاہدات کے بارے میں آتا ہے کہ انھوں نے سات غزوات میں شرکت کی اور بعض نے سولہ غزوات میں شرکت کی مگر ان کی تفصیلات بالعموم نہیں ملتیں۔ اس کا قطعی امکان ہے کہ ان غزوات میں غزوۂ احد بھی شامل رہا ہو۔ بہر حال ان عمومی بیانات کا ذکر بعد میں آئے گا اور وہاں ان پر بحث کی جائے گی۔ غزوۂ احد کے حوالے سے بہر حال ان تمام خواتینِ اسلام کی خدمات کا ذکر ہونا چاہیے جو میدان جنگ پہونچیں اور وہاں انھوں نے مختلف نوعیت کی خدمات انجام دیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم خدمت زخمیوں کی مرہم پٹی اور شہیدوں کی منتقلی تھی (بخاری، فتح الباری، ۷/ ۴۵۸ وما بعد؛ نیز کتب سیرت ابن ہشام، واقدی وغیرہ)۔

قریشی کافرات میدانِ احد میں

عرب اور قریشی روایت کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ وہ اپنے لشکروں اور جنگوں میں اپنی عورتوں کو ساتھ لے کر جایا کرتے تھے۔ وہ رجز گا بجا کر ان میں جوش وخروش پیدا کرتیں، مختلف قسم کی رفاہی خدمات انجام دیتیں اور جنگ کے شعلوں کو بھڑکاتی تھیں۔ غزوۂ احد میں وہ بدر کی قومی شکست کا انتقام بھی لینے آئی تھیں کیونکہ جوشِ انتقام میں وہ منتقم مزاج مردوں اور سورماؤں سے پیچھے نہ تھیں۔ ان خواتینِ قریش نے بعض اکابر صحابہ کو نشانہ بنالیا تھا اور ان کے قتل کے منصوبے بنا کر لائی تھیں بلکہ

قاتلوں کو معاوضہ پر لے کر آئی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کے عزیز ترین حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب ہاشمی ہند بنت عتبہ بن ربیعہ عبشمی اور بعض دوسرے اکابرِ قریش کا خاص ہدف تھے کیونکہ ان کے ہاتھوں بعض اکابرِ قریش غزوۂ بدر میں موت کے گھاٹ اترے تھے چنانچہ ان کے منصوبے کے مطابق حضرت وحشیؓ نے حضرت حمزہؓ کو شہید کر کے ان کے انتقامی منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا تھا۔

قریشی خواتین میں معمولی درجہ کی گانے بجانے والیاں اور رجز پڑھنے والی نہیں تھیں، بلکہ وہ سردارانِ قوم کی بیگمات و خواتینِ حرم تھیں۔ ابوسفیان بن حرب اموی کی دو بیویاں۔ ہند بنت عتبہ اور امیمہ بنت سعد، صفوان بن امیہ کی دو بیویاں۔ برزہ بنت مسعود ثقفی اور البغوم بنت المعدل، طلحہ بن ابی طلحہ کی بیوی سلافہ بنت سعد، عکرمہ بن ابی جہل مخزومی کی بیوی ام جہیم بنت حارث، حارث بن ہشام کی بیوی فاطمہ بنت الولید، عمرو بن العاص سہمی کی بیوی ہند بنت منبہ، حارث بن سفیان کی بیوی رملہ بنت طارق، کنانہ بن علی کی بیوی ام حکیم بنت طارق اور ان جیسی اور ممتاز قریشی خواتین شامل تھیں اور ان سب نے قریشی فوج کو جوش دلانے اور میدان میں ثابت قدم رہنے میں بڑا کردار ادا کیا تھا (واقدی، ۲۰۲-۲۰۳ و مابعد؛ بخاری/ فتح الباری، ۷/ ۴۵۸-۴۶۴ و مابعد)۔

غزوۂ مریسیع ۵ھ/ ۶۲۷ء

اس کو غزوہ بنی المصطلق بھی کہا جاتا ہے۔ بنو المصطلق قبیلہ تھا جس کے خلاف اقدام ہوا تھا اور مریسیع میدانِ جنگ کا نام ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی ایک سنت یہ بھی تھی کہ آپ اپنے اسفار و غزوات میں قرعہ اندازی فرماتے تھے اور جس کا قرعہ نکلتا ازواج مطہرات میں سے ان کو ساتھ لے جاتے تھے۔ اس غزوہ میں دو امہات المومنین۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہؓ کو ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ غزوہ کے خاتمہ اور مدینہ کے واپسی کے سفر کے دوران حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت وافتراء کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت صدیقہؓ کی براءت، معصومیت، عظمت اور جلالتِ شان کے

باب میں سورۂ نور کی دس آیات کریمہ بالآخر نازل ہوئیں اور اسی کے ساتھ تہمت طرازی اور بہتان تراشی (قذف) کے احکام نازل ہوئے۔ اسلامی قانون اور شرعی ضابطہ ٹھہرا کہ بھولی بھالی مومنات پر کوئی الزام لگائے تو اسے اسی کوڑے مارے جائیں اور اس کی گواہی وشہادت قبول نہ کی جائے جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ اسی سفر میں حضرت صدیقہؓ کی وجہ سے تیمّم کے احکام ملے اور بقول ایک صحابی جلیل خاندانِ صدیقی کی برکات میں وہ پہلی برکت نہ تھی (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک: ابن ہشام، ابن سعد، ابن کثیر، طبری، نیز واقدی میں غزوۂ مریسیع کا باب ومبحث)۔

غزوۂ مریسیع میں اگرچہ حضرت ام سلمہ بھی شریکِ سفر تھیں تاہم ان کا ذکرِ خیر یا ان کی کارگذاری کا تذکرہ بالکل نہیں آتا۔ اسی طرح دوسری مسلم خواتین اور مجاہدات کا ذکر خیر بالکل نہیں کیا جاتا۔ اس کا قوی امکان اور قوی تر قرینہ ہے کہ اس میں بعض دیگر خواتین اسلام ضرور شریک رہی تھیں کیونکہ بخاری اور دوسری کتب حدیث وتاریخ کی جو روایات واحادیث غزوۂ احد کے بارے میں گذری ہیں ان میں مجاہدات کے شریک ہونے کا عمومی تذکرہ ملتا ہے۔ بہرحال تلاش وتحقیق سے ان مجاہدات کی شرکت کی روایتی شہادت تلاش کی جا سکتی ہے۔

عرب روایت دوسری طرف ثابت کرتی ہے کہ بنو مصطلق کے جمِ کثیر اور لشکر جرار میں ایک بڑی تعداد عورتوں کی موجود تھی۔ ان میں قبیلہ بنو مصطلق کے سردار کی دخترِ ارجمند حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقی خزاعی سرفہرست تھیں جو قید وگرفتار ہوئیں، زرِ فدیہ دے کر آزاد ہوئیں اور بالآخر رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ اور ام المومنین بنیں۔ ان کی شادی اور خیر وبرکت سے مجاہدین اسلام نے اپنی تمام کنیزیں اور باندیاں اور غلام آزاد کر دیئے اور بقول حضرت عائشہؓ حضرت جویریہؓ سے زیادہ اور کوئی شخصیت اپنی قوم کے لئے بابرکت اور خیر وعافیت کا باعث نہیں ہوئی۔ روایات کے مطابق ایک سو گھرانے آزادی کی نعمت سے مالا مال ہوئے اور صرف ان کی وجہ سے جیسا کہ روایات کے دروبست

سے معلوم ہوتا ہے کہ قبیلہ بنوالمصطلق کی بیشتر آبادی، جو مردوزن اور بچوں پر مشتمل تھی، میدان جنگ ۔مریسیع ۔میں موجود تھی۔اس کی ایک توجیہ تو یہ کی گئی ہے کہ یا کی جاسکتی ہے کہ بنوالمصطلق کے لوگ اپنے جانوروں کو چشموں پر پانی پلا رہے تھے جب ان پر اسلامی حملہ ہوا اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ بھی قریشی روایت غزوۂ احد کے مطابق اپنی عورتوں کو میدان میں ساتھ لائے تھے تا کہ وہ ان کے سورماؤں کی ہمت افزائی کریں جس طرح بعد میں غزوۂ حنین میں ہوازن کے قائدینِ جنگ نے حکمت جنگی اختیار کی تھی۔گویا کہ وہ عرب روایاتِ جنگ کی پیروی میں موجود تھیں۔

غزوۂ خندق ۵ھ/ ۶۲۷ء

اسی سال کے اواخر میں قریشی اتحاد مدینہ منورہ پر دس ہزار کا لشکر جرار چڑھا لایا تا کہ مسلمانوں کو یکسر نیست ونابود کردے۔رسولِ اکرم ﷺ نے شہر کے شمالی حصہ میں ایک خندق عظیم کھود کران کے منصوبے کو خاک میں ملادیا۔مگر لشکر احزاب ایک ماہ تک محاصرہ کیے پڑا رہا۔یہ شدید ترین زمانہ تھا جب مسلمانوں اور مدنی ریاست اسلامی کی جان پر بن گئی تھی۔قرآن مجید کی سورۂ احزاب ۔ آیات:۹۔۲۷ میں اس آزمائش وابتلاء کا انتہائی زبردست نقشہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبانِ اعلیٰ سے کھینچا ہے۔وہ پڑھنے کے قابل ہے۔رسولِ اکرم ﷺ اور مسلمان مجاہدوں کے ساتھ اس غزوہ میں مسلم خواتین نے اپنا کردار ادا کیا اور ابتلاء وآزمائش کی گھڑیوں میں صبر وثبات اور اعانت وحوصلہ افزائی، خدمت والفت، جوشِ ایمانی اور جذبۂ اسلامی اور اجتماعیت دینی کا عظیم الشان مظاہرہ کیا۔متعدد خواتینِ اسلام اس غزوہ کے دوران اسلامی لشکر کے ساتھ تھیں اور مجاہد اعظم ﷺ اور آپ کے سرفروشوں کی خدمت کرتی تھیں (بخاری، کتاب المغازی، غزوۃ الخندق؛ فتح الباری، ۷/۴۹۰۔۵۰۸ کے ابواب مختلفہ؛ حافظ ابن حجرؒ نے کتب سیرت کی روایات بھی جمع کردی ہیں)۔

ان میں ازواج مطہراتِ سرِ فہرست تھیں۔تین ازواج طاہرات۔حضرت عائشہ صدیقہ،

حضرت ام سلمہ اور حضرت زینب بنت جحشؓ۔ باری باری سے محاذ پر اپنے مجاہد اعظم شوہر کے ساتھ موجود رہتی تھیں اور جنگی اور اسلامی خدمات انجام دیتی تھیں۔ ان کے متعدد واقعات روایاتِ تاریخ وحدیث میں مذکور ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے سخت موقعہ پر جب جگر و دل منہ کو آتے ہوں ان خواتین کا محاذ پر تیروں اور نیزوں کی بارش اور تناؤ کے ماحول میں موجود رہنا ہی ان کی دینی حمیت، فوجی صلابت اور اسلامی محبت کا ثبوت ہے۔ بقیہ ازواج مطہرات دوسری خواتینِ اسلام کے ایک بڑے طبقہ کے ساتھ بعض انصاری گڑھوں اور قلعوں میں موجود ومحفوظ تھیں (بخاری/فتح الباری مذکورہ بالا؛ ابن ہشام؛ ابن سید الناس، ۲/۳۳-۴۸: حضرت عائشہ کا مشورہ حضرت ام سعد کو)۔

قلعوں کی مجاہداتِ اسلام میں رسولِ اکرم ﷺ کی معمر پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہاشمی ﷺ بھی موجود تھیں۔ صرف ان کا کارنامہ ہی اسلامی صلابت اور جنگ میں مجاہدہ و جہاد ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ اتفاق سے ایک دشمنِ اسلام اسی قلعۂ خواتین کے ارد گرد منڈلاتا ہوا پایا گیا۔ حضرت صفیہؓ نے قلعہ سے اتر کر اس کا کام تمام کیا اور سب ''محصورین ومحصورات'' کی حفاظت وسلامتی کا سامان کیا۔ یہ قتال خالص تھا (فتح الباری، ۷/ ۵۰۸ کے مطابق حضرت صفیہؓ نے بعض دوسری جنگی خدمات بھی انجام دی تھیں؛ کاندھلوی ۲/۳۲۳ بحوالہ ابن ہشام)۔

بعض انصاری خواتین جیسے حضرت ام سلیمؓ وغیرہ نے رسولِ اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے مجاہدین کے کھانے پینے کا انتظام کیا تھا جو محاصرہ کے دوران سب سے بڑی خدمت تھی۔ شدتِ محاصرہ سے مسلمانوں پر اتنا سخت وقت آیا کہ کئی کئی دنوں تک دانہ اڑ کر منہ میں نہیں گیا اور بسا اوقات ان کو پتیاں کھا کر گذارہ کرنا پڑا۔ بھوک کے مارے رسولِ اکرم ﷺ کے پیٹ پر دو دو پتھر بندھے تھے اور دوسرے مجاہدین اس سنتِ نبوی کی پیروی میں غلطاں تھے۔ ایسے میں کھانا فراہم کرنا غالباً سب سے بڑی فوجی خدمت بھی تھی (بخاری/فتح الباری، مذکورہ بالا: احادیث: ۴۱۰۱-۴۱۰۲ نیز احادیث مابعد)۔

غزوۂ بنی قریظہ ۵ھ/ ۶۲۷ء

غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب کے معاً بعد رسولِ اکرم ﷺ نے حکمِ الٰہی سے بنو قریظہ کے یہودی قبیلہ کے خلاف اقدام فرمایا کیونکہ انھوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی اور قریش اور ان کے اتحادیوں کی جنگی مدد کی تھی۔ فرمانِ الٰہی سے ان کا استیصال کیا گیا۔ چونکہ اسلامی لشکر کے پہونچنے پر دشمن قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا تھا اس لئے رسولِ اکرم ﷺ کو ان کا کافی لمبا محاصرہ کرنا پڑا۔ اس دوران مسلمان مجاہدین کے ساتھ بعض مجاہدات کی کارگذاری اور جہادی سرگرمی کا پتہ چلتا ہے اگر چہ بالعموم مجاہدات کا حوالہ اس غزوہ میں نہیں آتا (بخاری، کتاب المغازی، مرجع النبی ﷺ من الاحزاب ومخرجه الی بنی قریظه......الخ؛ فتح الباری، ۷/ ۵۰۸ومابعد)۔

حضرت زبیر بن عوامؓ کے ایک دشمن اسلام سے مبارزہ کے دوران ان کی والدہ ماجدہ حضرت صفیہؓ کی حوصلہ افزائی اور فرزند عزیز کی کامیابی پر تحسین کا ذکر ملتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس غزوہ کے دوران موجود تھیں (واقدی، ۵۰۴)۔ امکان ہے کہ اس غزوہ میں بعض دیگر خواتینِ اسلام بھی موجود و کارفرما تھیں۔

غزوۂ صلحِ حدیبیہ ۶ھ/ ۶۲۸ء

اگر چہ حدیبیہ کا غزوۂ نبوی فوجی مقاصد نہیں رکھتا تھا اور صرف عمرہ و زیارت کے مذہبی مقصد سے ترتیب دیا گیا تھا تاہم اس میں فوجی مضمرات بھی تھے۔ ابھی ایک سال پہلے تک قریش مکہ اسلامی ریاست کے خلاف فوجکشی کرتے رہے تھے اور جنگ کی صورت ہنوز قائم تھی مگر رسولِ اکرم ﷺ عمرہ کی مذہبی روایت عرب سے فائدہ اٹھا کر مکہ مکرمہ تشریف لے جانا چاہتے تھے اور اس کا فوری محرک ایک رویاء صادقہ ہوا تھا۔ اعلانِ عمرہ کے ساتھ ہی بہت سے صحابہ کرام اور صحابیات طاہرات بھی شریک غزوہ ہو گئے۔ ان کو بھی جنگ وجدال کا خدشہ تو بہر حال تھا ہی۔ اس لئے وہ صرف سفری اور

خود حفاظتی ہتھیار۔تلوار۔ساتھ لے گئے تھے اور جنگ وجدال کا خطرہ دور کرنے کی خاطر دوسرے ہتھیار نہیں لے گئے تھے (بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ الخ وغیرہ دوسرے ابواب؛ فتح الباری ۷/ ۵۴۷-۵۷۱؛ کتب سیرت وتاریخ کے ابواب غزوہ)۔

حسب دستور نبوی اس مذہبی ومقدس سفر میں ازواج مطہرات میں سے بعض چیدہ شخصیات شریکِ سعادت رہی تھیں۔ان میں حضرت ام سلمہؓ کا کردار بہت اہم ثابت ہوا۔صلح حدیبیہ کے انعقاد کے بعد صحابہ کرام پر بڑی پژمردگی طاری تھی کیونکہ ان کے خیال میں دب کر معاہدۂ صلح کیا گیا تھا اور سب سے اہم تکلیف یہ تھی کہ ان کو خانہ کعبہ تک جانے نہیں دیا گیا تھا۔اس نفسیاتی کرب کے دوران عمرہ کے ارکان و رسوم ادا کرنے کی ہدایت نبوی بھی ان کو نہ سنائی دی۔رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ام المومنینؓ کے مشورے پر خود ہی ارکان ادا کرنے شروع کر دیئے اور جیسے تمام صحابہ کرام جاگ پڑے اور ان سب نے قربانی کر کے احرام اتار دیئے۔حضرت ام سلمہؓ نے سوتے ہوؤں کو جگا دیا تھا (بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد الخ؛ فتح الباری، ۵/ ۴۰۴-۴۲۶ وما بعد؛ حدیث:۲۷۳۱-۲۷۳۲)۔

اس سفرِ مقدس میں متعدد دوسری خواتینِ اسلام نے بھی شرکت کی تھی اور مرد مجاہدوں کی مانند اپنے حصہ کے فرائض ادا کئے تھے لیکن ان کے بارے میں تفصیلات نہیں ملتیں لیکن غزوۂ خیبر میں شریک مجاہدات سے اس حقیقت کا اثبات ہوتا ہے۔

غزوۂ خیبر ۷ھ/ ۶۲۹ء

مدینہ منورہ کے شمال میں واقع یہودی شہر خیبر کے خلاف رسولِ اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے سفرِ عمرہ سے واپسی کے فوراً بعد اقدام کیا کیونکہ وہ غطفان وغیرہ عرب قبائل سے مل کر اسلامی ریاست مدینہ پر حملہ کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔اس غزوہ میں مجاہدین کے انتخاب کی ایک خاص حکمتِ نبوی یہ تھی کہ صلح/ غزوۂ حدیبیہ کے شرکاء کو ہی اس میں شرکت وجہاد کی اجازت دی گئی

تھی۔اس عظیم غزوہ وصلح میں رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ متعدد خواتینِ اسلام تشریف لے گئی تھیں جن میں چار اولین تھیں: حضرت ام المومنین ام سلمہ، حضرت ام عمارہ، حضرت ام منیع اور حضرت ام عامر اشہلیؓ۔غزوۂ خیبر کی تیاری شروع ہوئی تو خواتین کے متعدد وفد حاضرِ خدمت ہوئے اور انھوں نے ساتھ جانے کی درخواست کی۔رسولِ اکرم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ وہ کیوں جانا چاہ رہی ہیں۔انھوں نے عرض کیا کہ وہ پانی پلانے، کھانا کھلانے، زخمیوں کی تیمارداری کرنے اور دوسری ایسی ہی خدمات انجام دینے کا ارادہ رکھتی ہیں۔رسولِ اکرم ﷺ نے ان بخوشی اور برضاء ورغبت شرکت کی اجازت دے دی (ابن اسحاق/ابن ہشام، واقدی، ابن سعد، طبری، ابن کثیر وغیرہ کتب سیرت وتاریخ کے علاوہ کتب حدیث بخاری ومسلم اوران کی شروح ملاحظہ ہوں؛ واقدی اور اسد الغابۃ میں تفصیلات زیادہ ہیں۔ابن سعد کی جلد ہشتم کے سوانحی خاکوں میں یہ تفصیلات موجود ہیں)۔

۱۔حضرت امیہ بنت قیس غفاریؓ نے ہجرت کے بعد اسلام لانے کے بعد بیعت کی اور خیبر کے غزوہ میں پہلی بار شرکت کی۔ان کا بیان ہے کہ میں بنو غفار کی کچھ عورتوں کے ساتھ حاضر ہوئی اور ہم سب نے رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی تاکہ زخمیوں کی دوادارو کریں اور اپنی بساط بھر مسلمانوں کی مدد کریں۔رسولِ اکرم ﷺ نے اجازت عطا فرمادی اور ہم سب اس غزوہ میں نکلے۔ میں ایک کمسن لڑکی تھی لہذا آپ ﷺ نے مجھے اپنے اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔جب ہم ایک مقام پر پہونچے تو مجھے اونٹ کی کاٹھی کے اپنے حصہ پر خون کا اثر نظر آیا۔وہ میری پہلی ماہانہ اذیت تھی لہذا میں شرم کے مارے کاٹھی سے چمٹ گئی اور اترنے سے گریز کیا۔رسولِ اکرم ﷺ سمجھ گئے اور پاکی کا طریقہ سمجھایا۔جب خیبر فتح ہوا تو رسولِ اکرم ﷺ نے ہم کو مالِ غنیمت سے حصہ تو نہیں دیا البتہ عطا سے نوازا۔ وہ ایک ہار تھا جسے رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے میری گردن میں پہنایا تھا۔اللہ کی قسم! وہ مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوگا۔روایات میں ہے کہ وہ ان کی وفات کے وقت بھی ان کے گلے میں موجود تھا اور

انھوں نے وصیت کردی تھی کہ وہ ہار ان کے ساتھ ہی دفن کردیا جائے کیونکہ وہ ان کے چہیتے رسول ﷺ کا پہنایا ہوا تھا۔ وہ اسے جسم و جان سے کیسے دور کرسکتی تھیں۔ وہ پاکی کے اس خاص طریقے پر بھی عمل کرتی رہیں حتی کہ ان کے آخری غسل میں بھی نمک ڈالا گیا (ابن سعد، ۲۹۳/۸: دوسری غفاری مجاہدات کے اسماءِ گرامی کا ذکر اس روایت میں نہیں ہے۔ دوسری روایات میں منتشر طور سے ملتا ہے)۔

۲۔ حضرت ام سنانؓ بنو اسلم کے قبیلہ سے تھیں جو بنو غفار کا پڑوسی، حلیف اور دوست تھا۔ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر انھوں نے بھی یہی درخواست کی تھی اور رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو اجازت دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ تمہارے قبیلہ کی تمہاری سہیلیوں نے بھی مجھ سے یہی التجا کی ہے اور میں نے ان کو اجازت دے دی ہے جیسے بعض دوسری عورتوں کو اجازت دی ہے۔ اگر تم چاہو تو ہمارے ساتھ رہو اور چاہو تو اپنی قومی خواتین کے ساتھ رہو۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میری زوجہ ام سلمہؓ کے ساتھ ہو جاؤ اور میں انھیں کے ساتھ نتھی ہوگئی۔ حضرت ام سنان اسلمیہؓ بھی بیعت کرنے والی خواتین میں تھیں (ابن سعد، ۲۹۲/۸؛ واقدی، ۶۸۶-۶۸۷: مذکورہ بالا واقعہ کے علاوہ انھوں نے غزوۂ خیبر کے بعض واقعات بیان کیے ہیں۔ ان کو مغانم خیبر سے قیمتی کپڑے اور تانبے کی ایک پتیلی ملی تھی۔ وہ طبیب و جراح بھی تھیں اور اس حیثیت سے انھوں نے گرانقدر خدمات اس غزوہ میں انجام دی تھیں)۔

۳۔ حضرت ام مطاع اسلمیہؓ بھی بیعت کرنے والی خواتین میں سے تھیں اور رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں شریک ہوئی تھیں (ابن سعد، ۲۹۲/۸؛ واقدی، ۶۸۵: ان کا نام ام متاع الاسلمیہ لکھا گیا ہے جو بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے۔ صحیح ام مطاع ہے)۔

۴۔ حضرت کعیبہ بنت سعدؓ بھی اسلم سے تھیں اور ان کے والدِ ماجد کا نام سعد تھا۔ وہ رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ خیبر میں شریک تھیں۔ وہ باقاعدہ طبیب و جراح تھیں۔ ان کے مختصر ذکرِ خیر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غزوۂ خندق میں بھی شریک تھیں۔ ان کی جراحی کا ذکر الگ فصل میں آتا ہے (ابن

سعد، ۲۹۱/۸؛ واقدی، ۶۸۵ نیز اسد الغابۃ کا خاکہ)۔

۵- حضرت ام العلاءؓ انصاری تھیں۔ وہ بیعت کرنے والی خواتین کے علاوہ حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ کی میزبانہ بھی تھیں کہ ان ہی کے گھر میں صحابی موصوف نے نہ صرف زندگی بسر کی تھی بلکہ جان جاں آفریں کے سپرد کی تھی۔ وہ رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ خیبر کے غزوہ میں شرکت کرنے والی انصاری خواتین میں سے ایک تھیں (ابن سعد، ۴۵۹/۸؛ واقدی، ۶۸۵: ان کو عطائے خیبر سے تین ہار (خرزات) ملے تھے، اسی طرح ان کی سہیلیوں کو بھی ملے تھے۔ کان کی کئی طلائی بالیاں ان کے بھائی حضرت اسعد بن زرارہ کی لڑکیوں کے لئے عطا فرمائی تھیں۔ خواتین کو بالعموم زیورات ہی عطا فرمائے تھے)۔

۶- حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب انصاریؓ ان عظیم مجاہدات میں سے تھیں جنھوں نے متعدد غزواتِ نبوی میں شرکت کی تھی۔ ان میں اولین غزوۂ احد تھا اور پھر حدیبیہ اور خیبر میں شریک رہی تھیں اور بعد کے دوسرے غزوات میں بھی۔ غزوۂ احد میں ان کے جہاد و قتال پر کافی بحث آچکی ہے (ابن سعد، ۴۱۲/۸ نے دوسرے غزواتِ نبوی میں ان کے کارناموں کا ذکر نہیں کیا ہے، واقدی، ۶۸۵)۔

۷- حضرت ام سلمہ بن ابی امیہ مخزومی ام المومنینؓ اس غزوہ میں رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ گئی تھیں جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے (ابن سعد، ۲۹۲/۸؛ واقدی، ۶۸۵ نیز دیگر کتب حدیث و سیرت و سوانح)۔

ایک روایت کے مطابق غزوۂ خیبر میں بیس خواتینِ اسلام شریک تھیں۔ مذکورہ بالا مجاہدات کے علاوہ دوسری مجاہدات تھیں:

۸- حضرت صفیہ بنت عبد المطلب ہاشمیؓ جو رسولِ اکرم ﷺ کی پھوپھی اور حضرت زبیر بن عوام اسدیؓ کی ماں تھیں۔

۹- حضرت ام ایمنؓ جو رسولِ اکرم ﷺ کی انا اور کھلائی تھیں اور آپ ﷺ کی ماں کا درجہ رکھتی تھیں۔

۱۰- حضرت سلمیٰؓ، زوجہ حضرت ابو رافعؓ مولائے رسول ﷺ، جو خاندانِ نبوت سے حضرت

خدیجہؓ کے زمانے سے وابستہ تھیں۔

۱۱۔حضرت عاصم بن عدی انصاریؓ کی زوجہ محترمہ جن کا نام نہیں لیا گیا اور جنھوں نے اپنی دختر حضرت سہیلہ بنت عاصم کو خیبر ہی میں جنم دیا تھا۔رسولِ اکرم ﷺ نے ماں کے علاوہ نومولود بچی حضرت سہیلہ کو بھی عطا سے نوازا تھا۔

۱۲۔حضرت ام منیعؓ جو ام شباث کہلاتی تھیں۔

۱۳۔حضرت ام سلیم بنت ملحان انصاریؓ جو حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ تھیں اور متعدد غزوات میں شریک رہی تھیں۔

۱۴۔حضرت ام الضحاک بنت مسعود حارثیؓ۔

۱۵۔حضرت ہند بنت عمرو بن حزام انصاریؓ۔

۱۶۔حضرت ام عامر اشہلیؓ۔

۱۷۔حضرات ام عطیہ انصاریؓ جن کو رسولِ اکرم ﷺ نے دوسری مجاہدات کی مانند سرخ موتیوں کی مالا دی تھی جو انھوں نے وہیں پہن لی تھی۔

۱۸۔حضرت ام سلیطؓ۔

واقدی، ۶۸۵، کی فہرست میں نام صرف سولہ خواتین کے ہیں۔بعد کی روایات میں انھوں نے جن خواتین ومجاہدات کا ذکر کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

☆حضرت امیہ بنت قیس غفاریؓ جن کا ذکر ابن سعد کے حوالے سے اوپر ہو چکا اور ان کا وہی واقعہ واقدی نے بھی لکھا ہے۔

☆حضرت عبداللہ بن انیسؓ کا بیان ہے کہ میں اپنی حاملہ بیوی کے ساتھ خیبر کے لئے نکلا تھا۔راستہ میں ایک بچے کی ولادت ہوئی۔ان کے نفاس کے لئے خاص طہارت کا حکم رسولِ اکرم ﷺ نے دیا اور ان کو عطایا سے نوازا۔یہ معلوم نہ ہوسکا کہ نومولود لڑکا تھا یا لڑکی۔رسولِ اکرم ﷺ نے ماں باپ کے علاوہ نومولود بچے کو بھی مغانمِ خیبر سے انعام عطا فرمایا تھا (واقدی ۶۸۷-۶۸۸ مجاہدات کو

انعام وعطادینے کے وقت پھران کی گنتی ہوئی تو وہ بیس (۲۰) نکلیں اور سب کو یکساں ہار/زیور ملے؛ نیز مضمون خاکسار: اسفار وغزوات نبوی میں ازواج مطہرات کی رفاقت، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، اکتوبر-دسمبر ۱۹۹۵ء)۔

یہود خیبر کی بعض خواتین بھی جنگی قیدی بنی تھیں اور بطور باندی اور غلام مجاہدین کے حصہ میں آئیں۔ان میں سے حضرت صفیہ بنت حیؓ پہلے حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصہ میں آئیں پھر رسول اکرم ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے شادی کر لی اور ام المومنین کا درجہ عطا کر دیا (بخاری، کتاب المغازی، غزوۃ خیبر، حدیث: ۴۲۰۰-۴۲۰۱، ۴۲۱۱ وغیرہ؛ فتح الباری، ۷/ ۵۸۵-۵۸۶ و مابعد؛ نیز مذکورہ مضمون)۔

غزوۂ خیبر کے باب میں مجاہدات کی تعداد مختلف روایات میں مختلف آتی ہے۔اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ہر صاحبِ قلم نے اپنے علم واطلاع کے مطابق ان کی تعداد لکھی ہے۔واقدی وغیرہ نے تمام روایات جمع کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے تعداد سب سے زیادہ ہے۔لیکن یہ واضح رہے کہ حقیقت میں اتنی ہی تعدادِ مجاہدات نہ تھی، وہ اس سے کہیں زیادہ ہوسکتی ہے۔اگر مغانم کے وقت ان کی گنتی کر کے تقریباً حتمی بات طے کر لی گئی تھی مگر وہ صرف اس ''صاحبِ خبر'' کی اطلاع پر مبنی کہی جاسکتی ہے اور ہے بھی۔تلاش وتفحص سے مجاہداتِ خیبر میں تعداد کا اضافہ ممکن ہے اور دوسرے غزوات ومہمات کے بارے میں بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے۔

غزواتِ فتح مکہ وحنین ۸ھ/ ۶۳۰ء

سنہ ۸/ ۶۳۰ میں تین غزوات یکے بعد دیگرے پیش آئے اور وہ تھے: فتحِ مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف۔ان تینوں میں ایک ماہ کا فرق ضرور معلوم ہوتا ہے لیکن وہ غزوات مسلسل ہیں کہ ایک ہی سلسلہ جہاد کے لئے تین کڑیاں بن گئے تھے۔مدینہ منورہ کے مجاہدین ومجاہدات کو ان میں شرکت کے لئے ایک ہی سفر کرنا پڑا تھا۔مجاہدات کے بارے میں بالعموم یہ ذکر ملتا ہے کہ وہ بعض میں شریک تھیں۔وہ غزوۂ حنین ہے۔ان کی فتحِ مکہ کے غزوہ میں شرکت کی صراحت نہیں ملتی حالانکہ یہ طے ہے

کہ جو مجاہدات غزوۂ حنین میں موجود و کارگذار تھیں وہ فتحِ مکہ میں بھی ضرور تھیں کہ اسلامی لشکر اصلاً اسی کے لئے عازمِ سفر ہوا تھا۔ خواہ وہ غزوۂ طائف میں شریک نہ رہی ہوں، لیکن یہ صرف ایک مفروضہ ہے (کتب حدیث وسیرت وتاریخ کے ابواب بالخصوص فتح مکہ کا باب ملاحظہ ہو)۔

فتحِ مکہ کے غزوہ میں حضرت ام سلمہؓ ازواج مطہرات میں سے ایک، شریک رہی تھیں حالانکہ ان کی شرکت کا ذکر صراحت کے ساتھ نہیں ملتا۔ مگر بعض واقعاتِ فتح اور احوالِ مابعد میں ان کی کارگذاری سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوی ہمرکابی کا شرف سابقہ غزوات کی مانند رکھتی تھیں۔ ان کی سفارش پر رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ابوسفیان بن حارث ہاشمی اور حضرت عبداللہ بن ابی امیہ مخزومیؓ کی سزا معاف کر کے ان کے حلقۂ اسلام میں داخلہ کو قبول فرمالیا تھا جبکہ ایک مخزومی معزز عورت کی چوری کی سزا کے بارے میں ان کی غلط سفارش صاف مسترد فرمادی تھی۔ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ غزواتِ حنین و طائف میں بھی شریک تھیں۔ غزوۂ طائف اور قیام جعرانہ کے دوران ان کی موجودگی ثابت ہے (تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو خاکسار کا مقالہ مذکورہ بالا بر اسفار و غزوات میں ازواج مطہرات کی رفاقت نیز کتب سیرت وتاریخ)۔

حضرت میمونہؓ دوسری ام المومنین ہیں جن کی ان چاروں غزوات میں موجودگی ثابت ہوتی ہے اور ان کے احوال مابعد کا ذکر بھی ملتا ہے۔ حضرت زینبؓ تیسری ام المومنین تھیں جو ان تمام غزوات میں موجود رہیں کہ روایات کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ ان کے خیمہ کے پاس نمازیں ادا کرتے رہے تھے۔ بعض اور ازواج مطہرات کے ان غزوات میں شریک و موجود ہونے کے امکان کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا مگر حتمی بیان کوئی نہیں ملتا (بخاری، کتاب المغازی، ابواب غزوۃ فتح مکہ، غزوۃ طائف وغیرہ؛ دیار بکری، تاریخ الخمیس، قاہرہ ۱۳۰۲ھ/۱/۱۸۱؛ واقدی ۸۱۰-۸۱۱؛ ومابعد؛ فتح الباری، ۸/۱-۲۰ ومابعد؛ ابن سعد، ۸/ تراجم امہات المومنین؛ تفصیل کے لئے مذکورہ بالا مضمون بر اسفار و غزوات)۔

دیگر صحابیات میں رسولِ اکرم ﷺ کی مولاۃ اور حضرت خدیجہؓ کی ایک دائی (قابلہ) حضرت

سلمیٰ دونوں غزوات میں موجود تھیں جیسا کہ غزوۂ خیبر کے حوالے سے آتا ہے۔ ان کے علاوہ دوسری مجاہداتِ مدینہ میں حضرت ام عمارہ انصاریؓ اور حضرت ام سلیم بنت ملحان انصاریؓ کے غزواتِ حنین میں شرکت کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت ام سلیمؓ کے بارے میں تو محدثین نے ایک دلچسپ و جانفزا واقعہ لکھا ہے۔ میدانِ حنین میں اسلامی لشکر کے ساتھ حضرت ام سلیمؓ بھی ایک خنجر لے کر پہونچ گئیں۔ ان کے شوہر حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے خنجر کے بارے میں پوچھا تو بڑی جرأت کے ساتھ عرض کیا: "اگر کوئی کافر و مشرک قریب آیا تو اس کا پیٹ اس خنجر سے پھاڑ دوں گی"۔ رسولِ اکرم ﷺ یہ جوابِ باصواب سن کر فرطِ مسرت سے مسکرا دیئے اور حضرت ام سلیمؓ کو تائید نبوی کی سعادت مل گئی۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں مجاہدات فتح مکہ اور غزوۂ اوطاس اور غزوۂ طائف کے علاوہ جعرانہ میں بھی موجود و شریکِ سعادت تھیں۔ واقعات حنین کے حوالے سے تین مزید انصاری خواتین — ام سلیط، ام الحارث وغیرہ — کا ذکر بعد میں آتا ہے (مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال: ابن سعد، ۸/۴۱۲ نیز بخاری اور فتح الباری کے ابواب متعلقہ)۔

غزوۂ تبوک ۹ھ/۶۳۱ء

رسولِ اکرم ﷺ کا آخری غزوہ اور اسلامی ریاست کا سب سے بڑا فوجی واقعہ تھا۔ اس میں تیس ہزار مجاہدین اور دس ہزار شہسواری کے گھوڑے شامل تھے یعنی بیس ہزار پیادہ اور دس ہزار شہسوار مجاہدین شریک تھے۔ عام روایات میں اور انفرادی سوانح میں صحابیات اور مجاہدات کے اس غزوہ میں شریک ہونے کا ذکر نہیں ملتا۔ واقدی کی روایت سے البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم غزوہ میں حضرت ام سلمہؓ کو رسولِ اکرم ﷺ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ یہ صحیح روایت ہے کیونکہ سنتِ نبوی کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ اپنی کسی نہ کسی زوجہ مطہرہ کو ساتھ لے جاتے تھے۔ اسی سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بعض دوسری خواتین بھی ضرور ہی شریکِ غزوہ رہی تھیں کہ حضرت ام المومنین کی رفاقت و خدمت کرسکیں (واقدی، ۱۰۳۶-۱۰۳۷: ۱۰۸۹ وغیرہ)۔

شرکتِ غزوات کا عمومی ذکر

بعض صحابیات کے بارے میں عام ذکر آتا ہے کہ انھوں نے اتنے غزوات میں شرکت فرمائی۔ ان میں غزوات کی تصریح کہیں مل جاتی ہے اور کہیں نہیں ملتی۔ ایسی کم از کم دو مجاہداتِ اسلام ضرور ہیں جن کے غزوات کی تعداد روایاتِ سیرت و حدیث میں ملتی ہے:

۱۔ حضرت ام عطیہ انصاریؓ: ان کا اپنا بیان ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں حصہ لیا۔ میں ان کے لئے کھانا پکاتی تھی، ان کے خیموں، ڈیروں میں رہتی اور ان کی دیکھ بھال کرتی تھی، زخمیوں کا علاج اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی: ''**غزوت مع رسول الله ﷺ سبع غزوات، فكنت اصنع لهم طعامهم واخلفهم في رحالهم، واداوى الجرحى واقوم على المرضى**'' (ابن سعد، ۸/۴۵۵؛ اسد الغابة، ۵/۶۰۳ کے خاکہ ام عطیہ میں ہے کہ وہ عظیم ترین صحابیات میں سے تھیں اور رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شرکت کرتی تھیں: ''كانت من كبار نساء الصحابة ...... وتغزو مع رسول الله ﷺ ......'' ان کے اصل نام نسیبہ بنت الحارث کے خاکہ میں بھی یہی عام ذکر ہے اگرچہ الفاظ دوسرے ہیں: ''...... كانت تشهد المشاهد مع رسول الله ﷺ ......'' ظاہر ہے کہ یہ سات بڑے غزوات تھے اور بدر کے بعد کے تھے۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ غزوات احد، خندق، مریسیع، فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک وغیرہ میں شریک رہی تھیں)۔

۲۔ حضرت ام عمارہؓ نے متعدد غزوات میں رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔ ابن سعد نے ایک روایت میں پانچ غزوات: احد، حدیبیہ، خیبر، عمرۃ القضاء، حنین کا ذکر کیا ہے اور چھٹے جنگِ یمامہ میں شرکت کا ذکر کیا ہے۔ یہ ان کے ایک بیان پر ہی مبنی ہے (ابن سعد، ۸/۴۱۲)۔ واقدی کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مذکورہ بالا پانچ غزواتِ نبوی کے علاوہ فتحِ مکہ، غزوۂ اوطاس اور غزوۂ طائف اور جعرانہ میں بھی موجود تھیں۔ اس طرح ان کے کم از کم آٹھ غزوات بن جاتے ہیں۔

دوسرے غزوات میں ان کی شرکت کی روایات زیادہ تر غیر فوجی کاروائیوں کو بیان کرتی ہیں۔ مگر غزوۂ حنین میں ان کی ثابت قدمی کا واقعہ عظیم ترین فوجی کارروائی کو اجاگر کرتا ہے۔ مسلمانوں نے جب اولین مرحلہ میں پیٹھ دکھائی تھی تو حضرت ام عمارۃؓ کے بیان کے مطابق وہ پانچ مجاہدات میں تھیں جو ثابت قدم رہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں اور چار خواتین جمی رہیں، میرے ہاتھ میں تلوار آبدار تھی۔ حضرت ام سلیم کے پاس خنجر تھا اور انھوں نے اپنی کمر خوب کس لی تھی کیونکہ وہ اس وقت حاملہ تھیں اور ان کے فرزند عبداللہ بن ابی طلحہ انصاری رحمِ مادر میں تھے۔ ان کے علاوہ حضرت ام سلیطؓ اور حضرت ام الحارثؓ بھی تھیں۔ انھوں نے انصار کو للکارا تھا: "یہ کون سی ادا ہے؟ تمہارا فرار و پسپائی سے کیا کام؟ حضرت ام عمارۃؓ نے ایک ہوازن کے سورما کو ایک اونٹ پر پرچم اٹھائے مسلمانوں کو دوڑاتے دیکھا تو "اس کا راستہ کاٹا اور اس کے اونٹ کی کونچ کاٹ دی جیسے ہی وہ اپنے پچھلے دھڑ پر گرا میں نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا۔ میں نے اس دوران دیکھا کہ رسولِ اکرم ﷺ اپنے دستِ مبارک میں ننگی تلوار لئے ہوئے صحابہ کرام کو پکار رہے ہیں اور وہ آپ ﷺ کی پکار پر پلٹ پڑے ہیں"۔ مزید فرماتی ہیں کہ "میرے دو بیٹے۔ حبیب و عبداللہ فرزندانِ زید۔ قیدیوں کو باندھ کر لائے تو میں غصہ سے بے قابو ہو گئی اور ان سے ایک کی گردن اڑا دی۔ دوسرے لوگ بھی قیدی پکڑ پکڑ کر لاتے رہے۔ میں نے صرف بنو مازن بن النجار کے پاس تمیں اسیر جنگ دیکھے۔ مسلمانوں کی یہ شکست انتہائی شدید تھی اور کئی تو مکہ تک فرار ہو گئے تھے مگر پھر وہ لوٹے اور انھوں نے جہاد میں ایسا بھرپور حصہ لیا کہ پانسہ ہی پلٹ دیا اور رسولِ اکرم ﷺ نے ان مجاہدین کو حصہ غنیمت عطا فرمایا"۔ اس کے بعد حضرت ام سلیمؓ اور ام الحارث انصاریؓ کے بیانات ہیں جو مسلم پسپائی کی تصویر کشی کرتے ہیں (واقدی ۹۰۲-۹۰۴ وما بعد؛ دوسرے غزوات میں ان کی شرکت کے لئے: احد-۲۲-۵۲۲؛ حدیبیہ ۵۷۴-۶۱۵؛ خیبر ۶۶۱-۲۱۳؛ حدیبیہ و عمرۃ القضیہ ۷۳۵-۷۳۶ نیز خاکہ اسد الغابۃ وغیرہ)۔

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ کم از کم پانچ انصاری خواتین نے غزواتِ فتح مکہ، حنین، اوطاس اور طائف میں شرکت ہی نہیں کی تھی بلکہ اپنی بہادری، صلابتِ ایمانی، شجاعت و غیرت اور تلوار بازی اور خنجر زنی کے جوہر بھی دکھائے تھے اور ان سب سے بڑھ میدانِ جنگ میں ان کی ثبات قدمی اور صبر کامل تھا۔ وہ خواتین اور عورتیں ہونے کے باوجود میدانِ جنگ میں اس وقت ڈٹی رہی تھیں جب ان کے مرد سور ماؤں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور وہ بلاتحاشہ بھاگ رہے تھے۔ ان پسپا ہونے والے مردوں، فراری مجاہدوں کو ان عورتوں نے ہی غیرت دلائی تھی اور ان کو واپس میدانِ جنگ میں کھینچ بلایا تھا۔ یہ فوجی لحاظ سے اور جہادی اعتبار سے عظیم ترین کارنامہ ہے جس پر جہانِ زن جس قدر فخر کرے کم ہے۔

مذکورہ بالا مجاہدات ہی غزواتِ فتح مکہ، حنین، اوطاس اور طائف میں شریک نہ تھیں بلکہ ان کے علاوہ بھی متعدد خواتین تھیں۔ مثلاً حضرت ام ایمنؓ کے بارے میں یہ بحث کی جا چکی ہے کہ وہ ان غزوات میں بھی شریک تھیں اور دوسرے مشاہد میں بھی حصہ لیا تھا۔ تحقیق و تدقیق سے اور دوسری مجاہدات کی سرفروشی اور جہادی سرگرمی کی داستان طویل تر بیان کی جا سکتی ہے مگر اس مقالہ میں اس کا موقعہ نہیں۔ یہ ایک تحقیقی مقالے کا معاملہ ہے۔ بہرحال مذکورہ معلومات سے ہی ان کی جہادی سرگرمی کا جو ذکر خیر ملتا ہے وہ ان کے افتخار کے لئے کافی ہے اور ہمارے لئے سرمایہ بصیرت اور سرمۂ بصارت ہے کہ ایسی بھی چنگاریاں ہماری خاکستر میں تھیں۔

فوجی طب و جراحت میں خواتین

ایک اہم شعبۂ جہاد زخمی مجاہدین کی تیمارداری اور ان کی دوا دارو کا تھا۔ اس میں بھی خواتینِ اسلام پیش پیش نظر آتی ہیں۔ تمام غزواتِ نبوی میں جو خواتینِ عصر اور مجاہدات شریک ہوئیں انھوں نے بلا استثنا مجاہدین کی خدمت اور زخمیوں کے علاج و معالجہ کو ایک مقصدِ شرکت بتایا تھا۔ بعض

غزواتِ نبوی کے واقعات اور انفرادی شخصی خاکوں سے کئی خواتین کی طبی و جراحی خدمات کا علم ہوتا ہے اور بعض بعض تو اپنے عہد کی ماہر طبیب و جراح کی حیثیت سے سامنے آتی اور کارگذاری دکھاتی ہیں۔

شاید ان میں سب سے اہم طبیب و جراح حضرت رفیدہ انصاریہ تھیں۔ ان کی خاندانی نسبت کے بارے میں خاصا اختلاف ہے کہ وہ انصاری تھیں یا غفاری یا اسلمی۔ بہرحال ان کی عظمتِ شان اور مہارتِ فن کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت سعد بن معاذ اوسیؓ جب غزوۂ خندق میں شدید زخمی ہوئے تو رسولِ اکرم ﷺ نے مسجدِ نبوی کے صحن میں حضرت رفیدہؓ کا خیمہ لگوادیا تھا اور حضرت سعد اوسیؓ کو انھیں کے خیمہ میں رکھا گیا تھا تاکہ رسولِ اکرم ﷺ ان کی قریب سے عیادت کرسکیں۔ وہ عام زخمیوں کا علاج بھی کرتی تھیں اور مسلمانوں کی خدمت کو باعث اجر و ثواب سمجھتی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ جب بھی ان کے پاس سے گذرتے تو ان کی صبح و شام کی خیریت دریافت کرتے تھے اور وہ آپ ﷺ کو اس سے باخبر کرتی تھیں: ''......فكانت تداوى الجرحى و تحتسب بنفسها على خدمة من كانت به ضيعة من المسلمين و كان رسول الله ﷺ يمربها فيقول: كيف امسيت؟ و كيف اصبحت؟ فتخبره ''۔ مولانا شبلیؒ نے تاریخ الخمیس، حافظ ابن حجر کی الاصابة، امام بخاری کی صحیح بخاری اور الادب المفرد اور ابن سعد کے حوالے سے ان کا اور ان کے جراح خانے کا ذکر کیا ہے (سیرۃ النبی ﷺ، ۱/۴۳۳)۔ یہ ابن ہشام و ابن اسحاق کا بھی بیان ہے (۳/۲۵۰)۔ ابن سعد اور ان کے استاذِ گرامی نے ان کا نام کعیبہ بنت سعد بن عتبہ بتایا ہے اور ان کی طبی مہارت اور جراحی کی قابلیت کا بہت شاندار الفاظ میں ذکر کیا ہے (ابن سعد، ۸/۲۹۱: ''وهى التى كانت تكون فى المسجد خيمة تداوى المرضىٰ و الجرحىٰ ......''؛ واقدی، ۵۱۰:......و كانت تداوى الجرحىٰ، وتلم الشعث، وتقوم على الضائع والذى لااحدله، و كان لها خيمه فى المسجد......'')۔

ان تمام روایات واحادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت رفیدہ/کعیبہؓ مستقل جراح و طبیبِ نبوی تھیں اور ان کا خیمہ مسجد میں مستقل طور سے لگا رہتا تھا جہاں وہ علاج کیا کرتی تھیں۔ وہ غزواتِ نبوی میں بھی جاتی رہتی تھیں جیسا کہ غزوۂ خیبر میں ان کی شرکت سے ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ ان غزوات مین علاج و معالجہ اور جراحی وغیرہ کے معاملات ہی دیکھا کرتی تھیں۔ وہ رسولِ اکرم ﷺ کے رابطہ میں بھی برابر رہتی تھیں۔ اس کے لئے یہ واقعہ بھی بہت اہم ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی مسجد کے صحن میں ان کا خیمہ لگوایا تھا اور ان سے مسلسل ملاقاتیں فرماتے تھے۔

حضرت رفیدہ/کعیبہ کے علاوہ بعض دوسری خواتین کی بھی طبابت و جراحی میں مہارت کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں حضرت ام سنان اسلمیؓ خاصی اہم جراح وطبیب تھیں۔ ان کے پاس ان کے خاندان کی ایک خاص دوا تھی جس سے وہ زخمیوں اور بیماروں کا علاج کرتی تھیں اور وہ ٹھیک ہو جاتے تھے (واقدی، ۶۸۷)۔ دوسروں میں حضرت ام عطیہؓ انصاری، حضرت ام ورقہ انصاری اور حضرت ثبیتہ بنت حنظلہ اسلمیؓ وغیرہ شامل تھیں۔ اسی طرح بعض غفاری خواتین بھی ماہر طبیب وجراح تھیں۔ ان میں سے ایک خاتون کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ان کے پاس ایسی دوائیں تھیں جن سے زخمیوں اور بیماروں کو فوری فائدہ ہوتا تھا۔ صحیح بخاری اور فتح الباری میں ان غفاری ماہرین کے مسجد نبوی میں خیموں کے لگائے جانے کا ذکر غزوۂ خندق وغزوہ بنی قریظہ کے حوالے سے ملتا ہے اور ان کی ماہرانہ خدمات طب وجراحی کا ذکر غزوۂ خیبر کے ضمن میں زیادہ ملتا ہے۔

مختصر تجزیہ

غزواتِ نبوی میں مجاہداتِ اسلام اور خواتینِ عصر کی خدمات کا تذکرہ ذرا طویل ہو گیا کہ حکایت لذیذ تھی جس کا ذکر لذیذ ترین بن گیا۔ بہرحال وہ ان کی شاندار خدمات اور بہادرانہ مظاہروں کے سبب اسی ذکرِ جمیل کی مستحق تھا۔ اس سے چند اہم نکات سامنے آتے ہیں:

۱- بلاشبہ جہاد و قتال مسلمان مجاہدوں کا فریضہ ہے اور عورتوں پر وہ فرض نہیں لیکن بعض اوقات فرض بھی بن جاتا ہے۔

۲- سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ان خواتینِ عصر کو تمام غزوات میں تقریباً شرکت کی اجازت بخوشی عطا فرمائی۔

۳- غزوۂ بدر کے سوا تمام غزواتِ نبوی میں - احد ۳ھ/ ۶۲۵ء تا تبوک ۹ھ/ ۶۳۱ء - میں ان کی شرکت ثابت ہے۔

۴- جن مجاہدات کا تذکرہ مل سکا وہی صرف کل تعداد نہیں ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی خواتین شریک رہی تھیں۔

۵- تمام غزوات میں ازواجِ مطہرات میں سے کوئی نہ کوئی اور بسا اوقات دو تا چار بھی شریکِ سفرو جہاد رہی تھیں۔

۶- ان مجاہدات کا بنیادی کام غیر جنگی تھا: مریضوں کی دیکھ بھال، زخمیوں کا علاج معالجہ اور تیمارداری اور کھانا پکانے وغیرہ کی عام خدمات۔

۷- لیکن موقعہ پڑنے پر انھوں نے شاندار جنگی صلاحیتوں اور فوجی خدمات کا مظاہرہ کیا۔ حضرت ام عمارہ، حضرت ام سلیمؓ وغیرہ کی فوجی و جنگی خدمات احد، حنین وغیرہ میں مجاہدین سے کسی طرح کم نہیں تھیں، بلکہ عورت ہونے کے ناطے ان کو یک گونہ فضیلت بھی حاصل تھی۔ دفاعِ نبوی میں حضرت ام عمارہؓ کی سرفروشی اور غزوۂ حنین میں ان کی اور ان کی سہیلیوں کی جانثارانہ ثابت قدمی سنہری حروف میں لکھے جانے کے لائق ہے۔ بالخصوص غزوۂ حنین میں مجاہدین کی عام پسپائی کے لمحات میں ان کا ثبات و صبر اور الوالعزمی تحسین و تعریف سے ماورا ہے۔ مسلمان مجاہدین کی میدانِ جنگ میں واپسی کا ایک حصہ شرف ان ہی خواتین کو جاتا ہے۔

۸-ان خواتینِ عصر میں ہر عمرہ اور سن و سال کی مجاہدات شامل تھیں۔ حضرت امیہ بنت قیس جیسی نوخیز و نوعمر چودہ پندرہ سالہ اسلامی چنگاری بھی تھی جس نے حدِ بلوغ غزوۂ خیبر کے سفر میں حاصل کی تھی۔ نوجوان و جوان مجاہدات بھی تھیں جن کی عمریں بیس تیس کے درمیان تھیں اور چالیس پچاس سالہ بلکہ ان سے زیادہ معمر خواتین جیسے حضرت ام عمارہؓ وغیرہ بھی تھیں جن کے جوان بیٹے بھی جہاد میں شریک تھے۔ غزوۂ احد میں حضرت عائشہؓ ان کے مقابلے میں کمسنی کی دہلیز پر کھڑی نظر آتی ہیں کہ مشکل سے گیارہ بارہ سال کی تھیں۔ ایسی اور بھی نونہالانِ اسلام تھیں۔ ان میں سے متعدد ایسی تھیں جو بحالت حمل غزوات میں گئیں اور کئی ایک نے وہیں میدانِ جنگ میں اسلامی مجاہدین کو جنم دیا۔

۹-خواتینِ غزوات و مجاہداتِ اسلام کی شرکت کا زمانہ پردہ وحجاب کے احکام کے نزول سے قبل بھی تھا اور اس کے بعد بھی۔ بلکہ بعد حجاب کے غزوات میں ان کی شرکت زیادہ کثرت سے نظر آتی ہے۔ جیسے غزوات خیبر، عمرۃ القضاء، فتح مکہ، حنین، اوطاس و طائف وغیرہ لہذا ان روایتی اہل قلم کا یہ خیال کہ وہ شریک جہاد حجاب کے حکم سے قبل ہوئی تھیں بے جا تعمق ہے بلکہ غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

۱۰-رسولِ اکرم ﷺ کی غزوات میں خواتین کو شرکت کی اجازت اور ان کی خدمات سے متواتر استفادہ ایک حکمت نبوی کو ثابت کرتا ہے اور وہ ہے اجتماعی معاملات میں نصف اسلام کی ان کی استطاعت و صلاحیت کے مطابق اسلامی حدود میں مساوی شرکت۔ میدانِ جنگ زندگی کے مختلف اور گوناگوں میادین میں سے صرف ایک جولان گاہ اور کارگاہ ہے مگر انتہائی غیر معمولی صلاحیتوں اور لیاقتوں اور صفات کا میدان۔ رسولِ اکرم ﷺ نے صنفِ نازک کو اس کارگاہِ حیات میں اتار کر اس کی خفتہ صلاحیتوں کو تو اجاگر ہی کیا، یہ اسوہ حسنہ بھی قائم فرمادیا کہ وہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی کارگذاری دکھا سکتی ہیں اور اپنے مردوں کو پشتۂ طاقت فراہم کر سکتی ہیں۔

خواتین کی تزویجِ نبوی

رسولِ اکرم ﷺ اور خواتینِ عصر کے باہمی روابط کا ایک خوبصورت اور حسین وجلیل مرقع یہ ہے کہ آپ ﷺ نے متعدد خواتین کی شادی خانہ آبادی کا انتظام فرمایا۔ مکی اور مدنی دونوں ادوارِ حیات طیبہ میں بہت سی خواتین ایسی تھیں جن کی ذمہ داری آپ ﷺ پر تھی یا آپ ﷺ نے رسولِ امت اور امامِ ملت ہونے کے ناطے وہ ذمہ داری اپنے مضبوط وتوانا شانوں پر از خود لے لی تھی۔ ان خواتینِ حرمین شریفین میں رسولِ اکرم ﷺ کی عزیز وقریب اور رشتہ دار خواتین بھی تھیں، بعض آپ ﷺ کی غلامی کا شرف رکھتی تھیں اور متعدد ایسی تھیں جن کی کفالتِ نکاح کا حق آپ ﷺ نے مصلحِ امت اور پیغمبر شریعت کی حیثیت سے استعمال فرمایا تھا۔ ان خواتینِ اسلام کی شادی کا سلسلہ مکی دور سے شروع ہوتا ہے اور مدنی عہد کے مختلف اوقات میں جاری ساری رہتا ہے لہٰذا تاریخی ترتیب، زمانی توقیت اور مکانی حوالے کے مطابق ان منکوحات کے نکاحوں کا ذکر کیا جاتا ہے (بخاری، کتاب النکاح، مختلف ابواب؛ فتح الباری، ۹/۱۲۶-۲۲۸ وغیرہ دوسری کتب حدیث وسیرت وتاریخ؛ مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، باب نکاح)۔

مکی خواتین کی شادیاں

مکی عہد میں رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی دو دختروں کی شادیاں کی تھیں۔ ان کا واقعہ مشہور ہے مگر سلسلہ کلام کے لئے ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ بڑی دختر حضرت زینب ؓ کی شادی حضرت خدیجہ ؓ

کی پسند سے ان کی بہن حضرت ہالہ بنت خویلد اسدیؓ کے فرزند حضرت ابوالعاص بن ربیع عبشمیؓ سے بعثت سے قبل کی تھی اور نبوت کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی دوسری/منجھلی دختر حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمان بن عفان امویؓ سے کی تھی۔ حضرت عثمانؓ بھی رسولِ اکرم ﷺ کی پھوپھی کے فرزند دلبند تھے لہذا قریبی عزیز تھے (ابن اسحاق/ابن ہشام؛ ابن سعد، ہشتم؛ بلاذری، اول؛ دیگر کتب سیرت وتاریخ)۔

حضرت ام ایمنؓ

رسولِ اکرم ﷺ کی انا اور حاضنہ (کھلائی) رسولِ اکرم ﷺ کی باندی تھیں اور عمر میں کافی زیادہ۔ حضرت خدیجہؓ سے اپنی شادی کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی انا کو آزادی عطا فرمادی اور عبید بن خزرجی یثربی سے ان کی شادی کردی۔ ان سے ایک فرزند حضرت ایمن بن عبیدؓ پیدا ہوئے جن کے نام پر ان کی کنیت ام ایمن تھی ورنہ ان کا اصل نام تو برکہ حبشیہ تھا۔ یہ شادی جاہلی عہد میں ہوئی تھی، غالباً ۵۹۵-۵۹۶ء میں۔ وہ اپنے یثربی شوہر کے ساتھ رہیں مگر چند برس بعد ان کے شوہر کی وفات ہوگئی تو پھر رسولِ اکرم ﷺ کے آستانے پر پلٹ آئیں کہ ولاء کے رشتہ سے محبت کی ڈوری میں بندھی تھیں۔

بیوہ ہونے کے بعد حضرت ام ایمنؓ کی دوسری شادی کا خیال رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ ستاتا رہا۔ نبوت کے بعد آپ ﷺ نے ترغیب دی کہ جو شخص کسی جنتی بی بی سے شادی کرنا چاہتا ہو وہ حضرت ام ایمنؓ سے شادی کرلے۔ اسی ترغیب ومحبت کے سبب حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ نے ان سے شادی کرلی۔ یہ شادی، رسولِ اکرم ﷺ نے ہی کرائی تھی، پسند اور سلسلۂ جنبانی البتہ حضرت زیدؓ کی طرف سے تھا۔ ان دونوں میاں بیوی کا گہرا تعلق رسولِ اکرم ﷺ سے تھا کہ حضرت زیدؓ بھی آپ ﷺ کے مولیٰ اور پروردہ اور خاندانی تھے۔ اس شادی سے مشہور صحابی حضرت اسامہ بن زیدؓ مکہ میں ہی پیدا ہوئے تھے (ابن سعد، ۸/۲۲۳؛ اسد الغابة، ۵/۵۶۸، ۲/۲۲۶؛ فتح الباری، ۷/۱۱۳؛ بلاذری ۱/۴۶۷ و مابعد؛ مضمون مذکورہ حضرت ام ایمنؓ)۔

حضرت سلمیٰؓ

موالی رسولِ اکرم ﷺ میں اسی طرح شامل تھیں جس طرح کبھی حضرت ام ایمنؓ رہی تھیں اور رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی شادی اپنے ایک دوسرے مولیٰ حضرت ابورافعؓ سے کی تھی۔ وہ رسولِ اکرم ﷺ کی خادمہ تھیں اور حضرت خدیجہ کی تمام اولاد کی ولادت میں دایہ بھی رہی تھیں۔ بعد میں رسولِ اکرم ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیمؑ، جو حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے، کی بھی قابلہ (دایہ) رہی تھیں اور حضرت فاطمہؓ کی تمام اولادوں کی ولادت میں بھی دایہ کے فرائض انجام دئے تھے۔ ان کو ''قابلۂ عصر'' بھی قرار دیا جا سکتا ہے (اسد الغابة، ۵/ ۴۷۸-۴۷۹؛ واقدی، ۶۸۵، ۷۶۷، ۸۵۷)۔ سوانح نگاروں نے ان کے حضرت ابورافعؓ کے ساتھ معاشرت کے بعض دلچسپ واقعات لکھے ہیں جن کو سرِ دست نظر انداز کیا جاتا ہے۔ البتہ غزوۂ خیبر میں ان کی اپنے شوہر کے ساتھ شرکت کا حوالہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے اور غزواتِ فتح مکہ وغیرہ میں بھی ان کی شرکت کا ذکر ضروری ہے۔

چچازاد بہنوں کی شادی

اعمامِ نبوی میں رسولِ اکرم ﷺ کو اپنے بڑے حقیقی چچا جناب زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی سے اسی طرح شدید محبت تھی جس طرح دوسرے حقیقی چچا جناب ابو طالب ہاشمی سے۔ موخر الذکر کو طویل عمری کی وجہ سے رفاقتِ نبوی کا طویل زمانہ ملا خصوصاً نبوت کے بعد، اس لئے ان کی شہرت و محبت وشفقت کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ جناب زبیر بعثت کے قریب وفات پا گئے تھے لہذا ان کے ذکرِ خیر پر عہدِ سعادت کی روشنی نہیں پڑ سکی۔ ان کی وفات کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی دختروں/ فرزندوں کی کفالت کی اور اس قرضِ حسنہ کو ادا کیا جو جناب زبیر نے آپ ﷺ کی کفالت کر کے چڑھایا تھا بالکل اسی طرح جس طرح آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کی کفالت اور بعد میں حضرت فاطمہؓ سے ان کی شادی کر کے چچا ابو طالب ہاشمی کا احسانِ کفالت وحمایت اتارا تھا۔ یہ اسلامی قانون صلۂ

رحمی اوراحسان شناسی: ''ھل جزاء الاحسان الا الاحسان '' کی عملی نبوی تفسیر وتشریح تھی (مقالہ خاکسار: زبیر بن عبدالمطلب ،عم رسول اللہ ﷺ نیز اسد الغابہ وغیرہ کتب سیرت وتاریخ کے مذکورہ بالا حوالے)۔

☆ حضرت ضباعہ بنت زبیر ہاشمیؓ رسولِ اکرم ﷺ کی بڑی چچا زاد بہن تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی شادی حضرت مقداد بن عمرو بہرائیؓ حلیفِ بنوزہرہ سے کردی تھی اور اس رشتہ سے ان کے دو بچے عبداللہ اور کریمہ پیدا ہوئے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی تاعمر کفالت اور نگہداشت کی اور انکے بچوں اور خاندان والوں کی بھی دیکھ بھال کی۔ اس کا مختصر ذکر زیارات کے سلسلے میں آچکا ہے (ابن سعد، ۸/۴۶: ''......زوجھا رسول اللہ ﷺ المقداد بن عمرو بن ثعلبہ من بھراء ...... فولدت ضباعۃ للمقداد عبداللہ و کریمۃ ......'')۔

☆ حضرت ام الحکیم بنت زبیر ہاشمیؓ دوسری چچا زاد بہن تھیں۔ ان کا نکاح بھی رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ربیعہؓ بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی سے کیا تھا۔ ان سے متعدد فرزند-محمد، عبداللہ، عباس، حارث، عبد شمس، عبدالمطلب اور امیہ- اور ایک دختر اروی الکبریٰ پیدا ہوئیں۔

☆ حضرت صفیہؓ بنت زبیر ہاشمی اور ان کی ایک اور بہن حضرت ام الزبیر بنت الزبیر ہاشمیؓ کی کفالت بھی آپ ﷺ نے کی تھی اور ان کو خیبر کے حصوں سے غلہ فراہم کیا تھا بلکہ سالانہ حصہ رسدی باندھا تھا۔ ان سب کی شادی بھی آپ ﷺ نے کی تھی۔ اگرچہ اس کی تفصیلات کم ملتی ہیں۔ لیکن اس باب میں ان کی کمی اس عمومی تبصرے سے پوری ہوجاتی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ ان کے کفیل رہے تھے (ابن سعد، ۸/۴۶-۴۷؛ نیز اسد الغابۃ کے تراجم)۔

مکی دور میں جن بچیوں اور لڑکیوں کی شادیاں رسولِ اکرم ﷺ نے کی تھیں مذکورہ بالا ان کی صرف چند مثالیں ہیں۔ سیرتی اور تاریخی سوانح سے ان کی تعداد میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ مقصود تمام مکی خواتین کی شادیوں کی تعداد کا احاطہ کرنا نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے جہانِ نسواں پر اس احسان خاص کا سلسلہ مکی دور سے شروع کیا تھا۔

مدنی عہد میں خواتین کی شادیاں

اپنے زیرِ کفالت اور زیرِ اطاعت بچیوں اور لڑکیوں کی شادیاں جس طرح رسولِ اکرم ﷺ نے مکی عہد میں کی تھیں اسی طرح مدنی عہد میں ان کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس دور میں وہ اور بھی تابناک اور درخشندہ تر نظر آتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے نکاحوں کی روایات زیادہ ملتی ہیں اور زیادہ تواتر کے ساتھ بھی۔ اس پر پہلے بحث کی جا چکی ہے کہ مدنی دور میں روایات کی ترسیل و تدوین زیادہ ہوئی اور اس نے تمام جہاتِ حیات اور سماجی و معاشرتی تعلقات کو تابندہ تر بنا دیا۔ اس سلسلۂ خیر کا آغاز بھی بناتِ عم کے نکاحوں کے ذکرِ خیر سے کیا جا رہا ہے۔

حضرت امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ آپ ﷺ کے چچا کی دخترِ نیک اختر ہونے کے علاوہ آپ ﷺ کی رضاعی دختر بھی تھیں کہ حضرت حمزہؓ آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ یہ وہی بنتِ عم ہیں جن کو عمرۃ القضاء ۷ھ/ ۶۲۹ء کے موقعہ پر آپ ﷺ نے ان کے خالو/ خالہ حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی اور حضرت اسماء بنت عمیس خثعمیؓ کی کفالت میں دیا تھا کہ خالہ ماں کے مساوی درجہ رکھتی ہے، تاہم ان کی شادی رسولِ اکرم ﷺ نے خود کی تھی اور اس میں بھی قرابت و قربت کا عجیب حکیمانہ توازن برقرار رکھا تھا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہؓ کے فرزند حضرت سلمہؓ بن ابی سلمہ سے ان کی شادی کی اور نکاح کے وقت فرمایا کہ کیا میں نے حضرت سلمہؓ کا صحیح بدلہ اور صحیح تر جزا نہیں دی کیونکہ حضرت سلمہؓ ہی نے اپنی ماں حضرت ام سلمہ کا نکاح رسولِ اکرم ﷺ سے کیا تھا: "ثم زوجها رسول الله ﷺ من سلمة بن ام سلمة وقال حين زوجها منه: هل جزيت سلمة لان سلمه هو الذی زوج امه ام سلمة من رسول الله ﷺ....." (اسد الغابة، ۵/ ۴۰۰؛ نیز ابن سعد، ۸/ ۴۸)۔

حضرت زینب بنت ابی سلمہ مخزومیؓ اپنے والدین ماجدین کے زمانۂ قیامِ حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں اور مدینہ میں اپنے والدِ ماجد کی غزوۂ احد میں شہادت کے بعد اپنے بھائی حضرت سلمہ بن ابی

سلمہ مخزومیؓ کے ساتھ حضرت ام سلمہؓ سے نکاحِ نبوی کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کی کفالت میں آئیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی بھی شادی کی تھی۔ ان کے شوہر کا نام تھا: حضرت عبداللہ بن زمعہ اسدیؓ جو ام المومنین حضرت سودہؓ کے بھائی تھے۔ ان کا نام برہ رکھا گیا تھا مگر رسولِ اکرم ﷺ نے اس کو بدل کر زینب رکھ دیا کہ برہ نام آپ ﷺ کو ناپسند تھا (اسد الغابة، ۵/ ۴۶۸-۴۶۹)۔

حضرت امامہ بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمیؓ رسولِ اکرم ﷺ کے ایسے چچازاد بھائی کی دختر تھیں جو عمر میں اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمیؓ سے بھی بڑے تھے۔ وہ بھی رسولِ اکرم ﷺ کے زیر کفالت تھیں۔ حضرت عباد بن سنان سلمی حلیفِ قریش نے ان کا رشتہ رسولِ اکرم ﷺ سے مانگا تو آپ ﷺ نے قبول کرلیا اور ان سے حضرت امامہؓ کا نکاح کردیا (اسد الغابة، ۳/ ۱۰۱: ذکر عباد)۔ ایسی بعض دوسری بناتِ عم اور رشتہ دار خواتین تھیں جن کی شادی رسولِ اکرم ﷺ نے کی تھی اگرچہ ان کے نکاح میں اس کا حوالہ نہیں ملتا۔ اس شادی کا زمانہ مکی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت امامہؓ کی عمر مکی دور میں کافی ہوچکی تھی۔ ان کے والد ماجد جناب ربیعہ بن حارث ہاشمی کا انتقال اسی مکی دور کے آغاز میں ہوچکا تھا۔ ایک امکان یہ ہے کہ یہ ان کی دوسری شادی تھی جو مدینہ میں انجام دی گئی تھی۔

حضرت زینب جحش اسدی خزیمی کا نکاح

سماجی لحاظ سے سخت ہنگامہ خیز اور دینی و شرعی اعتبار سے انتہائی اہم نکاح حضرت زینبؓ کا تھا۔ وہ قریش کے خاندان بنو ہاشم سے مادری نسب رکھتی ہیں، بنو امیہ سے حلف کے رشتہ میں بندھی تھیں اور بنو اسد/ خزیمہ کے قبیلہ سے پدری نسبت سے وابستہ تھیں۔ وہ اس طرح حسب و نسب میں اشرافِ مکہ میں سے تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کی پھوپھی جناب امیمہ بنت عبدالمطلب ہاشمی کی دختر تھیں۔ ان کے باپ جحش بن رئاب اسدی اپنے قبیلہ کے سربراہ تھے اور بنو عبد مناف کے خاندان بنو امیہ کے حلیف تھے۔ ان گوناگوں خاندانی صفات کے علاوہ وہ انتہائی حسین و جمیل اور بیکراں صفاتِ

عالیہ کی مالک خاتون تھیں اور خاص مزاجِ اشرافیہ کی خوبو بھی رکھتی تھیں۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ان کا رشتہ اپنے مولیٰ حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ سے لگایا۔ وہ عرب ہونے کے باوجود بہرحال غلام رہ چکے تھے اور سماجی لحاظ سے حضرت زینبؓ کے ہم پلہ (کفؤ) نہ تھے۔ پھر وہ رسولِ اکرم ﷺ کے متبنیٰ (لے پالک، گودلی ہوئی اولاد) بھی تھے۔ حضرت زینبؓ سے ان کے اس رشتہ میں بھی ایک طرح کی سماجی اونچ نیچ حائل تھی۔ حضرت زینبؓ کے خاندان والے بھی اس رشتہ سے بہت خوش نہ تھے اور شاید حضرت زینبؓ کے دل میں بھی ایک پھانس سی تھی لیکن رسولِ اکرم ﷺ کے فیصلہ، پسند اور حکم پر سرِ تسلیم خم کر دیا اور حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ سے شادی کر لی۔ یہ ایمانِ خالص کی علامت، محبتِ رسول کی نشانی اور پیروی کامل کی انتہا تھی۔

حضرت زینبؓ کی حضرت زید سے شادی کے پیچھے ایک اسلامی اصول کی کارفرمائی اور نبوی حکمت کی ایک مثال چھپی ہوئی تھی۔ قریشِ مکہ اور اشرافِ جاہلی کے دماغ میں جو اشراف واجلاف کا غیر اسلامی اور غیر فطری تصور راسخ تھا اس کو توڑنا مقصود تھا۔ وہ اس سماجی روایت ناشائستہ کی شکست سے زیادہ ضروری تھا کیونکہ اونچ نیچ اور شریف ورذیل کا تصور پہلے تو دماغوں میں ہی آتا ہے اور بعد میں وہ انسانی عمل میں اترتا اور سماج میں روایت بن کر روپ دھارتا ہے۔ ذہن وفکر کی تطہیر سے سماجی گندگی اور معاشرتی بے اعتدالی دور کی جاسکتی ہے جو رسولِ اکرم ﷺ نے دور کرنی چاہی تھی اور اس میں پوری طرح کامیاب رہے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ نکاح زیادہ عرصہ قائم نہیں رہا لیکن اس میں قرآن مجید کے مطابق حضرت زیدؓ کا رویہ زیادہ ذمہ دار تھا، حضرت زینبؓ کا نہیں۔ اس پر زیادہ بحث ہمیں اپنے بنیادی مقصد سے دور لے جائے گی۔ سورۂ احزاب کی آیاتِ کریمہ: ۳۷-۴۰ میں اس نکاحِ عظیم کے بارے میں ارشادِ الٰہی موجود ہے (مسلم، کتاب النکاح، باب زواج زینبؓ؛ ابن سعد، ۱۰۱/۸؛ پر حضرت زینبؓ کا قول یوں موجود ہے: ''فخطبها رسول الله ﷺ علی زید بن حارثة

فقالت: یا رسول اللہ: لا ارضاہ لنفسی، وانا ایم قریش، قال :فانی قد رضیتہ لک، فتزوجھا زیدبن حارثۃ"؛فتح الباری، ۸/ ۶۶۵؛ سورۂ احزاب کی تفسیر میں اس سے زیادہ وضاحت آئی ہے:"وکان رسول اللہ ﷺ اراد ان یزوجھا زید بن حارثۃ مولاہ فکرھت ذلک، ثم انھا رضیت بما صنع رسول اللہ ﷺ فزوجھا ایاہ "؛ شبلی، ۱/ ۴۴۱-۴۴۵؛ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور دوسرے شارحین ومحدثین کے علاوہ سیرت نگاروں نے بھی، جن میں مولانا شبلی شامل ہیں، حضرت زیدؓ سے حضرت زینبؓ کے نکاح کے ختم ہونے کا الزام حضرت زینبؓ پر رکھ دیا ہے حالانکہ قرآن مجید نے "فلما قضی زید منھا وطرا " (پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض) کہہ کر ختمِ نکاح کی ذمہ داری ان کے سر ڈالی ہے۔ روایات کو متنِ قرآن پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ یہ تحقیق طلب بحث ہے جو کبھی آئندہ ہوگی)۔

حضرت ام کلثومؓ بنت عقبہ اموی کی شادی

ذکر آچکا ہے کہ دشمنِ اسلام اور سردارِ مکہ عقبہ بن ابی معیط اموی کی مسلم دخترِ نیک اخترِ صلحِ حدیبیہ کے بعد جراتمندانہ ہجرت کرکے مدینہ آگئیں اور دامنِ رسالت پناہ میں سکونت پذیر ہوئیں۔ روایات میں آتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے قیام وطعام کا انتظام فرمایا تھا۔ ان کے دوسرے اعزہ واقرباء مدینہ میں موجود تھے بالخصوص حضرت عثمان بن عفان امویؓ جو ان کے نسبی برادروں سے زیادہ حقیقی بھائی کا درجہ رکھتے تھے کہ حضرت ام کلثوم کے حقیقی بھائی حضرت ولید بن عقبہ امویؓ ان کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے رشتے بھی تھے اور خاندان اموی کے تو بہت سے افراد مدینہ منورہ میں موجود تھے لیکن وہ رسولِ اکرم ﷺ کی سرپرستی اور حفاظت و ولایت میں رہیں کہ آقائے کل ﷺ سے بڑھ کر اور کون ولی ہوسکتا تھا۔ ان کی شادی رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ سے کی اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ غزوۂ موتہ میں ان کی شہادت تک رہیں (اسد الغابۃ، ۵/ ۶۱۴؛ ابن سعد وغیرہ)۔

حضرت فاطمہ بنت قیس فہری قرشی

حضرت ضحاک بن قیسؓ کی بہن اور اولین مہاجرات میں سے تھیں۔ ان کے شوہر ابو حفص نے ان کو طلاق دے دی تو مدینہ منورہ میں ان کے پاس پیغام آنے لگے اور انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے مشورہ لینا ضروری سمجھا۔ حاضرِ خدمت ہو کر بتایا کہ دو رشتے آئے ہیں: ایک حضرت ابو جہم بن حذیفہ کا ہے اور دوسرا حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموئ کا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان دونوں رشتوں کے بارے میں تبصرہ کیا کہ حضرت ابوجہم بن حذیفہ تو انتہائی غیظ و غضب والے شخص ہیں اور بیویوں کو مارتے پیٹتے ہیں اور معاویہ تو فقیر ہیں اور ان کے پاس مال نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت اسامہ بن زید کلبیؓ سے شادی کر لیں اور انھوں نے اس حسنِ مشورت پر صحابی موصوف سے شادی کر لی اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی برکت دی۔ ان کی طلاق کا قصہ بہت اہم واقعہ ہے۔ وہ خود بھی ایک عظیم الشان خاتون تھیں (اسد الغابۃ، ۵/۵۲۶-۵۲۷؛ مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقہ ثلاثا الخ وغیرہ؛ ابن سعد، ۸/۲۷۳-۲۷۴:......فکرھتہ) محدثینِ کرام کی احادیث میں زیادہ تفصیلات ہیں جن میں سب سے اہم جزئیہ یہ ہے کہ پہلے حضرت فاطمہؓ کو یہ رشتہ ناپسند ہوا تھا لیکن آپ ﷺ کے دوبارہ فرمانے سے اسے قبول کر لیا۔ وہ خود فرمایا کرتی تھیں کہ اس نکاح سے ان کی اتنی توقیر بڑھی کہ ان پر رشک کیا جانے لگا کہ بہر حال حضرت اسامہؓ حبیب نبوی کی بیوی تھیں۔

حضرت امیمہ بنت بشرؓ کا واقعہ بھی حضرت ام کلثوم اموئؓ کی مانند ہے۔ ان کے شوہر حسان بن الدحداحہ کافر تھے جبکہ حضرت امیمہؓ اسلام لا چکی تھیں۔ وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہونچیں یعنی اپنے وطنِ مالوف آ گئیں کیونکہ وہ بنو عمرو بن عوف کی ایک خاتون صحابیہ تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی شادی حضرت سہل بن حنیف انصاریؓ سے کر دی۔ بعض مفسرین کے مطابق سورۂ ممتحنہ کی آیت کریمہ: ۱۰، جس میں مہاجرات کو اہل مکہ کی طرف واپس نہ کرنے کا حکم ہے، ان ہی کے بارے میں

اتری تھی۔ حضرت ام کلثومؓ ان کے ساتھ شامل تھیں۔ دراصل وہ ان جیسی تمام مہاجراتِ مکہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی (اسد الغابة، ۵/۴۰۲؛ نیز کتبِ تفسیر بائے آیت مذکورہ بالا اور شانِ نزول)۔

ان تین شادیوں میں سے اول الذکر دو بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے دو بڑی قریشی خواتین کی شادی حضرت اسامہؓ سے کی تھی۔ اس کی اولین جہت تو یہ ہے کہ حضرت اسامہؓ اپنے والد ماجدؓ کی مانند بہر حال فروتر سماجی درجہ رکھتے تھے اور قریشی عرب اصطلاح میں غلام/مولیٰ زادہ تھے۔ دوسرے ان کی یکے بعد دیگرے شادیاں دو بڑے قریشی خاندانوں میں کی گئیں۔ یہ تعدد ازواج کا ایک اہم معاملہ بھی تھا۔ تیسرے یہ کہ یہ دونوں شادیاں کامیاب بھی رہیں، حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ کی شادی کی طرح ناکام نہیں ہوئیں۔ لہذا ''اشراف'' کے اس طعنہ کا سد باب بھی ہو گیا کہ ایسی اونچ نیچ کی شادیاں بے جوڑ ہوتی ہیں اور کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوتیں۔

دیگر خواتینِ اسلام کی شادیاں

روایاتِ سیر وسوانح میں بالخصوص ابن اثیر کے اسد الغابہ میں متعدد دوسری خواتینِ عرب کی شادیوں کا ذکر ملتا ہے جو رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے اختیارِ نبوی اور دستِ مبارک سے کی تھیں۔ ان کو ذیل میں بلا کسی ترتیب کے بیان کیا جا رہا ہے:

☆ حضرت زینب بنت حنظلہ طائیؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ کی ایک اور زوجہ محترمہ تھیں۔ حضرت اسامہؓ نے جب ان کو طلاق دی تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ زینبؓ سے کون نکاح کرتا ہے اور میں ان کا ولی وکفیل ہوں (وانا صھرہ)۔ حضرت نعیم بن عبداللہ بن النحام عدویؓ نے ان سے شادی کر لی۔ حضرت زینبؓ اپنے والد اور پھوپھی حضرت جرباءؓ بن قسامہ کے ساتھ ہجرت کر کے رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آ گئی تھیں۔ قیاس کہتا ہے اور قرینہ بھی بتاتا ہے کہ ان کا حضرت اسامہؓ سے سابق نکاح بھی رسولِ اکرم ﷺ نے ہی کرایا تھا کہ آپ ﷺ ان کے ولی بھی تھے (اسد الغابة، ۵/۴۶۶)۔

☆حضرت سہلہ بنت عاصم انصاریؓ کی شادی کا واقعہ بہت عجیب غریب ہے۔ وہ غزوۂ خیبر کے دوران پیدا ہوئی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فالِ لیتے ہوئے ان کا نام سہلہ رکھا تھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا معاملہ آسان فرمائے۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ مجھے غنائم خیبر سے مال عطا فرمایا، اور جس دن میری ولادت ہوئی اسی دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ سے میری شادی کر دی:

"......وزوجنی عبدالرحمن بن عوف یوم ولدت" (اسد الغابہ، ۵/۴۸۳: اس عبارت اور شادی سے خلجان نہ ہو۔ شادی تو ولادت کے بعد کسی وقت بھی کی جا سکتی ہے مگر شادی کا رشتہ میاں بیوی کے درمیان اسی وقت استوار کرنے کی اجازت ہے جب لڑکی/دلہن اس کے قابل ہو جائے)۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ کافی معمر شخص تھے۔ اس نکاح کے وقت ان کی عمر پچاس سال کے قریب رہی تھی جبکہ حضرت سہلہ نومولود تھیں۔ اس رشتہ کی تحقیق کی ضرورت ہے جو اس وقت ممکن نہیں ہے۔

☆حضرت فارعہ بنت اسعد بن زرارہؓ اور ان کی دو بہنیں حضرت حبیبہ اور حضرت کبشہؓ رسولِ اکرم ﷺ کی کفالت میں تھیں کیونکہ صحابی جلیل نے اپنی وفات (۱ھ/۶۲۳ء) کے وقت رسولِ اکرم ﷺ کو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ان کی (حضرت فارعہؓ) کی شادی حضرت نبیطؓ بن جابر/ بنو مالک بن النجار سے کر دی۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت فارعہؓ کو انصار کی ایک یتیمہ قرار دے کر ان کی غزل کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے۔ غالباً ان ہی صاحبزادی کا نام فریعہ بھی بیان کیا گیا ہے اور ان کی شادی صحابی مذکور سے کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں۔ ابن اثیر نے دو الگ الگ سوانحی خاکوں میں ان کا ذکر کیا ہے مگر ان کے شوہر کا نام یکساں ہی دیا ہے (اسد الغابۃ، ۵/۵۱۵، ۵۲۹؛ نیز ۵/۴۲۱)۔ حبیبہ بنت ابی امامہ اسعدؓ کے خاکے میں رسول اکرم ﷺ کے شادی کرانے کا واضح ذکر نہیں ہے لیکن اس سے واضح یہی ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی شادی حضرت سہل بن حنیف انصاریؓ سے کی تھی اور ان سے جو صاحبزادے پیدا ہوئے تھے ان کا نام رسولِ

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسعد اور ان کی کنیت ابوامامہؓ ان کے نانا گرامی کے نام وکنیت پر رکھی تھی اور ان دونوں/ تینوں بہنوں کو "رعاث" نامی سونے اور موتی پر مشتمل زیورات میں سے کچھ عطا فرمائے تھے (۵/ ۵۳۶) ذکر کبشہ بنت ابی امامہ اسعدؓ بن زرارہ کے سوانحی خاکے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں بہنوں کی شادی کرانے کا ذکر بھی ہے: "وکان ابوھن قد اوصی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھن فزوجھن" حضرت کبشہؓ کے شوہر کا نام حضرت عبداللہؓ بن ابی حبیبہؓ تھا جو ان کی سگی خالہ حضرت حبیبہؓ کے فرزند تھے (ابن سعد، ۸/ ۴۳۹-۴۴۱)۔ حضرت کبشہؓ اور حضرت فارعہؓ /فریعہؓ کی شادیاں کرانے کا ذکر کیا ہے۔ مزید اضافہ یہ کیا ہے حضرت فارعہؓ /فریعہؓ کی شبِ زفاف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ایک گیت کے بول گانے کے لئے بتائے تھے جس کے تین مصرعے نقل کئے گئے ہیں۔ تیسرا دلچسپ اضافہ یہ ہے کہ حضرت فارعہؓ /فریعہؓ کے ہاں جب ایک لڑکے کی ولادت ہوئی تو لڑکے کے باپ حضرت نبیط بن جابرؓ اسے خدمتِ اقدس میں لائے اور اس کا نام رکھنے کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبدالملک رکھا اور تبریک بھی کی (یعنی کھجور وغیرہ چبا کر اسے کھلائی)۔

☆ حضرت کریمہ بنت کلثوم حمیریؓ کی شادی کا واقعہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ ایک صحابی حضرت عکاف بن وداعہ ہلالیؓ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہاری کوئی بیوی ہے؟ انھوں نے نہ صرف نفی میں جواب دیا بلکہ یہ بھی عرض کیا کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری شادی نہیں کرائیں گے میں شادی نہیں کروں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ جس سے چاہیں میری شادی کر دیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی برکت پر میں نے تمہارا نکاح کریمہؓ بنت کلثوم حمیری سے کر دیا: "فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد زوجتک علی اسم اللہ تعالیٰ والبرکۃ کریمۃ بنت کلثوم الحمیری" (اسد الغابۃ، ۵/ ۵۳۸)۔

☆ حضرت ام المغیرہؓ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک چچا زاد بھائی حضرت نوفلؓ بن حارث بن

عبدالمطلب ہاشمیؓ کی دختر تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی شادی مشہور صحابی حضرت تمیم داریؓ سے کی تھی۔ ان کی شادی کا واقعہ بھی بہت اہم ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ ایک دن مسجد نبوی تشریف لائے تو وہاں چراغاں دیکھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ چراغ وقندیل کس نے جلائے ہیں؟ لوگوں نے حضرت تمیم داریؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ انھوں نے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا وآخرت میں نور عطا فرمائے پھر حسرت کا اظہار فرمایا کہ اگر میری کوئی دختر ہوتی تو اس کی شادی تم سے کر دیتا۔ حضرت نوفل بن حارثؓ موجود تھے، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری ایک بیٹی ام المغیرہ نامی موجود ہے اس کی شادی ان سے اسی وقت کر دیجئے اور ان کی شادی آپ ﷺ نے ان سے فوری طور پر کر دی (اسد الغابة، ۵/ ۱۴۵، ۶۲۱)۔

☆ ایک گمنام مطلبی خاتون کی شادی کا واقعہ بھی بہت اہم ہے۔ وہ یزید بن ہاشم مطلبی کی دختر تھیں۔ ان کی شادی رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت حارث بن خالد تیمیؓ سے کی تھی۔ حضرت خالدؓ سے ان کی شادی کا سماجی پس منظر یہ ہے کہ وہ حبشہ کے مہاجرین اولین میں سے تھے۔ وہاں ان کی اہلیہ اور ان کی تمام اولاد فوت ہوگئی۔ حضرت خالدؓ مدینہ منورہ پہونچے تو بے اہل وعیال تھے اور ظاہر ہے کہ سخت کبیدہ خاطر تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے زیرِ کفالت دختر اور حامی خاندانِ بنو عبد مناف -بنو مطلب- کے ایک شیخ کی دختر سے شادی کر دی۔ وہ غالباً رسولِ اکرم ﷺ کی کفالت وذمہ داری میں رہتی تھیں (اسد الغابة، ۱/ ۳۲۵-۳۲۶)۔

مدنی دور میں رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں کی بھی شادی کی تھی۔ ان کا ذکرِ خیر صرف برکت اور سلسلہ کلام کو مکمل کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے ورنہ وہ دونوں شادیاں مشہور ومعروف ہیں اور ان کے بارے میں زیادہ تفصیلات دینے کی اس لئے بھی ضرورت نہیں ہے کہ انسان اپنی بیٹیوں کی شادیاں تو کرتا ہی ہے۔ وہ ایک سماجی اور خاندانی فریضہ بھی ہے اور دینی اور اسلامی ذمہ داری بھی۔

☆بنات طاہرات میں سے جگر گوشہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علی بن ابی طالب ہاشمیؓ سے کی گئی تھی۔ یہ شادی ۲/۶۲۴ میں ہوئی تھی اور حضرت رقیہؓ کی وفات ۲ھ/۶۲۴ء کے بعد حضرت ام کلثومؓ کی شادی حضرت عثمان بن عفان امویؓ سے ہوئی تھی۔ یہ نکاح ربیع الاول ۳ھ/ ۶۲۵ء میں ہوا تھا۔ حضرت ام کلثومؓ کی وفات ۹ھ/ ۶۳۱ء میں ہوئی تھی (اسد الغابة، ۵/ ۵۲۰؛ ۶۱۲؛ ابن سعد، ۸/ ۱۹-۳۰ اور ۳۷-۳۹؛ شبلی، ۱/ ۳۶۵-۳۶۷)۔

ان دونوں شادیوں کی ایک سماجی اہمیت بھی ہے اور رسولِ اکرم ﷺ کی خاص سنت کی توسیع بھی ہے۔ اپنی چار بنات طاہرات میں سے بڑی دختر ارجمند حضرت زینبؓ کی شادی بنو عبد شمس کے خاندان میں مکہ میں کی تھی اور دوسری دختر نیک اختر حضرت رقیہؓ کی شادی بھی بنو امیہ میں کی جبکہ تیسری حضرت ام کلثومؓ کو حضرت عثمان امویؓ کے حبالہ نکاح میں ان کی بڑی بہن کے بعد دے دیا تھا۔ چوتھی دختر گرامی حضرت فاطمہؓ کی شادی البتہ ایک ہاشمی سے کی تھی۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ اس حسن سلوک کا نعم البدل تھا جو شفیق و محترم چچا ابو طالب ہاشمی نے کیا تھا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے بعض دوسری مسلم خواتین کی بھی شادیاں کرائی تھیں۔ ان کا ایک عمومی جائزہ کتبِ حدیث سے پیش کیا جاتا ہے:

بخاری کی حدیث: ۵۱۳۲ میں یہ بیان ملتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اسی دوران ایک عورت آئی اور اس نے اپنا نفس آپ ﷺ پر پیش کیا مگر آپ ﷺ نے نگاہ جھکا لی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ کے ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کی شادی مجھ سے کر دیجئے۔ دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں، پھر پوچھا: لوہے کی انگوٹھی تو ہوگی۔ اس نے کہا کہ وہ بھی نہیں لیکن میں اپنی یہ چادر پھاڑ دیتا ہوں اور آدھی اسے دے دیتا ہوں اور آدھی اپنے پاس رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ نہیں۔ کیا تمہارے پاس

کچھ قرآن کا حصہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ میں نے اس قرآن کے عوض تمہارا اس سے نکاح کر دیا (بخاری، کتاب النکاح، باب ۳۷ [باب اذا كان الولى .....] فتح الباری، ۹/ ۲۳۶ ومابعد؛ نیز حدیث: ۵۱۳۵؛ فتح الباری، ۹/ ۲۳۹-۲۴۰)۔

☆ احادیث وسیر کی بعض روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے معمولی مہر (صداق) پر ایسی اور کئی شادیاں بھی خواتینِ اسلام کی کرائی تھیں۔ دراصل شادی میں مہر کی رقم کی اتنی اہمیت نہ تھی جتنی اس بات کی کہ رشتہ کس نے لگایا؟ رسولِ اکرم ﷺ سے بڑھ کر خواتین کا ولی اور مربی اور محسن کون ہوسکتا تھا۔ ان تمام شادیوں میں یہ نکتہ بہت اہم ہے کہ آپ ﷺ کو خواتین مکرم نے ہی اپنی شادیوں کا اختیار دیا تھا اور آپ ﷺ نے ان کی پسند سے ان کی شادیاں انجام دی تھیں۔

مختصر تجزیہ

مکی اور مدنی دونوں ادوارِ حیات میں رسولِ اکرم ﷺ نے متعدد خواتینِ اسلام کی شادیاں صحابہ کرام سے کرائیں۔ ان شادیوں کی مختلف سماجی، دینی اور تہذیبی جہات ہیں۔ ان کی قبائلی اور سیاسی اہمیت بھی ہے۔ اس لئے ان کا ایک مختصر تجزیہ نکات کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے تا کہ ان شادیوں اور نکاحوں کے بارے میں معاشرتی تصویر واضح ہو جائے اور سیرت نبوی کا یہ باب روشن ہو جائے۔

۱۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی چار بناتِ طاہرات میں سے دو صاحبزادیوں۔ حضرت زینب اور حضرت رقیہؓ۔ کی شادیاں مکہ مکرمہ میں کیں۔ بڑی دختر حضرت زینبؓ کی شادی حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں اور ان کی مرضی بلکہ سلسلۂ جنبانی سے ان کی بہن حضرت ہالہ کے فرزند حضرت ابوالعاص بن ربیع عبشمیؓ سے کی اور حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمان بن عفان اموی سے بعد نبوت اپنی اور اسلام کی پسند سے کی۔ حضرت عثمانؓ بھی عزیزِ نبوی تھے کہ پھوپھی کے صاحبزادے تھے۔ حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت ام کلثومؓ کی شادی حضرت عثمان امویؓ سے کر دی اور حضرت فاطمہؓ کی

شادی اپنے چچازاد بھائی، ربیب اور پروردہ حضرت علیؓ بن ابی طالب ہاشمی سے مدینہ میں کی۔

۲-ان تمام شادیوں میں صاحبزادیوں کی مرضی اور پسند کا خیال رکھا اور ان کی رضا اور رغبت ہی سے شادیاں انجام دیں۔

۳-رسولِ اکرم ﷺ نے کسی بھی صاحبزادی کی شادی میں جہیز نہیں دیا کہ اسلامی رسم تھی نہ عربی روایت۔ حضرت فاطمہؓ کی شادی میں جو جہیز بتایا جاتا ہے وہ جہیز ہی نہ تھا۔ وہ سامانِ زیست/شادی تھا جو حضرت علیؓ نے اپنی کمائی سے فراہم کیا تھا۔ اس باب میں بہت سے سیرت نگاروں کو مغالطہ ہوا ہے۔

۴-ہر شادی اور نکاح میں بیوی کا مہر ضرور مقرر کیا گیا اور فوراً ادا کیا گیا۔ مہر کی کوئی شرعی حد مقرر نہیں ہے۔ وہ شوہر کی مالی حالت اور استطاعت کے مطابق مقرر ہوتا تھا۔ ان تمام شادیوں میں معمولی سے معمولی مہر بھی ملتا ہے اور خطیر رقم بھی۔ معمولی مہر یہ تھا کہ ایک خاتونِ اسلام کی شادی محض شوہر کے حفظِ قرآن کے بدلے کردی گئی تھی اور وہی ان کا مہر ٹھہرا تھا۔ جبکہ بعض معمولی آمدنی کے شخص نے چار اوقیہ چاندی (ایک سو ساٹھ درہم) کا مہر باندھا تھا اور پانچ پانچ درہم کا مہر تو عام طور سے ملتا ہے۔ یہ تحقیق طلب بحث ہے۔

۵-رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں کے علاوہ جن صحابیات کا نکاح اپنی پسند سے فرمایا تھا ان کے ولی کی حیثیت سے کیا تھا۔ ولایت یا ولی کا حق آپ ﷺ کو مختلف صورتوں میں ملا تھا:

☆ موالی یعنی غلام اور باندیوں کے نکاح کے آپ ﷺ قانونی ولی تھے۔ غلام کے آقا ہونے کی حیثیت سے اور آزاد کردہ غلاموں اور باندیوں کے سرپرست اور حقِ ولاء رکھنے والے کی حیثیت سے۔

☆ متعدد ہاشمی، مطلبی اور دوسری خواتین اور عورتیں آپ ﷺ کے زیرِ کفالت تھیں۔ ان کے والدین یا ولیوں کی غیر موجودگی میں ان کے مربی اور کفیل ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ ان

کے ولی نکاح تھے۔

☆متعدد بچیوں اور صاحبزادیوں کے آباء واجداد اور اولیاء نے آپ ﷺ کو اپنا وصی مقرر کر دیا تھا اور ان کی شادی کی وصیت کی تھی۔

☆بعض موجود اولیاء اور آباء نے آپ ﷺ کو حقِ ولایت دے دیا تھا جسے تفویضِ ولایت کہا جا سکتا ہے۔

☆بعض خواتین اپنا نفس آپ ﷺ کو ہبہ کرتی تھیں جس کا حوالہ قرآن مجید کی آیتِ کریمہ (سورہ احزاب: ۵۰) میں آیا ہے۔ ان موہوبہ کے آپ ﷺ ولی بن جاتے تھے اور ان کا نکاح کرنے کے مجاز۔

☆متعدد خواتین بالخصوص مہاجراتِ قریش نے آپ ﷺ کے پاس پناہ لی اور آپ ﷺ کی کفالت میں رہیں۔ ان کو مشورہ کے ذریعہ نکاح اور شادی کے لئے تیار کیا اور ان کی نسبتیں لگائیں۔ ان میں سے متعدد کو اول اول آپ کی لگائی ہوئی نسبت ورشتہ ناپسند ہوا مگر بعد میں وہ ہی پسندیدہ اور بابرکت ثابت ہوا۔

☆حضرت زینب بنت جحش اسدی خزیمیؓ کی حضرت زید بن حارثہ سے شادی سماجی اونچ نیچ اور خاندانی افتخار کو توڑنے کی خاطر کی گئی تھی اور ایسی کئی شادیاں انجام دی گئی تھیں جن میں دولہنیں بڑے خاندانوں کی تھیں اور ان کے دولہا متوسط نچلے طبقہ سماج کے۔

☆رسولِ اکرم ﷺ امامِ امت، سلطانِ وقت اور سربراہِ ریاست تھے اور ان سب سے زیادہ آخری رسول اللہ ﷺ۔ اس حیثیت سے آپ ﷺ کو عام ولایتِ نکاح کا حق حاصل تھا جیسا کہ امام بخاری وغیرہ محدثین اور دوسرے فقہاء اسلام نے بیان کیا ہے۔

۶-اسلامی سماج اور معاشرہ میں طبقاتی اور خاندانی اونچ نیچ اور خاندانی وقبائلی نخوت دور کرنے کے لئے بعض نکاح غیر کفوؤں میں کئے گئے:

☆ان میں حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ اور ان کے فرزند حضرت اسامہ بن زیدؓ کے متعدد

نکاحوں اور شادیوں کو شامل کیا جا سکتا ہے۔

☆ بعض دوسری شادیاں بھی اسی ضمن میں آتی ہیں کہ بڑے خاندانوں کی بچیوں کو متوسط اور نچلے خاندان کے لوگوں سے بیاہا گیا۔

۷- شادی خانہ آبادی امن وامان اور بین القبائلی دوستی اور محبت کی باعث ہوتی تھی۔ عرب روایات کے مطابق طرفین کے قبائل کے درمیان کامل ہم آہنگی اور مروت والفت پیدا ہو جاتی تھی۔ اس لئے متعدد شادیاں اسی خیال وفکر سے انجام دی گئیں۔

۸- متعدد کمسن بچیوں کی شادیاں کافی معمر اور سن دراز لوگوں سے کی گئیں اور عمروں کے تفاوت کو خیال میں نہیں لایا گیا اگرچہ وہ ناپسندیدہ تھا۔

۹- اسی طرح کافی نوجوان اور کمسن صحابہ کرام کی شادیاں ان کی عمر سے کہیں زیادہ بلکہ معمر خواتین سے کسی مصلحت سے کی گئیں۔

۱۰- خاندانِ رسالت سے ازدواجی تعلقات کی ایک دینی اور سماجی اہمیت تھی حتی کہ اس کے موالی کو بھی وہی شرف حاصل تھا۔ اس کے سبب بھی بعض شادیاں کی گئیں۔

۱۱- قریش اور انصار کے دو عرب قبیلوں - اوس وخزرج - کے متعدد افراد وخواتین کی شادیاں بدوی عربوں سے اسی ہم آہنگی کی خاطر کی گئیں۔

۱۲- سیرتِ نبوی کا ایک سماجی اور معاشرتی پہلو اور بہت اہم پہلو ان شادیوں سے سامنے آتا ہے۔ وہ رسولِ اکرم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کو اجاگر کرتا ہے کہ آپ ﷺ سب کے لئے سراپا رحمت تھے، ان سے آپ ﷺ کی سماجی اصلاحات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اس معاشرتی جہتِ سیرت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سماجی ہم آہنگی، برادرانہ مواخات اور بین القبائلی تعاون اور اسلامی مساوات کی فضا قائم کرنے میں اس نے کتنا اہم کردار ادا کیا تھا۔

عورتوں کا حق خرید وفروخت اور کسبِ معاش

اگر چہ خواتینِ عہدِ نبوی کے کسبِ معاش اور دوسری خرید وفروخت کی صورتیں عہدِ نبوی کی تجارت کی بحث کا ایک حصہ ہیں، تاہم ان کا ایک الگ باب یا فصل میں ذکر کرنا ضروری ہے۔ نظری احکام اور نظری حقوق پر بحث بھی کافی یقین آفریں ہوتی ہے لیکن جب وہ تاریخی واقعات اور حقیقی شواہد سے مستند و مدلل ہو جاتی ہے تو اس کی اہمیت و واقعیت کچھ اور ہوتی ہے۔ آج کے مسلم معاشروں میں عورتوں کے کسبِ معاش کی مساعی کو بنظرِ استحسان نہیں دیکھا جاتا بالخصوص روایتی دینی حلقوں میں۔ ان کے کسبِ معاش کے حق کو یا خرید وفروخت اور دستکاری و مزدوی کے معاملات کو بعض صحیح اصول کی بے اصول دھند میں چھپا دیا جاتا ہے۔ دلیل وہی کہ عورت پر مال وکسب کی ذمہ داری ہی نہیں لہذا اسے کمانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس کے بعد اس پر تجارت وکسب اور دستکاری وحرفت اور نوکری واجیری کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ عہدِ نبوی کے واقعات سے اصل اصول اور واقعات دونوں ابھر کر سامنے آتے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو نہ صرف کسب معاش کا حق حاصل تھا بلکہ ان کو پورے مواقع فراہم کئے جاتے تھے کہ وہ اپنی ذاتی، خاندانی اور دوسری ضروریات کے لئے مختلف پیشے اختیار کریں۔

روایات کے مطابق عرب کے جاہلی معاشرے میں عورتوں کو کسبِ معاش کے چاروں

ذرائع - تجارت، زراعت، دستکاری/حرفت اور مزدوری و اجرت - اختیار کرنے کی آزادی حاصل تھی اور وہ حقیقت میں ان کے ذریعہ مال و دولت کماتی تھیں۔ صرف پیٹ بھرنے کی حد تک نہیں اور نہ صرف تن ڈھانکنے اور سر چھپانے کی حد تک بلکہ باقاعدہ دولتمندی کے حصول کے لئے بھی۔ یہ حق و آزادی اور واقعہ تاریخی عہدِ نبوی کے مکی اور مدنی دور میں بھی استوار رہا اور خواتین ان چاروں ذرائع سے آمدنی حاصل کرتی اور دولت جمع کرتی رہیں۔ ان میں حضرت خدیجہؓ کی تجارت کا واقعہ اتنا مشہور و معروف ہے اور اتنی بار اس کا حوالہ آچکا ہے کہ مزید کچھ کہنا تحصیلِ حاصل اور تکرار کا باعث ہوگا۔ صرف یہ عرض کرنا البتہ ضروری ہے کہ وہ قریش کی مالدارترین خاتون تھیں اور ان کی بین الاقوامی تجارت شام و یمن کے بین الاقوامی مراکز کے علاوہ عرب کے مختلف بازاروں سے بھی ہوتی تھی اور وہ مضاربت و اجرت کی بنیاد پر گھر بیٹھے مردوں نے - مختلف مردوں - سے تجارت و کاروبار کراتی تھیں اور نفع کماتی تھیں۔ حضرتِ خدیجہؓ کی تجارت کا ایک اور اہم زاویہ ہے جو اسلامی نقطۂ نظر سے بہت اہم ہے اور اصولی علماء و فقہا کے غور و فکر کے لائق۔ رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد بھی حضرت خدیجہؓ کی تجارتی سرگرمی جاری رہی اور اس میں رسولِ اکرم ﷺ بھی برابر کے شریک و سہیم ہے (مفصل بحث کے لئے بلاحظہ ہو: خاکسار کی کتاب ''عہدِ نبوی میں تجارت''؛ سید سلیمان ندوی/شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی، ۱/۱۸۵-۱۹۰ اور مودودی کی سیرت سرورِ عالم، ۲/۱۱۱-۱۱۳ وغیرہ)۔

☆ حضرت خدیجہؓ کی ایک بہن حضرت ہالہؓ چمڑے کی کھال کی تجارت مکی عہد میں کرتی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کے سلسلہ میں ان سے اپنے ایک ساتھی اور ہم عمر حضرت عبداللہ بن حارث ہاشمی کے ساتھ بازار یا ان کے مقامِ تجارت پر ملاقات کی تھی (ابن کثیر، ۱/۲۶۶-۲۶۷)۔

دیگر خواتین کی کاروباری دنیا

اس عنوان کے تحت بعض دوسری خواتینِ عہد کے کسبِ معاش کی مساعی کا ذکر کیا جارہا ہے تا کہ یہ واضح ہو کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدیؓ کی تجارت و کاروبار کے علاوہ بہت سی دوسری خواتین بھی اپنے ذرائع آمدنی رکھتی تھیں اور مختلف طریقوں سے کماتی تھیں۔ اس بیانیہ میں کسی ترتیب و تنظیم کی رعائت نہیں کی گئی ہے۔ صرف خام مواد اکٹھا کیا جارہا ہے۔ تجزیاتی بحث میں کسی قدر ترتیبِ موضوعات اور تنظیمِ کاروبار کا ذکر بھی آئے گا۔ کیونکہ اصل مسئلہ تو اس تاریخی ثبوت کے فراہم کرنے کا ہے جس کے تحت اسلام نے عورتوں کو حق اکتساب عطا کیا ہے اور جس کا واقعاتی مظاہرہ خیر القرون میں ہوا تھا۔

☆ حضرت نبہان التمار کے سوانحی خاکہ میں ایک خاتون کا ذکر آتا ہے جو ان سے تمر (کھجور) خریدنے آتی تھی۔ حضرت موصوف تو کھجور کے بیوپاری ہی تھے وہ خاتون بھی شاید یہی کاروبار کرتی تھیں۔ روایاتِ تفسیر میں اس واقعہ کا ذکر آتا ہے (اسد الغابة، ۱۳/۵)۔

☆ مشہور سردارِ مکہ ابوجہل مخزومی کی ماں اسماء بنت مخربہ ثقفی دونوں دورِ جہالت اور عہدِ اسلامی میں گھر گھر عطر فروشی کرتی تھیں۔ ان کے ایک فرزند حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہؓ یمن سے عمدہ عطر ان کے پاس بھیجا کرتے تھے جسے وہ فروخت کرتی تھیں۔ عہدِ فاروقی میں ان کے بعض خواتینِ اسلام سے سخت تنازعہ کا ذکر آتا ہے (اسد الغابة، ۴۵۲/۵: وہ ابوجہل کی سوتیلی ماں اور حضرات عیاش بن ابی ربیعہ اور ان کے بھائی عبداللہ کی سگی ماں تھیں۔ لڑائی جھگڑا ابوجہل کے قتل کے ذکر پر ہوا تھا؛ بلاذری، ۱/ ۲۹۸-۲۹۹)۔ ان کی عطر فروشی اور اکتسابی سرگرمی اس کے بعد بھی جاری رہی۔ بالعموم خواتینِ خانہ ہی ان سے "مال" خریدتی تھیں، مردانہ خریداری بھی ہوتی تھی)۔

☆ حضرت حولاءؓ ایسی عطر فروش تھیں کہ وہ "العطارہ" کے نام سے ہی مشہور ہوگئی تھیں۔ وہ

رسولِ اکرم ﷺ کے خانہ مبارک میں آتی تھیں اور عطر فروخت کرتی تھیں اور رسولِ اکرم ﷺ ان کے عطروں کی خوشبوؤں سے ان کو پہچان لیا کرتے تھے۔ ایک دن رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو اپنے گھر میں پایا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کیا تم لوگوں نے ان سے کچھ خریدا بھی ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ آج وہ کاروبار کی غرض سے نہیں آئیں، اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی شکایات کا تدارک فرمایا (اسد الغابة، ۵/۴۲۲-۴۲۳؛ حضرت عائشہؓ رسولِ اکرم ﷺ کے لئے ان سے عطر خریدا کرتی تھیں)۔

حضرت قیلہ انماریہؓ کی تجارت اور خرید فروخت کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے اور احکامِ اسلامی سے بھرپور بھی۔ انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ کو دورانِ حج/عمرہ مروہ کے مقام پر دیکھا کہ آپ ﷺ احرام اتار رہے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئی میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ایک خرید و فروخت کرنے والی تاجر عورت ہوں اور خرید و فروخت میں بھاؤ تاؤ اور مول تول کرتی ہوں۔ جس قیمت پر مجھے بیچنے کا ارادہ ہوتا ہے اس سے بڑھا کر دام بتاتی ہوں اور بھاؤ تاؤ کے بعد اپنے مطلوب نرخ پر بیچ دیتی ہوں۔ اسی طرح جب سامان خرید کرتی ہوں تو جس قیمت پر خریدنے کا ارادہ ہوتا ہے اس سے کم دام لگاتی ہوں اور جب وہ مشتری قیمتِ مطلوبہ لگاتا ہے تو خرید لیتی ہوں۔ آپ ﷺ نے مول تول کرنے سے منع فرمایا (اسد الغابة، ۵/۵۲۵: مول تول اور بھاؤ تاؤ تجارتی سرگرمی کی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے اور اس سے کوئی تجارت خالی نہیں۔ اس میں بہرحال ایک عنصرِ ضرر ضرور رہتا ہے اور خریدار کو ہمیشہ خلش رہتی ہے کہ بھاؤ تاؤ کے باوجود اس نے زیادہ دام دے دئے، اسی لئے اس کی ممانعت آئی ہے)۔

حضرت ملیکہؓ، جو مشہور صحابی حضرت سائب بن اقرع ثقفی کی ماں تھیں، عطر فروشی کا کام کرتی تھیں۔ ان کے فرزند حضرت سائب ثقفیؓ کا بیان ہے کہ ایک بار میری ماں حضرت ملیکہؓ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں عطر فروشی کے ارادے سے پہونچیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے بعدِ خرید ان سے

ان کی ضرورت و حاجت کے بارے میں پوچھا۔انھوں نے عرض کیا کہ حاجت تو کوئی نہیں لیکن میرے چھوٹے بچے کے لئے ،جوان کے ساتھ تھا،دعا فرمادیں۔رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی (اسد الغابۃ،۵/۵۴۹)۔

☆متعدد خواتین، جاہلی اور اسلامی دونوں ادوار میں، کپڑا بننے کا کام کرتی تھیں اور بنے ہوئے کپڑوں کو بیچا کرتی تھیں۔حضرت عائشہؓ نے ایک پردہ اور ایک قالین اسی طرح خریدی تھی۔ ایک خاتون نے ایک چادر بن کر خدمت نبوی میں ہدیہ کی تھی۔قومی کاروانِ قریش میں مکہ کی خواتین نے سوت کات کات کر اور کپڑے بن کر بیچے تھے اور ان سے حاصل شدہ آمدنی قومی کارواں میں لگائی تھی۔ یہ قومی کاروانِ قریش،غزوہ بدر۲ھ/۶۲۴ء میں مکہ سے شام بھیجا گیا تھا اور جس میں تمام باشندگانِ مکہ نے بہت زیادہ سرمایہ لگایا تھا۔سرمایہ کاری کرنے والی متعدد خواتین بھی تھیں جن کے کردار و تجارت پر ابھی تحقیق کرنی باقی ہے(بخاری، کتاب البیوع، باب التجارۃ فیما یکرہ لبسه للرجال والنساء؛فتح الباری،۴/۴۱۱ومابعد؛نیز کتاب البیوع، متعدد دوسرے ابواب؛''عہد نبوی میں تجارت''؛ بخاری، کتاب اللباس وغیرہ کے متعدد ابواب/فتح الباری،۱۰/۳۲۷ومابعد کے مختلف مباحث)۔

دستکار خواتین

۱-حضرت زینبؓ بنت جحش اسدی خزیمیؓ ام المومنین ایک دستکار خاتون تھیں،طرح طرح کی چیزیں تیار کرتیں اور ان کو فروخت کردیتیں۔البتہ ان کی جو آمدنی آتی اسے اللہ کی راہ میں خیرات کردیا کرتی تھیں۔وہ صرف صدقہ خیرات کے لئے حرفت و دستکاری سے وابستہ تھیں اور ان کو اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے کسی قسم کے کاروبار کی ضرورت نہیں تھی (اسد الغابۃ،۵/۴۶۴: ''وکانت امراۃ صناع الید تعمل بیدھا و تتصدق به فی سبیل اللہ......'')حضرت عائشہؓ نے ان کے جو فضائل ومناقب بیان کئے ہیں ان میں ان کی دستکاری کی کمائی اور اس کے صدقہ خیرات کرنے کا

بہت واضح ذکر ملتا ہے (۵/۴۹۵)۔

۲-دوسری دستکار خاتون انھیں کی ہم نام حضرت زینب بنت ثقفیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ تھیں اور وہ بھی اپنی دستکاری اور حرفت کے ذریعہ چیزیں بناتی تھیں اور ان کو فروخت کر کے اپنے زیر کفالت یتیم بچوں پر خرچ کرتی تھیں۔ وہ اپنے شوہر پر بھی خرچ کرتی تھیں۔ یعنی ان کا نفقہ اٹھاتی تھیں کہ ان کے شوہر فقیر و مسکین تھے۔ کتب حدیث و سیرت و سوانح میں ان کی تجارتی سرگرمیوں کا بیشتر حوالہ ان کی دینداری اور مسائل پوچھنے کے ضمن میں آتا ہے لہذا کافی سرسری ہے۔ لیکن ان سے بہرحال یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ گھریلو ضروریات پوری کرنے کے لئے کماتی تھیں اور شوہر کی مفلسی کے سبب نان ونفقہ پر منحصر نہ تھیں۔

۳-ایک اور اسی نام کی انصاری خاتون تھیں اور وہ حضرت ابو مسعود انصاریؓ کی بیوی تھیں۔ ان کے شوہر بھی مسکین تھے۔ لہذا وہ بھی اپنے ہاتھ کی کاریگری سے چیزیں بنا کر فروخت کرتی تھیں اور اپنے شوہر اور دوسرے زیرِ کفالت لوگوں کا نفقہ اٹھاتی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے کسبِ معاش کی تعریف وتوصیف کی مگر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کو شوہرانہ نان ونفقہ پر انحصار کرنے کا حکم دیا ہو یا ان کے شوہروں کو کمانے اور نفقہ اٹھانے کی ہدایت فرمائی ہو۔ اس سے عورتوں کے کسبِ معاش کا اصول وحق نکلتا ہے۔

☆ان دونوں خواتین کی دستکاری سے کمائی ان کی مجبوری تھی۔ ان کے شوہر کماتے نہ تھے اور ان کے نفقہ سے گریزاں تھے اور وجہ ان کی ناداری تھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ دونوں خواتین اپنے اپنے شوہروں کی شکایت کرنے کے لئے خدمتِ نبوی میں ایک ساتھ پہونچیں کہ ان کے شوہر ان کا نفقہ نہیں دیتے اور ان کو خود کمانا پڑتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے نفقہ کو دہرے اجر کا باعث بتایا تھا (اسد الغابة، ۵/۴۶۳-۴۶۴)۔

غلاموں/باندیوں کی کمائی

☆ غلاموں کومختلف حرفوں اور دستکاریوں میں بھی لگایا جاتا تھا اور تجارت وکاروبار اور زراعت وغیرہ میں بھی اور ان کی آمدنی ان کے آقاؤں اور مالکوں کوملتی تھی۔ اس اقتصادی نظام میں مردوں کی تخصیص نہ تھی۔ مالدار عورتوں کے بھی دستکار غلام ہوتے تھے اور وہ ان کے لئے کام کرتے تھے۔ مختلف خواتین بالخصوص انصاری خواتین کے کاریگر غلاموں کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے ایک انصاری خاتون کا نجار (بڑھئی) غلام تھا جو نجاری کا کام کر کے چیزیں بناتا اور فروخت کرتا تھا اور آمدنی مالکہ کوملتی تھی۔ اس عظیم انصاری خاتون نے رسولِ اکرم ﷺ کی فرمائش پر یا از خود ایک عمدہ منبر بنا کر خدمتِ اقدس میں پیش کیا تھا جس پر آپ ﷺ کھڑے ہوکر خطباتِ جمعہ وغیرہ دیا کرتے تھے۔ کتبِ حدیث وسیرت میں اس واقعہ سے متعلق احادیث بہت مشہور ہیں (بخاری، کتاب البیوع، باب النجار ؛ حدیث:۲۰۹۴-۲۰۹۵؛ فتح الباری ،۴/۴۰۳ نیز کتاب الجمعة، باب الخطبة علی المنبر ،فتح الباری،۲/۴۱۰-۵۱۵؛ کتاب الصلاة، باب الصلاة فی السطوح والمنبر و الخشب؛ حدیث:۳۷۷؛ فتح الباری ،۱/۶۳۰-۶۳۱: حافظ ابن حجر نے انصاری خاتون اور ان کے نجار غلام کے ناموں سے بحث کی ہے؛ اسد الغابہ،۱/۴۴ میں بڑھئی کا نام حضرت ابراہیم بتایا گیا ہے۔ ان کی تجارتی سرگرمی یا حرفت وکاریگری کا مزید ذکر نہیں ملتا ہے)۔

☆ رسولِ اکرم ﷺ کے ایک غفاری اجیر اور ان کی اہلیہ ایک چراگاہ میں سرکاری جانوروں کی چرائی اور دیکھ بھال کرتی تھیں۔ ایسا ثابت ہوتا ہے کہ چرواہی کا پیشہ خاص عورتوں، باندیوں اور بچیوں سے متعلق تھا۔ متعدد خواتین عہد کے باب میں چرواہی کا ذکر کتبِ حدیث میں آتا ہے۔

☆ آپ ﷺ کے متعدد غلام/موالی ریاستی چراگاہوں میں چرواہی کا کام سنبھالتے تھے اور دوسرے متعلقہ کام انجام دیتے تھے۔

☆ آپ ﷺ کی ایک باندی ربیحہ نامی، جو بنو قریظہ کی اسیرِ جنگ تھیں، صدقات کے باغات میں سے ایک میں کام کرتی تھیں اور رسولِ اکرم ﷺ ان کے جھونپڑے میں کبھی کبھی آرام / قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ مرض الوفات کا آغاز وہیں سے ہوا تھا (بلاذری، ۱/۵۴۳)۔

☆ صحابہ کرام کے بعض غلاموں کے مختلف پیشوں اور دستکاریوں کا ذکر آتا ہے ان میں سے بعض باندیاں خیاط تھیں یا کپڑا بننے والیاں تھیں۔ خیاطی، نجاری، نساجی اور ایسے بہت سے کام عورتوں سے متعلق تھے۔ امام بخاری نے کتاب اللباس کے باب لبس والقسی کے ترجمة الباب میں لکھا ہے کہ قسیہ/قسی (ریشمی) کپڑا شام سے یا مصر سے آتا تھا اور عورتیں اس کو اپنے شوہروں کے لئے قطائف (چادروں) کی مانند پھیلا کر بنا کرتی تھیں: ''کانت النساء تصنعه لبعولتهن مثل القطائف يصفونها'' (فتح الباری، ۱۰/۳۶۰-۳۶۱ و مابعد)۔

غزواتِ نبوی میں عطایا کی فروخت

غزوۂ احد سے غزوۂ تبوک تک متعدد غزوات نبوی میں خواتینِ اسلام نے حصہ لیا اور ان کو مالِ غنیمت سے حصہ تو نہیں ملا مگر رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو کچھ نہ کچھ مال بطور عطیہ ضرور عطا فرمایا۔ ان میں زیورات، غلام، اونٹ، بکری، کپڑے وغیرہ شامل تھے۔ کئی مجاہدات نے اپنے مالِ غنیمت کو بیچ کر نقد رقم حاصل کر لی اور بعض نے اس سے کچھ نہ کچھ خرید لیا۔ غزوات میں خواتین کے کردار کے بارے میں اس قسم کے واقعات کا ذکر گذر چکا ہے۔ ان واقعات سے ان کی تجارتی سرگرمی کا ذکر یا ثبوت تو نہیں ملتا تاہم ان کے حق و آزادی کسب و اکتساب کا ثبوت ضرور ملتا ہے۔

☆ حضرت ام سنان اسلمیؓ کو مالِ غنیمت میں سے جو کچھ ملا سو ملا، ان کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری کا ایک اونٹ ہدیہ کر دیا تھا جسے انھوں نے مدینہ پہونچ کر سات دینار میں فروخت کر دیا

تھا (واقدی، ۶۸۷)۔

☆بعض عمومی بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مجاہدین/مجاہدات بھی اپنے مالِ غنیمت کو نقد بیچنا پسند کرتے تھے۔

☆غزوۂ خیبر میں بیس خواتین کو عطایا ملے تھے اور غزواتِ حنین و فتح مکہ و طائف وغیرہ میں بھی ان کو کافی چیزیں ملی تھیں جن کو انھوں نے فروخت بھی کیا تھا۔

موہوبہ یا عطاشدہ ''اموال'' کو نقد بیچ کر دوسری ضروری چیزیں خریدنے کا رجحان مردوں کے علاوہ خواتین عہد میں بھی تھا۔ بسا اوقات وہ منقولہ اسباب و اموال کے علاوہ غیر منقولہ جائدادیں بھی خریدتی بیچتی تھیں۔ غیر منقولہ آراضی و مکانات کی ملکیت اور ان سے مالی آمدنی کا بھی ذکر روایات میں آتا ہے۔ یہ بحث بھی خاصی تحقیق طلب ہے کہ کتنی خواتین عہد صاحباتِ جائداد و اموال تھیں۔

ماہراتِ طب و جراحت

خواتین کا ایک اہم شعبۂ آمدنی پیشہ ورانہ علاج و معالجہ کا کام بھی تھا۔ بلاشبہ حضرات رفیدہ/کعیبہ، ام سنان وغیرہ خاتون اطباء نے اللہ کی راہ میں خدمت کو شعار بنایا تھا اور وہ مجاہدینِ اسلام کا علاج مفت کرتی تھیں لیکن بقیہ لوگوں کے سلسلہ میں یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ وہ پیشہ ور جراح اور طبیب کی حیثیت سے اپنے فن سے کماتی تھیں۔ فی سبیل اللہ علاج معالجہ کی خدمات تو غزوات و مہمات تک ہی محدود ہوسکتی تھیں اور درحقیقت تھیں کیونکہ انھیں کے لئے وہ شریک ہوتی تھیں لیکن زمانہ امن و امان اور عام حالات میں علاج معالجہ ایک پیشہ ورانہ ذریعہ آمدنی ہے، وہ بعض معاملات و احوال میں رفاہی ہوسکتا ہے لیکن مستقل اور ہر ایک کے لئے نہیں ہوسکتا۔ لہذا یہ قیاس غلط نہیں ہے کہ متعدد خواتین بطور ذریعہ آمدنی اس رفاہی شعبہ کو اختیار کرتی تھیں۔ روایاتِ

سیرت وتاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد خواتین جاہلی اور اسلامی دونوں ادوار میں طبابت سے آمدنی حاصل کرتی تھیں۔

گھریلو دوادارو یا علاج معالجہ کا ایک عام فن بھی تھا اور بہت سی خواتین عصر اپنے مردوں کے مانند بسا اوقات فوری علاج کی خدمات انجام دے لیتی تھیں۔ یہ ہر ایک گھر کی کہانی تھی۔ بعض مثالیں اس کی تائید میں پیش ہیں:

۱-حضرت فاطمہؓ نے غزوۂ احد میں رسولِ اکرم ﷺ کے زخموں سے بہتے خون کا علاج کیا تھا۔ انھوں نے چٹائی کے ایک ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھ دی تھی اور خون بند ہو گیا تھا (بلاذری، ۱/۳۲۴)۔

۲-حضرت ام انمارؓ اور حضرت خباب بن ارت تمیمیؓ نے ایک دوسرے کو داغ کر کے (اکتوی) علاج کیا تھا (بلاذری، ۱/ ۱۷۸-۱۷۹)۔

۳-رسولِ اکرم ﷺ کی آخری بیماری میں حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کے دہن مبارک میں کھلی اور تیل (الکست و الزیت) کی بنی ہوئی دوا زبردستی ڈال دی تھی۔ یہ خاص طبی نسخہ ان دونوں خواتینِ عصر نے اپنے قیام حبشہ کے زمانے میں سیکھا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ عود ہندی (ورس) اور تیل سے بنی ہوئی دوا تھی۔ بہر حال خواتین مکرم نے حبشی طب سے استفادہ کر کے اس کا استعمال کیا تھا (بلاذری، ۱/ ۵۴۶؛ بخاری، کتاب الطب، باب اللدود؛ حدیث: ۵۷۱۲؛ فتح الباری، ۱۰/ ۲۰۵-۲۰۶؛ نیز ۸/ ۱۸۴-۱۸۶: حدیث-۴۴۵۸ بالخصوص بعد میں حضرت میمونہؓ کا بھی اسی طرح لدود ہوا تھا)۔

اس طریقۂ علاج پر بحث تشنہ ہی ملتی ہے۔ اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ جو انشاء اللہ کبھی پھر ہوگی۔

رضاعت بطور پیشہ

ایک خالص نسوانی ذریعہ آمدنی اور پیشہ وکاروبار رضاعت کا تھا۔ زمانہ قدیم سے عرب سماج میں پیشہ ور مرضعات (دودھ پلائیوں) کا ایک طبقہ ہر علاقے میں چلا آتا تھا۔ بعض جدید وقدیم سیرت نگاروں نے اسے نفرت انگیز یا ملامت آگیں پیشہ قرار دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ دودھ پلا کر اپنے رضاعی بچوں/بچیوں کے سرپرستوں سے عطایا حاصل کرنا ایک معزز اور محبت بھرا کام تھا جو متعدد خاندانوں اور قبیلوں کو رضاعی بچوں/بچیوں کے ذریعہ محبت والفت اور اتحاد وتعاون کے رشتوں میں باندھ دیتا تھا۔ یہ قدیم پیشہ عہدِ اسلامی اور عہدِ نبوی میں بھی جاری رہا اور رضاعی ماؤں کا ایک طبقہ ان کے ذریعہ آمدنی پاتا رہا۔ اس طبقۂ محبت والفت کی وسعت کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ تمام اشراف کے بچے اور بچیاں رضاعت کے لئے "بادیہ" (دیہات) میں ضرور بھیجے جاتے تھے اور اس بنا پر بدوی قبائل وبطون کا یہ خاص پیشہ تھا، شہری لوگوں میں سے اکا دکا کا۔

☆ مشہور ترین مرضعہ (دودھ پلائی) حضرت حلیمہ سعدیہ تھیں جو رسولِ اکرم ﷺ کی رضاعی ماں تھیں اور آپ ﷺ کے علاوہ متعدد دوسرے اکابر کو بھی رضاعت کے ذریعہ پالا تھا۔ ان رضاعی بچوں کے سرپرستوں نے ان کو مناسب عطا سے نوازا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیشہ ان کو اور ان کی اولاد کو اپنے ہدایا اور تحائف سے مالا مال کیا۔ یہی دوسروں کا بھی طریقہ تھا۔

☆ حضرت ثویبہؓ بھی باقاعدہ مرضعہ (دودھ پلائی) تھیں جو مکہ مکرمہ میں یہ خدمت انجام دیتی تھیں۔ انھوں نے بھی رسولِ اکرم ﷺ اور بعض دوسرے اکابرِ قریش کی خدمت کی تھی اور ان کو سرپرست خاندان نے ہمیشہ عطایا سے سرفراز کیا تھا۔

☆ حضرت ام بردہؓ رسولِ اکرم ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیمؑ کی رضاعی ماں تھیں۔ ان کو اور ان کے شوہر کو رسولِ اکرم ﷺ نے خاصی قیمتی چیزیں ان کی خدمت کے عوض دی تھیں۔

ایسی تمام مرضعات کا احاطہ کرنا مقصود نہیں ہے لیکن بعض اہم شخصیات کی دودھ پلائیوں کا ذکر کردینا ضروری ہے۔ چنانچہ امہات المومنین میں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کی مرضعات کا ذکر ملتا ہے۔ دوسرے حضرات وخواتین ان کی رضاعت میں شامل ہیں: حضرات حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی، ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی، عبداللہ بن جحش اسدی خزیمی، حضرات حسنین، عبداللہ السعدی، عبداللہ بن وفدان، عقبہ بن حارث وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ ان رضاعتوں کا ذکر ایک خاص مضمون میں کیا گیا ہے۔ ان میں رضاعت کی پیشہ ور خواتین کا بھی ذکر خیر ہے (ملاحظہ ہو: خاکسار کا مضمون ''عہدِ نبوی میں رضاعت'' معارف اعظم گڑھ، جون-جولائی ۱۹۹۶ء، ابن سعد اور اسد الغابۃ کے تراجم صحابہ)۔

زراعت اور زرعی آمدنی

مکہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ متعدد دوسرے زرخیز علاقوں میں زرعی آمدنی اور اس پر مشتمل جائدادیں تھیں۔ مکہ اور قریش کے اشراف کی زرعی جائدادیں طائف میں تھیں جہاں انگور، شہد اور دوسری چیزوں کی کافی پیداوار ہوتی تھی۔ بلاشبہ اکثر جائداد مردوں کی تھیں لیکن بعض خواتین کی بھی جائدادیں (اموال) تھیں اور ان سے نقد وجنس کی آمدنی ہوتی تھی۔

☆ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو اپنے والد کی جائداد ثقیف/ طائف سے کچھ حصہ ملا تھا اور وہاں سے شہد آتا تھا اور بعض دوسری آمدنی بھی ہوتی تھی جو وہ اپنے خاندان بالخصوص سابق شوہر حضرت ابوسلمہؓ کے یتیم بچوں پر خرچ کرتی تھیں (بلاذری، ۱/ ۴۲۷)۔

☆ دوسری امہات المومنین میں حضرت عائشہ اور حضرت زینب بنت جحشؓ کی بھی زرعی جائدادیں طائف اور مکہ مکرمہ میں تھیں۔

☆ متعدد قریشی مہاجرات کی جائدادوں کا حوالہ مکہ، طائف، مدینہ اور دوسرے دیار اسلام کے ضمن میں ملتا ہے۔

☆ بعض بلکہ متعدد انصاری خواتین کی زرعی جائدادیں مدینہ منورہ میں تھیں۔

☆ بعض مہاجرین نے بھی زرعی جائدادیں بنالی تھیں اور تجارت کے ساتھ زراعت میں بھی مشغول ہو گئے تھے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے شوہر حضرت زبیر بن عوام اسدیؓ کا ایک کھجور کا باغ تھا جس سے حضرت اسماءؓ کھجور کی گٹھلیاں (نـوی) لاتی تھیں۔ یہ حدیث کے متن کا ترجمہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کی گٹھلیاں تھیں وہ چیز بھی وہ لاتیں تھیں۔ یہ دراصل زرعی پیداوار کی طرف اشارہ ہے۔

☆ یہودِ مدینہ میں سے دو قبیلوں بنوالنضیر اور بنو قریظہ کے باغات، زرعی ''اموال'' (جائدادیں) اسلامی ریاست کے قبضہ میں آئیں تو ان میں سے بیشتر مہاجرین کو ملیں اور بعض محتاج و نادار انصار کو بھی عطا کی گئیں۔ ان کا پانچواں حصہ۔خمس۔ اسلامی ریاست کا تھا جو رسولِ اکرم ﷺ کے زیرِ انتظام رہا۔ ان کے علاوہ خیبر، فدک، وادی القریٰ اور تیماء وغیرہ کی زرعی جائدادوں کا معاملہ تھا۔ ان میں سے متعدد بلکہ سب میں خواتین کام کرتی تھیں اور بعض کی وہ مالک بھی بنی تھیں۔

یہودی کاشتکاروں، باغ کے مالکوں اور دوسرے زرعی پیشہ والوں کے ہاں انصاری خواتین مزدوری کا کام عہد جاہلی سے کرتی آرہی تھیں اور اسلامی عہد میں بھی یہودِ مدینہ کی جلاوطنی کے زمانے تک کام کرتی رہیں۔

اجرت/مزدوری

بیشتر خواتین اور عورتوں کا ذریعہ آمدنی مزدوری کے مختلف قسم کے کام تھے اور وہی زیادہ تر مردوں کے بھی کام تھے۔ تجارت، زراعت اور دستکاری کے بقیہ تین پیشے اور ذرائع آمدنی تو خاص اور محدود طبقات کے تھے، بیشتر اجیر تھے۔ بعض زرعی، تجارتی اور حرفتی مزدور خواتین اور عورتوں کا ذکر ان کے میدانِ عمل کے حوالے سے آچکا ہے۔ بعض دوسروں کا خالص مزدوری، اجرت کے حوالے سے ذیل میں کیا جارہا ہے۔ یہ خاصا بڑا بلکہ شاید سب سے بڑا طبقہ کار اور پیشہ خواتین تھا کہ وہ ہنر اور

مہارت سے زیادہ صرف محنت پر مبنی تھا۔

غزوۂ بدر کے ضمن میں دو بدوی عورتوں کا ذکر ملتا ہے جن میں سے ایک دوسری کی مقروض تھی اور مقروض نے قریشی لشکر کی خدمت کر کے آمدنی حاصل کرنے اور قرض اتارنے کا اس سے وعدہ کیا تھا جو بعد میں پورا بھی ہوا۔

☆ غزوات بالعموم دونوں طرف کے لشکروں میں کام کرنے کے لئے مقامی اجیر آجاتے تھے اوران میں عورتیں بھی ہوتی تھیں۔

☆ فتح مکہ کے موقعہ پر ایک عظیم الشان صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمیؓ نے ایک عورت کی خدمات حاصل کر کے اس کے ذریعہ ایک خط اکابرِ قریش کو بھیجا تھا۔ وہ رسولِ اکرم ﷺ کے جاسوسوں نے اس سے بروقت حاصل کرلیا تھا۔ حضرت حاطبؓ نے اس اجیر عورت کو دس دینار (سو درہم) کی خطیر رقم بطور اجرت دی تھی (بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الفتح الخ، حدیث:۴۲۷۴؛ فتح الباری، ۷/۶۴۹-۱۴۱؛ واقدی، ۷۹۸)۔ بعض روایات میں ایک دینار اجرت کا ذکر ہے مگر حافظ ابن حجر نے دس دینار والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ قومی کاروانِ قریش پر ممکنہ مسلم حملہ کی خبر اکابرِ قریش کو پہونچانے کے لئے" ابوسفیان اموی نے ضمضم غفاری کو بیس دینار اجرت دی تھی (بلاذری، ۱/۲۹۰)۔

☆ چرواہی کا کام اور پیشہ بہت عام تھا۔ متعدد مسلم اور غیر مسلم عورتوں کے چرواہی کا کام کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ یہ ان غلام چرواہوں کے علاوہ چرواہے تھے جو اجرت پر دوسروں کے لئے یہ کام کرتے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی ماں بھی یہ کام کرتی تھیں اور گھروں میں خادمہ کا کام بھی انجام دیتی تھیں۔ چرواہوں اور گھریلو خدمات کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ یہ اصلا خاتونی پیشہ تھا۔ اس پر پورا ایک دفتر تحقیق مرتب کیا جاسکتا ہے۔

چرواہی سے وابستہ دوسرا کام باڑے کے دودھاری جانوروں کا دودھ دوہنا اور مالکوں کے گھروں میں پہونچانا تھا۔ بعض باندیوں اور آزاد عورتوں کے نجی کام کے علاوہ پیشہ ور چرواہیاں ہی یہ کام کرتی تھیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی باندیاں جیسے سلمیٰ اور ام ایمن وغیرہ کے علاوہ بہت سے مکی اور مدنی اکابر کی چرواہیاں یہ کام انجام دیتی تھیں۔ حضرت ام سلمہ کی ایک ''مولاۃ'' حضرت وجیہہ بھی ان میں سے ایک تھیں (بلاذری، ۱/۵۱۳-۵۱۴)۔

موسیقی اور تفریح سے وابستہ طبقہ نسواں

اگرچہ اسلام اور اسلامی معاشرت میں موسیقی کو پسند نہیں کیا گیا مگر تفریح کو جائز رکھا گیا اور ان دونوں سے وابستہ چیزوں کو بھی برداشت کیا گیا۔ جاہلی معاشرے میں گانے بجانے والیوں کا ایک خاص طبقہ نسواں تھا جو قینہ/قینات کہا جاتا تھا۔ وہ معاشرتی تہذیب کا حصہ تھا اور اس کا حرام پیشہ سے ذرا بھی تعلق نہ تھا۔ اسلامی معاشرے میں بھی بعض عورتیں گانے بجانے کا کام کرتی تھیں اور شادی بیاہ، ولادت وعقیقہ، عیدین اور دوسرے مواقعِ مسرت پر گا بجا کر کچھ نہ کچھ کما لیتی تھیں۔ یہ اجرت پر یا عطا وعطیے پر پلنے والی عورتیں تھیں اور گانے والی باندیوں اور کنیزوں کے علاوہ تھیں۔ جاہلی معاشرے سے وابستہ مختلف گانے بجانے والیوں کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ وہ اپنے آقاؤں اور سرپرستوں کی فرمائش پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں گاتی بجاتی تھیں۔ غزوۂ بدر واحد میں قریشی افواج کے ساتھ گانے بجانے والیوں کے ساتھ آنے کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں پیشہ ور گانے والیوں کے علاوہ اشرافِ قریش کی عورتوں کا بھی شمار ملتا ہے مگر وہ اجیر یا مزدور نہیں تھیں (بلاذری، ۱/۲۹۰، ۳۱۲-۳۱۵، ۳۶۰-۳۶۱؛ واقدی، ۸۶۰، ۱۰۲۵ وغیرہ)۔

☆ حضرت علی اور حضرت فاطمہؓ کی شادی کے زمانے میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ ایک گھر میں مغنیہ سے گانا سن رہے تھے۔

☆ایک روایت کے مطابق حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمیؓ نے جس عورت کے ذریعہ مخبری کا نامہ اکابر قریش کو پہنچانا چاہا تھا وہ ایک پیشہ ور مغنیہ اور نواحہ (ماتم و نوحہ کرنے والی) تھی۔ عرب جاہلی سماج میں نوحہ و ماتم کرنے والی عورتوں کا ایک پیشہ ور طبقہ تھا جو غمی کے مواقع پر مصیبت زدہ گھروں میں نوحہ و ماتم کر کے اپنی روٹی کماتا تھا۔ اسلام نے اس طبقہ کا خاتمہ کر دیا (بلاذری، ۱/۳۶۰-۳۶۱ وغیرہ)۔

☆عید کے ایک موقعہ پر مدنی بچیوں کے گانے بجانے کے علاوہ دو گانے والیوں (قینتان) کا بھی ذکر ملتا ہے جو پیشہ ور تھیں۔

☆ان کے علاوہ بہت سی عورتیں اور لڑکیاں گانا بجانے کا کام کرتی تھیں۔ تحقیق و جستجو سے کافی مواد جمع کیا جا سکتا ہے (ابن اثیر، اسد الغابۃ، ۱/۲۳۵، ۲۶۲، ۴/۱۲۶، ۲۰۲؛ ۵/۵۴، ۴۹۶، ۵۱۶، ۵۲۰، ۶۲۳ وغیرہ)۔

مختلف دوسرے پیشے اور ان کی خواتین

عرب جاہلی اور مسلم سماجوں میں بعض دوسرے پیشے بھی تھے اور ان سے زیادہ تر عورتیں ہی وابستہ تھیں۔ ان کا تعلق عورتوں کے مسائل و معاملات سے ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ ان کے لئے عورتوں کو ہی ترجیح دی جاتی تھی اور یہ فطری بات بھی تھی۔

مشّاطہ

دلہنوں کو بالخصوص اور دوسری خواتین کی زیب و زینت اور آرائش کے لئے ایک خاص طبقہ تھا جو عام و خاص مواقع پر مشاطگی کرتا تھا۔ یہ اپنے فن کی ماہر عورتیں ہوتی تھیں۔ زیبائش میں وہ بالوں کو سنوارنے کا کام بھی کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کی ایک ماشطہ کا ذکرِ خیر اوپر آ چکا ہے۔ حضرت عائشہؓ اور دوسری خواتین عصر کے بیاہ اور رخصتی کے مواقع پر مشاطہ کا ذکر ملتا ہے۔

قابلہ

بچوں کی ولادت کے لئے دائیوں کا ایک طبقہ تھا۔ بعض اہلِ خاندان کی بڑی بوڑھیاں یہ

کام ضرور انجام دے لیتی تھیں مگر ان کے علاوہ خالص پیشہ ور "قابلہ" دائیاں ہوتی تھیں۔ حضرت سلمیٰ ان میں سے ایک تھیں جنھوں نے حضرت خدیجہؓ کے تمام بچوں/بچیوں کی ولادت کے علاوہ بناتِ طاہرات اور دوسری خواتین کے بچوں کی ولادت میں دایہ کا کام کیا تھا۔ مکی دور میں ام انمار بنت سباع ایک دایہ بھی تھیں (بلاذری، ۱/۱۷۵: حضرت خبابؓ ان سے وابستہ تھے)۔

ختّانہ

عرب جاہلی اور مسلم دونوں معاشروں میں لڑکوں کے علاوہ لڑکیوں کا بھی ختنہ کیا جاتا تھا اور اس سنتِ نسائی کو انجام دینے کے لئے عورتوں کا ختنہ کرنے والیوں کا ایک طبقہ وجود میں آگیا تھا۔ ان کو اس کام کی اجرت دی جایا کرتی تھی۔ مکہ کی ایک ختانہ کا نام ام السباع تھا جو خزاعی تھیں (ابن سعد، ۳/۱۶۴) مدینہ میں ایک ختانہ تھیں اور ان کے بارے میں ایک حدیث بھی آئی ہے۔ ان کے علاوہ مکی دور کے بعض حوالوں سے ختانہ کا مکی سماج میں وجود ثابت ہوتا ہے (فتح الباری، ۱۰/ ۴۱۸-۴۲۲ پر عورتوں کے ختنے کا مفصل ذکر ہے)۔

حاضنہ

کمسن بچوں اور بچیوں کی دیکھ بھال اور پرورش کے لئے عرب سماج میں عورتوں کا ایک خاص طبقہ حاضنہ (انا) کا بھی تھا۔ ان میں باندیوں کے علاوہ اجرت پر کام کرنے والی آزاد عورتیں بھی تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کی انا حضرت امِ ایمنؓ اس باب میں شہرت و عظمت رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ رسولِ اکرم ﷺ کے فرزند گرامی حضرت ابراہیمؓ کی بھی ایک دائی، انا اور کھلائی تھیں جن کا ذکر حدیث کی کتابوں میں آتا ہے۔ حالانکہ ان کے شوہر لوہاری کا کام کرتے تھے مگر وہ خود مرضعہ اور انا کا کام کرتی تھیں۔ ان کی اہمیت کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے فرزندِ دلبند کے لئے ان کا انتخاب کیا تھا۔

خواتین سے خاص بعض دوسرے پیشے بھی ہو سکتے تھے اور حقیقت میں تھے بھی۔ ان سب کا احاطہ کرنا مقصود نہیں ہے۔ مذکورہ بالا خاتونی پیشوں اور نسوانی کاروباروں سے یہ حقیقت بہر حال ثابت ہوتی ہے کہ عہدِ نبوی میں ان کو۔ صنف نازک کو۔ کاروبار کرنے اور کسب اختیار کرنے کا حق بھی حاصل تھا اور اس حق کو خواتینِ عصر نے خوب استعمال کیا تھا۔

سرکاری نوکری

نظامِ حکومت یا انتظامیہ میں عورتوں کی شمولیت کا مسئلہ خاصا نازک بھی ہے اور اپنی جہات کے لحاظ سے اہم بھی۔ یہ ایک تحقیق طلب موضوع ہے جس کا سردست یہاں موقع نہیں، تاہم خاتون جراحوں اور طبیبوں اور بعض دوسری ماہراتِ فن سے کام لے کر رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے لئے کسی قدر گنجائش ضرور نکالی تھی۔

بازار کے افسر کے حیثیت سے رسولِ اکرم ﷺ نے ایک خاتون کا تقرر کر کے ایک بہت اہم اور دوررس نتائج کے حامل اقدام کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ کافی حیرت انگیز بات ہے کہ بازار کے خالص مردانہ تجارتی کاروبار کی دیکھ بھال اور انتظام و انصرام کے لئے آپ ﷺ نے ایک خاتون کا تقرر کیا تھا وہ تھیں حضرت شفاء جو مدینہ کے ایک بازار کی افسر تھیں۔

صحابہ کرام اور خواتین کے معاشرتی تعلقات

عہدِ نبوی میں مردوں اور عورتوں کے معاشرتی روابط و تعلقات عرب جاہلی روایات پر استوار ہوئے تھے۔ ان روایات میں دینی، مذہبی، سماجی، تہذیبی، اقتصادی، سیاسی، قبائلی، علاقائی اور متعدد دوسرے معلوم و نامعلوم عناصر کارفرما رہے تھے۔ اخلاقیات اور تہذیبی اطوار کا خمیر کافی حد تک حنفی تعلیمات و اقدار سے اٹھا تھا جو ان کے دین و سماج کی اصل اساس تھا۔ جاہلی انحرافات اور دوسرے غیر اخلاقی تجاوزات نے جو سماجی اور دینی پراگندگی پیدا کی تھی وہ دین ابراہیمی سے بغاوت کے نتیجے تھے۔ دینِ حنیفی کے مسیحا اور اسلامی دین و شریعت کے رسولِ آخر الزماں ﷺ کی حیثیت سے آپ ﷺ نے دین کے ساتھ اصل تہذیب کی تعمیر فرمائی تھی (شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، مکتبہ سلفیہ لاہور، طباعت، ۱/۱۲۴-۱۲۸: "باب ما کان علیہ حال اھل الجاھلیۃ فاصلحہ النبی ﷺ" وغیرہ؛ نیز خاکسار کی کتاب: عہد نبوی کا اسلامی تمدن [غیر مطبوعہ])۔

رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی تعلیمات اور ان سے زیادہ اپنے اسوۂ حسنہ سے تعمیرِ تہذیب کا کام انجام دیا تھا۔ صحابہ کرام اور صحابیاتِ طاہرات کے لئے اسوۂ نبوی نہ صرف معیارِ حق تھا بلکہ وہی اس کے سب سے بڑے خالص پیرو تھے۔ دوسرے میدان ہائے حیات کی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے خواتینِ عصر سے معاشرتی روابط کا عنوان اسی اسوۂ حسنہ نے باندھا تھا۔ ان کے افضل و

اشرف مخلوقات ہونے کا واحد سبب یہی تھا کہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کی تعلیمات اور اعمال کی پوری پیروی کرتے تھے۔ ان کو جو عطا فرمایا جاتا اسے قبول کر لیتے اور جس سے روکا جاتا ترک جاتے۔ وہ اپنے محبوب و مکرم رسول ﷺ کے ہر ہر عمل اور ہر ہر کام پر نظر رکھتے اور وہی کرتے جو آپ ﷺ کرتے تھے اور وہ کبھی نہ کرتے جو آپ ﷺ نہ کرتے تھے۔ سنتِ نبوی اسی طرح سنتِ متواترہ بنی تھی۔ پیروانِ خالص کے باب میں یہ تصور محال ہے کہ وہ سنتِ نبوی اور سنتِ متواترہ سے بال بھر بھی انحراف کر سکتے تھے (تعاملِ صحابہ پر شاہ ولی اللہ کی کتاب المصفیٰ کا مقدمہ ملاحظہ کریں؛ نیز "شاہ ولی اللہ کی خدماتِ حدیث" کا باب اول)۔

خواتینِ عصر سے صحابہ کرام کے معاشرتی تعلقات کا باب بہت وسیع ہے۔ اس مختصر مطالعہ میں ان افضل ترین طبقاتِ امت کے باہمی روابط کو ان کی زیارتوں اور ملاقاتوں اور ایک دوسرے کے گھروں میں آنے جانے کے سماجی رویے تک محدود رکھا گیا ہے جو اس سلسلۂ مطالعات کا مرکزی نقطہ اور محورِ خیال و نظر ہے اور حسبِ دستور مکی عہد سے اس کے آغاز و ارتقاء کا پتہ لگایا گیا ہے۔

مکی خواتین کے گھروں میں صحابہ کرام

مکی عہدِ نبوی میں رسولِ اکرم ﷺ کے خواتینِ عصر و شہر سے ملاقاتوں اور زیارتوں کے باب میں بعض صحابہ کرام کے یکساں روابط کا حوالہ آتا ہے اور رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ ان کی آمد و رفت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مگر اس بحث میں صرف صحابہ اور خواتین کی باہمی زیارتوں، ملاقاتوں اور ان جیسی دوسری معاشرتی کڑیوں پر توجہ مرکوز رکھی جائے گی۔ اس سلسلہ میں دو تمہیدی باتیں ضروری ہیں۔ اول یہ کہ صحابہ کرام خواتینِ عصر کے ہاں جاتے تھے اور خواتینِ شہر صحابہ کرام کے ہاں ورود فرماتی تھیں، ان کے اسباب خواہ کچھ بھی ہوں۔ ان کے مخلوط اجتماعات

اور بعض دوسری ملی جلی دینی، سماجی اور سیاسی اجتماعیت کے مظاہرے بھی ملتے ہیں۔ ان کا بھی ذکر کسی قدر ہوگا۔ دوم صرف صحابہ کرام اور صحابیات یا دوسری خواتین سے ان کے باہمی تعلقات و روابط کا الگ مطالعہ کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ایک آزاد و خود مختار مطالعہ ہے اور اس سے زیادہ اس میں یہ حکمتِ دفاع بھی مستور و موجود ہے کہ نقد و اعتراض کا ممکنہ باب ہی بند کر دیا جائے۔ روایت پسند اور افراط و تفریط کے مارے طبقات کہہ سکتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کی خواتین کی زیارتوں اور ملاقاتوں کا معاملہ دوسرا تھا۔ آپ ﷺ پیغمبرِ آخر الزماں، ختم المرسلین اور خاتم النبیین تھے اور آپ ﷺ کو پیغامِ الٰہی اور فرضِ منصبی سب تک پہونچانا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ کی سماجی زیارات و ملاقات رسولِ اکرم ﷺ کے حقِ خالص کی بات تھی جس میں دوسرے مسلمان شریک نہ تھے۔ اگرچہ اس ممکنہ اعتراض میں نبوی اسوۂ حسنہ کے قیام اور اس کی پیروی کا حکمِ الٰہی اور قانونِ شریعت ہی غتربود ہو جاتا ہے (رسولِ اکرم ﷺ کی زیاراتِ خواتین کے اولین ابواب و مباحث میں صحابہ کرام کی شرکت و شمولیت کی متعدد مثالیں اوپر گذر چکی ہیں)۔

مکی اسلام کی تبلیغ و ترسیل اور قریشِ مکہ میں دین کی اشاعت سے شہرِ الٰہی میں مسلمان مرد و عورتوں کے مختلف طبقات وجود میں آ گئے تھے۔ بشری محدودیت کی بنا پر رسولِ اکرم ﷺ سب انسانوں بالخصوص ساکنانِ مکہ و مدینہ کی تعلیم و تربیت کے تقاضے بالمشافہ پورے نہیں فرما سکتے تھے پھر صحابہ کرام میں بھی مبلغین و معلمین کی جماعت تیار کرنی مقصود تھی، ورنہ بعد میں کیسے کام چلتا۔ اس لئے صحابہ کرام نے رسولِ اکرم ﷺ کی حکمتِ بالغہ کے مطابق تبلیغ و تعلیم کی دہری ذمہ داریاں اٹھالیں اور ہر طبقہ اپنے اپنے طبقہ میں ان کو انجام دینے لگا۔ ہر صحابی اپنی جگہ معلم و مبلغ اور ہادی بن گیا تھا۔ اس بنیادی ضرورت نے صحابہ و صحابیات کے باہمی روابط کو مکی دور میں پروان چڑھایا۔

انفرادی زیارتیں اور ملاقاتیں

اہلِ اسلام کے دونوں صنفی طبقات کی زیارات و ملاقات انفرادی بھی تھیں اور اجتماعی بھی۔ ان دونوں کو الگ الگ بیان کیا جا رہا ہے۔ ان کی تاریخی مثالوں سے ان کے سماجی اور دینی، تہذیبی اور سیاسی اور مختلف دیگر قسم کے عوامل کا بھی پتہ چلے گا اور ان کی نوعیت بھی ساتھ ساتھ اجاگر ہوتی جائے گی۔

تبلیغ ونشر و اشاعتِ اسلام کی کاوشوں میں صحابہ کرام کے خواتینِ عصر سے ملاقاتوں کا تذکرہ بہت کم ملتا ہے۔ لیکن یہ طے شدہ امر ہے کہ متعدد بلکہ بہت سی خواتینِ اسلام نے مرد صحابہ کی دعوت وارشاد پر قبولِ حق کیا تھا اور مسلم بنی تھیں۔

روایاتِ سیرت وحدیث سے بلاشبہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے حضرت ورقہ بن نوفل اسدیؒ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے سلسلے میں کئی انفرادی ملاقاتیں کی تھیں اور بعض ملاقاتوں میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدمتِ ورقہؒ میں گئی تھیں (ابن ہشام، ۱/ ۲۳۸-۲۳۹ و مابعد؛ بلاذری، ۱/ ۱۱۱-۱۱۲ و مابعد)

☆ حضرت ام شریک اسلمیہؓ کا دلچسپ واقعہ ہے کہ وہ خدمتِ اقدس میں مکہ حاضر ہوئیں تو ایک یہودی شریف شخص کی مدد سے۔ انھوں نے قریش کی خواتین میں اسلام کی نشر واشاعت اس زور شور سے کی کہ ان کا راز کھل گیا اور ان کو اکابرِ مکہ نے پکڑ کر ان کی قوم کی طرف روانہ کر دیا (اسد الغابۃ، ۵/ ۵۹۴)۔

تعلیم وتربیت کے باب میں بھی روایات وامثال کا کافی توڑا ہے لیکن بہرحال چند بڑی عمدہ اور نمائندہ مثالیں مل ہی جاتی ہیں:

☆ حضرت خباب بن ارت تمیمیؓ سابقینِ اولین میں تھے اور ایسے سابقین میں کہ ان کو

معلم و مربی کا تاج پہنا دیا گیا تھا۔ مشہور واقعہ ہے کہ وہ حضرت عمر بن خطاب عدویؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ اور ان کے شوہرِ نامدار حضرت سعید بن زید بن نفیل عدویؓ کو قرآنِ مجید ان کے گھر جا کر پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب عدویؓ کے اسلام لانے کے ذکر میں یہ واقعہ آتا ہے اور وہ سنہ ۵ھ/ ۶۱۵ء کا یا اس کے کچھ بعد کا واقعہ ہے جبکہ حضرات سعید اور فاطمہؓ اس سے بہت پہلے اسلام لا چکے تھے۔ اس وقت تک قرآن مجید کا کافی حصہ نازل ہو چکا تھا اور ان سب کو ایک صحیفہ میں لکھ لیا گیا تھا۔ اسی صحیفہ سے حضرت خبابؓ ان دونوں میاں بیوی کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسی صحیفہ کو دیکھا تھا اور پڑھ کر ہدایت پائی تھی۔ استنباط و قیاس کہتا ہے کہ حضرت خبابؓ کئی سال سے ان دونوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے رہے تھے اور حضرت عمرؓ کے مشاہدہ حق کے واقعہ کے بعد بھی ان دونوں کو تعلیم دیتے رہے تھے۔

حضرت خبابؓ کا واقعہ نمائندہ واقعہ ہے۔ وہ اکیلے معلم قرآن و اسلام نہ تھے، ان جیسے متعدد دوسرے معلمین بھی تھے۔

ہجرت حبشہ کے وقت حضرت عمرؓ پر غم کے بادل چھا گئے تھے کہ ان کے اعزہ و اقرباء وطن سے جا رہے تھے۔ وہ ایک قریب و عزیز خاندان کے مسلم جوڑے۔ حضرات عامر بن ربیعہؓ اور ام عبداللہ بنت ابی حثمہؓ۔ کے پاس پہونچے اور ان سے بات چیت کی اور اظہارِ افسوس کیا۔ اس مکالمہ میں صحابیہ موصوفہ نے ہی حصہ لیا تھا اور صحابی مکرم حضرت عامرؓ اس وقت موجود نہ تھے، وہ کسی کام سے گھر سے باہر گئے ہوئے تھے (ابن ہشام، ۱/۳۴۲-۳۴۳)۔

☆ رسولِ اکرم ﷺ کی پھوپھیوں نے ابو طالب ہاشمی کی وفات کے بعد نئے سربراہِ خاندان ابولہب ہاشمی سے حمایت نبوی کی درخواست کی تھی جو اس نے اصولی طور سے قبول کر لی تھی (بلاذری، ۱/۱۲۱: ان میں حضرت صفیہ بھی شامل تھیں جو اسلام لا چکی تھیں)۔

اجتماعی زیارات

مکی دورِ نبوی میں مسلم مرد و عورت کی تعلیم و تربیت کا اجتماعی نظم بھی تھا۔ وہ دارِ ارقم کے اولین مرکز میں کیا گیا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے دارِ ارقم کو اسلامی مرکز بنانے کا کام بالکل ابتدائی دور میں انجام دیا تھا۔ وہاں خاموش تبلیغ کے زمانے میں مرد حضرات کے ساتھ ساتھ خواتین بھی آتی تھیں اور نومسلموں کی ضروری تعلیم و تربیت وہیں کی جاتی تھی۔ مسلم حضرات و خواتین کی ایک تعداد اور بعد میں ایک بڑی تعداد وہاں جمع رہتی اور دین و اخلاق سیکھا کرتی تھی۔ حضرات حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی و عمر فاروقؓ کے قبولِ اسلام کے وقت اس دارِ اسلامی میں صحابہ و صحابیات کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔

ہجرتِ حبشہ کے ہنگامی مواقع پر صحابہ اور صحابیات نے ایک ساتھ سفرِ ہجرت کیا تھا۔ روایات کے مطابق پہلے چودہ صحابہ نے جن کے ساتھ ان کی ازواج بھی موجود تھیں اور دوسرے سفرِ ہجرت میں بیاسی سے زیادہ مہاجرین نے۔ ان کا سفر اجتماعی تھا۔

قیامِ حبشہ کے دوران مہاجرین و مہاجرات کا اجتماعی نظم و نسق بھی قائم رہا تھا۔ وفودِ قریش کی چالوں کی کاٹ کرنے اور حضرت نجاشی کے دربار میں اسلامی موقف پیش کرنے کے موقعہ پر جو باہمی مشاورت ہوئی تھی اس میں اور دربار کی کاروائی میں بھی مجاہدات موجود رہی تھیں۔ ان میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کا کردار اور تمام روایات کا بیان ان کے عینی مشاہدے پر مبنی تھا اور وہ سب سے زیادہ شاندار رہا تھا۔

بنو ہاشم اور بنو مطلب کے قریشی مقاطعہ کے زمانے میں مسلمانوں کے ساتھ ان دونوں قبیلوں کے غیر مسلم مرد و عورتیں بھی ساتھ ساتھ شعبِ ابی طالب میں تین سال تک رہے تھے اور تمام صحابہ و صحابیات نے اجتماعی طور سے سرد و گرمِ زمانہ کے مزے چکھے تھے۔

اسی طرح ہجرتِ مدینہ کے دوران مختلف خاندانوں کے صحابہ و صحابیات نے ساتھ ساتھ اجتماعی سفرِ ہجرت کیا تھا اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ امویؓ جیسی عظیم و جری خواتین نے تو بعض حلیم و کریم غیر مسلموں کے ساتھ مدینہ منورہ کا سفر کیا تھا۔

مدنی عہد میں انفرادی زیاراتِ صحابہ

مکی اسوۂ نبوی کی مانند مکی روشِ صحابہ بھی مدنی دور میں جاری رہی۔ دونوں مسلم طبقات کی باہمی زیارات بھی جاری رہیں بلکہ ان میں تیزی بھی آ گئی اور وسعت بھی پیدا ہوگئی۔ مکہ مکرمہ میں تو ان کی سماجی تگ ودو اور معاشرتی ملاقاتیں صرف قریش اور ان کے حلیفوں تک محدود تھیں۔ مدنی عہدِ مبارک میں وہ تین ابعاد والی بن گئی تھیں: ایک سمت میں وہ مہاجرین ومہاجرات کی باہمی ملاقاتیں اور زیارتیں تھیں، دوسری جہت یہ تھی کہ وہ مہاجرینِ وانصار کی ملّی زیارات کی شکل اختیار کر گئی تھیں اور تیسری جانب وہ غیر مسلم بالخصوص یہودی طبقات سے بھی مربوط ہوگئی تھیں۔ صحابہ اور صحابیات کی ان انفرادی زیارات میں ملی ملاقاتوں کو ایک گونہ فضیلت حاصل تھی اور وہی محوری نقطۂ اجتماعی بھی تھا۔

مدنی عہد مبارک میں باہمی زیارات وملاقات سے زیادہ مہاجرینِ مکہ کی انصارِ مدینہ کے گھروں میں ایک مدت تک رہائش رہی تھی۔ بلا استثناء تمام صحابہ وصحابیاتِ ہجرت نے مختلف انصاری خاندانوں کے گھروں میں سکونت کے ساتھ ان کی ضیافت کے مزے لوٹے تھے۔ مہاجرات وانصار اور انصاریات ومہاجرین کی باہمی ملاقاتوں اور زیارتوں سے زیادہ ان کی اجتماعی اور ملّی سکونت تھی اور مسلم صحابہ وصحابیات کی مشترکہ زندگی اور تعلقِ خاطر پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس اولین دورِ ہجرت میں مسلم مرد وعورت کی انفرادی اور اجتماعی زیارات وملاقات سے تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ وہ ناگزیر اجتماعیت اور معاشرت تھی جس سے کسی کو علٰحدگی کا یارا تھا نہ اس سے چارہ۔

جب مہاجرین ومہاجرات اپنے اپنے گھروں کے ہو رہے تھے تو ان کی انفرادی زیارتوں اور معاشرتی ملاقاتوں کا نیا سلسلہ چلا۔ مہاجرین وانصار ایک دوسرے کے گھروں میں آتے جاتے تھے اور اپنے اپنے علاقائی اور نسلی گروہوں کے درمیان بھی ان کی آمد ورفت کا سلسلہ قائم تھا۔ ان زیارتوں، ملاقاتوں اور صحبتوں کے اتنے واقعات اور مثالیں تاریخ وسیرت کے سرچشموں سے پھوٹتی

ہیں کہ ان سے ایک آبشارِ محبت بنایا جا سکتا ہے اور ان پر کئی تحقیقی مفصل اور طویل مقالات و کتب لکھی جا سکتی ہیں۔ صرف چند چیدہ واقعات اور مثالوں کو دو الگ الگ فصول میں بیان کیا جاتا ہے۔

مکی مواخاۃ نے جس طرح قریش اور مکہ مکرمہ کے مختلف خاندانوں کے مسلم افراد کو ایک دوسرے سے بھائی چارہ کے سلسلے میں باندھ دیا تھا اسی طرح مدنی مواخاۃ نے مہاجرین و انصار کے مسلمانوں کو محبت کی ایک لڑی میں پرو دیا تھا۔ اس اسلامی اخوت اور دینی بھائی چارے نے تمام مکی اور مدنی مسلم بھائیوں اور ان کے خاندان والوں کو بسا اوقات خون کے رشتوں سے زیادہ ایک دوسرے سے مربوط کر دیا تھا۔ مواخات کے پاک رشتوں میں بندھے مسلم برادر ایک دوسرے سے زندگی بھر وابستہ و پیوستہ رہے اور اسی طرح ان کے خاندان والے بھی۔ ان کے درمیان سماجی آمد و رفت اور معاشرتی میل ملاپ کی زریں زنجیر ہمیشہ قائم رہی اور وہ ایک دوسرے کے گھروں میں آتے جاتے اور دکھ سکھ میں شریک ہوتے رہے۔

☆ حضرت ام شریک عامریہؓ قریش کے خاندان بنو عامر بن لوی کی ایک مہاجرہ تھیں۔ ان کے گھر میں ان کے مہاجر بھائیوں کا کثرت سے آنا جانا رہتا تھا اور وہ ان کی مدارات کیا کرتی تھیں۔ حضرت فاطمہ بنت قیس فہریؓ کو طلاق کے بعد ان کو ان ہی کے گھر میں رکھا گیا تھا مگر مہاجرین کی آمد و رفت کے سبب وہاں سے حضرت ابن ام مکتومؓ کے گھر میں منتقل کر دیا گیا (اسد الغابة، ۵/ ۵۹۴-۵۹۵؛ مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا)۔

☆ حضرت فاطمہ بنت قیس فہریؓ کا حضرت ابن ام مکتومؓ کے گھر میں قیام و سکونت اور عدت کے دن گذارنے کا واقعہ اسی باہمی سکونت اور اسلامی ارتباط اور معاشرتی ربط کی واقعیت کو اجاگر کرتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ کو کسی تنہا خاتون یا کسی دوسرے مشترکہ خاندان کے ساتھ بھی رکھا جا سکتا تھا لیکن رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو ایک نابینا غیر محرم کے گھر میں عدت گذارنے کی ہدایت کسی خاص مصلحت سے فرمائی تھی اور وہ مصلحت یہ تھی کہ حضرت فاطمہؓ کے تخلیہ اور خلوت میں کسی قسم کی خلل

اندازی کی کوئی سبیل تھی، نہ امکان۔

☆ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ امویؓ کے جرأت مندانہ اقدامِ ہجرت کے بعد ان کی رہائش کا انتظام بھی ایک غیر محرم خاندان میں کیا گیا تھا جہاں وہ اپنی مستقل سکونت اور شادی خانہ آبادی تک مقیم رہی تھیں۔ ان کے میزبانوں نے ان پر انتہائی نفیس اخلاقی اثر ڈالا تھا۔

☆ حضرات سلمان فارسی اور ابوالدرداء انصاریؓ دونوں دینی بھائی تھے اور مواخاۃِ مدنی کے رشتہ سے زیادہ محبت میں جکڑے گئے تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ اپنے انصاری بھائی کے گھر اکثر بیشتر جایا کرتے تھے اور ان کی عدم موجودگی میں ان کی اہلیہ محترمہ حضرت ام الدرداءؓ ان کی مدارات کیا کرتی تھیں۔ ایک رات وہ ان کے خانہ مہمانی میں پہونچے تو حضرت ابو الدرداءؓ موجود نہ تھے۔ حضرت سلمان نے ان کی اہلیہ سے حال چال پوچھا اور حضرت ابوالدرداءؓ کی عدم توجہی کی شکایت سنی تو ان کی اصلاح کی ٹھان لی۔ رات وہیں گذاری اور ان کو اعتدال ومیانہ روی کا سبق پڑھایا۔ اسی دوران حضرت ام الدرداءؓ نے ان کے کھانے پینے اور شب بسری کا انتظام کیا اور ان کے آرام و آسائش کی ہر طرح فکر کی۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو ایک خاص عنوان کے تحت بیان کیا ہے جو بہت اہم ہے: ''باب صنع الطعام والتکلف للضیف''۔ یہ کتاب الادب کا ایک باب ہے جس کا مفہوم ہے: مہمان کے لئے کھانا پکانا اور اہتمام کرنا (فتح الباری، ۱۰/۶۵۶ نیز گذشتہ بحث)۔

اسی کتاب الادب کے اگلے دو بابوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر میں بعض مہمانوں کی میزبانی کا ایک اہم واقعہ مذکور ہے۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے مہمانوں کو گھر پہونچا کر بڑے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ کے سپرد کیا کہ ان کی میزبانی کریں اور خود بارگاہِ نبوی میں تشریف لے گئے۔ مہمانوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے بغیر کھانے کو ہاتھ لگانے سے بھی انکار کر دیا، ہر چند کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان سے اصرار کیا اور ان کی والدہ ماجدہ نے بھی اصرار کیا۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ واپس آئے تو فرزندِ اکبر پر

ناراض ہوئے کہ میزبانی صحیح طور سے نہیں کی لیکن ان کی ماں نے سارا ماجرا سنا کر ان کا غصہ ٹھنڈا کیا اور تب مہمانوں نے اصل میزبان کے ساتھ کھانا کھایا (فتح الباری، ۱۰/ ۶۵۷-۶۵۸: حدیث ۶۱۴۰-۶۱۴۱)۔

☆ حضرت صدیقِ اکبرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے گھر بعض صحابہ کرام تشریف فرما تھے جب حضرت صدیق اکبرؓ داخل ہوئے۔ وہ ان کو دیکھ کر خاصے بدحظ ہوئے کہ زیارت و ملاقات کے لئے ایسے وقت کیوں آئے۔ یہ واقعہ ۸ھ/ ۶۳۰ء کے بعد کا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے کہنے پر اصول بنا دیا کہ زیارت کے لئے لوگ گھروں پر جائیں تو ایک تنہا شخص نہ جائے بلکہ دو ایک ساتھ جائیں (مسلم، کتاب السلام)۔

☆ مختلف مہاجرین و مہاجرات اور انصار و انصاریات کے گھروں میں مہمانوں کے قیام و طعام کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ اسی طرح مہاجرات و انصاریات کی میزبانی حضرات کی روایات بھی بکثرت دستیاب ہیں۔ ان سب میں اہلِ خانہ/مستورات کی ملاقات و مدارات کا بھی ذکر ہے۔ امام بخاریؒ نے مختلف کتب میں بعض ابواب ایسے باندھے ہیں جن میں مردوں اور عورتوں کے اسلامی اختلاط اور میل ملاپ کا واضح ذکر ملتا ہے جیسے **قیام المراۃ علی الرجال فی العرس و خدمتھم بالنفس** (کتاب النکاح، فتح الباری، ۹/ ۳۱۱)، **ھل یداوی الرجل المراۃ، والمراۃ الرجل** (کتاب الطب، فتح الباری، ۹/ ۱۶۹؛ عیادت کا باب جو آگے آرہا ہے)۔

☆ حضرت سہل ساعدیؒ نے ایک بہت دلچسپ اور سماجی واقعہ بیان کیا ہے جو ایک سماجی روایت کو بھی بتاتا ہے۔ پہلے ان کا بیان: ہم میں ایک عورت تھی جو اپنے کھیت کی نالیوں میں چقندر بو دیا کرتی تھی۔ جمعہ کے دن وہ چقندر اکھاڑتی اور ان کو ایک پتیلی میں ڈالتی اور اس پر ایک مٹھی جو پیس کر ڈال دیتی۔ اس طرح وہ چقندر کی جڑیں گوشت کی طرح شوربہ میں کام دیتیں۔ ہم ہر جمعہ کی نماز کے بعد واپس ہوتے تو اس کے پاس جاتے اور سلام کرتے اور وہ لذیذ کھانا ہماری طرف بڑھاتی اور

ہم اسے چاٹ جاتے۔ ہم اس کھانے کی وجہ سے ہر جمعہ کا شدید انتظار کیا کرتے تھے۔ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ نے دوسری سماجی روایت یہ بیان کی ہے کہ ہم لوگ جمعہ کے دن کھانا اور قیلولہ نماز بعد ہی کرتے تھے (بخاری، کتاب الجمعه، ۴۰-باب قول الله تعالیٰ: فاذا قضيت الصلوٰة فانتشروا الخ؛ حدیث: ۹۳۸-۹۳۹؛ فتح الباری ۲/ ۵۴۸-۵۵۱؛ امام بخاریؒ نے حسب دستور حدیث: ۹۳۸ کے مختلف اطراف کو مختلف کتب میں بیان کیا ہے: ۹۴۱، ۲۳۴۹، ۵۴۰۳، ۶۲۴۸، ۶۲۷۹؛ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے حدیث شریف کی تفسیر تشریح کی ہے مگر اس خاتونِ خیرات ومبرات کے اسمِ گرامی کا پتہ نہیں لگا سکے)۔

☆ امام بخاریؒ نے کتاب المرضیٰ میں ایک باب کا عنوان باندھا ہے: باب عيادة النساء الرجال: وعادت ام الدرداء رجلا من اهل المسجد من الانصار (عورتوں کی مردوں کی عیادت کرنا اور حضرت ام الدرداءؓ نے مسجد کے ایک باسی انصاری کی عیادت کی)۔ ترجمۃ الباب سے واضح ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں کی عیادت کو جایا کرتی تھیں اور حضرت ام الدرداءؓ نے ایک صحابی کی عیادت مسجد جا کر کی تھی۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے حضرت ام الدرداءؓ کے اصل نام اور ان کے حیات اور کارناموں کا مختصر ذکر اپنی شرح میں کیا ہے۔ اس جگہ تو انھوں نے اصل واقعۂ عیادت پر کلام نہیں کیا مگر حجاب سے قبل اور بعد کے احکام پر اصولی بحث کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حجاب کے احکام کے بعد بھی ایسے واقعات ملتے ہیں۔ اصل چیز ستر و پردہ پوشی (التستر) ہے اور فتنہ سے امن وامان۔ یہ دونوں شرطیں پوری ہوں تو کسی وقت بھی عیادت کی جا سکتی ہے۔ یہ بحث دراصل حدیث: ۵۶۵۴ کے متعلق زیادہ ہے جس کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ہجرتِ مدینہ کے اولین زمانے میں حضرات ابوبکر صدیقؓ اور بلال حبشیؓ کی عیادت ان کی سخت بیماری کے زمانے میں کی تھی۔ بلاشبہ یہ عیادت حجاب کے احکام سے پہلے ہوئی تھی مگر حضرت ام الدرداءؓ کا واقعہ بعد کا ہے اور ایسی عیادتوں، زیارتوں، ملاقاتوں اور آمدورفت کے سلسلوں کا زمانہ حجاب کے بعد کا ہے جن کی الگ فصل میں بحث آتی ہے (فتح الباری، ۱۰/ ۱۴۵-۱۴۶)۔

اجتماعی اختلاط وزیارت

حسنِ معاشرت کا تقاضا ہے کہ انسان ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوں، ان کے غم بانٹیں اور خوشی سے شاد ہوں۔ عہدِ نبوی کا اسلامی معاشرہ تو خیرِ کل تھا جس میں خیر ہی خیر تھا۔ بدصورتی، بہیمیت اور ناروا رویے کبھی کبھار سر ابھارتے تھے۔ خیر و شر کا ظہور اور باہمی تصادم بھی ناگزیر ہے، شریت کے بغیر خیریت کا مقام کیسے سمجھ میں آئے اور شرور کے احکام وقوانین کیونکر مرتب ہوں۔ اس لئے مشیتِ الٰہی کبھی کبھی شیطانی چرخے چلانے کی اجازت دے دیتی تھی: پھر صحابہ کرام اور صحابیاتِ طاہرات بہرحال انسان تھے اور انسانی معاشرے میں میل جول اور سماجی اختلاط ہوتا ہے اور صنفِ نازک اور صنفِ قوی کے اجتماعی اختلاط سے طرح طرح کے گل کھلتے ہیں۔

اجتماعی معاشرتی اختلاط وملاقات اور زیارت کے متعدد مواقع اور جہات تھے جو زندگی کے تمام میدانوں کو حاوی تھے:

☆ پنجگانہ نمازوں کے لئے مرد وعورت دونوں مساجد ـ مسجدِ حرام مکہ اور مسجدِ نبوی مدینہ سمیت ـ پانچ وقت جایا کرتے تھے۔ پورے آداب واقدار کے ساتھ، ان دینی اجتماعاتِ روزانہ میں صحابہ کرام کی خواتین سے ملاقاتوں اور معاشرتی تبادلوں کا ایک سلسلہ ملتا ہے۔

☆ سال بھر دو بار کم از کم مدنی عہد کے دوسرے تیسرے برس سے تمام صحابہ وصحابیات عیدین کے موقعہ پر عیدگاہ میں جمع ہوتے تھے۔

☆ دورانِ رمضان مبارک افطار وسحری کے بھی مخلوط اجتماعات اور دعوتوں کا ذکر ملتا ہے۔

☆ عمرہ اور حج کے مبارک اسفار اور مکہ مکرمہ میں قیام کے زمانے میں دینی معاشرتی اختلاط کے بڑے پاکیزہ اور دلآویز واقعات ملتے ہیں۔

☆ غزواتِ نبوی میں خواتین کی شمولیت نے جہاد کا ایک نیا باب کھولا اور خدمت کا ایک نیا

عنوان قائم کیا تھا۔ جو آفاقی اور ابدی ہے۔

☆ شادی بیاہ اور ولیمہ کے مواقع پر دعوتوں کا ایک اسلامی طریقہ تھا اور اسی طرح عقیقہ وغیرہ کی معاشرتی دعوتیں تھیں جن میں صحابیات وصحابہ کا اجتماعی اختلاط ہوتا تھا۔ بنفس نفیس رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے بعض ولیموں پر اپنے گھروں یا خیموں میں دونوں کو جمع کیا تھا اور حضرت زینب بنت جحشؓ سے شادی کے موقعہ پر ایسی مبارک دعوت کی تھی جس کا ذکر آیاتِ الٰہی میں آیا ہے۔

☆ وفات وشہادت اور تجہیز وتکفین کے مواقعِ غم پر صحابہ وصحابیات کا انسانی اجتماعی اور اسلامی اختلاط ملتا ہے۔ ایک نواسۂ رسول اللہ ﷺ کی وفات پر صاحبزادی گرامی حضرت زینبؓ کے گھر میں اور فرزندِ نبوی حضرت ابراہیمؓ کی موت پر کاشانۂ نبوی میں اور حضرات زید بن کلبی، عبداللہ بن رواحہ خزرجی اور جعفر ابی طالب ہاشمیؓ کی شہادت کے غم آگیں موقعہ پر ان کے گھروں میں صحابہ و صحابیات تعزیت اور اظہارِ غم کے لئے موجود تھے۔ وہ عہدِ شہادت تھا اور شہداء کی آخری دنیاوی گھڑیوں میں دونوں نے اپنی محبتوں اور خدمتوں کا ثبوت دیا تھا۔ ایک بار حضرت فاطمہؓ شہر میں کسی خاندان میں میت ہونے پر تعزیت کرنے تشریف لے گئی تھیں اور واپسی پر رسولِ اکرم ﷺ سے ملاقات ہوگئی (ابن کثیر، ۱/۲۳۸)۔ متعدد صحابیات نے شہداء کی نعشوں کو ان کے گھروں تک پہونچایا تھا۔ ان کی بیواؤں سے صحابہ کرام نے تعزیت کی تھی اور ان کے دکھوں کو بانٹا تھا۔

☆ غزوۂ بدر میں حضرت عفراء کے دو بیٹوں کی شہادت پر ام المومنین حضرت سودہؓ آل عفراء کے گھر تعزیت کے لئے گئی تھیں (ابن ہشام، ۱/۶۴۵)۔

☆ اسی غزوہ میں بعض رشتہ دار اکابر قریش کی گرفتاری واسیری پر ان کو حضرت سودہؓ نے سخت لعن طعن کی تھی کہ وہ بہادروں کی طرح کیوں نہ لڑے۔

☆ بازاروں میں خرید وفروخت اور زراعتی کاموں میں باہمی تعاون اور مزدوری میں ایک

دوسرے کے ساتھ شرکت کے سینکڑوں واقعات ہیں۔ خواتین مرد تاجروں، خوردہ فروشوں سے خریداری کرتی تھیں اور مرد حضرات متعدد تاجر بیبیوں سے ان کا سامانِ تجارت خریدتے تھے۔ متعدد مردوں نے خاتون تاجرات سے مضاربت، اجرت اور اشتراک کی بنیاد پر کاروبار کیا اور ان کے گماشتہ تک بننے کی جرأت کی۔ باغات، کھیتوں اور اموال میں دونوں کے شانہ بشانہ کام کرنے اور زرعی پیداوار بڑھانے کے کاموں میں حصہ لینے کا پکا ثبوت ہے۔ مزدوروں کو اپنے بیگانوں کے گھروں، کھیتوں اور دوسری جگہوں پر کام کرنے کے لئے جانا ہی پڑتا تھا، مرد عورت کے کام آتا تھا اور عورت مرد کے کام سنوارتی تھی۔

دینی اجتماعات میں مخلوط آبادی ہوتی تھی۔ صحابہ کرام اپنی صفوں میں بیٹھتے تھے اور صحابیات کی قطاریں الگ ہوتی تھیں۔ مگر تعلیم و تعلم اور تربیت میں اور قومی و ملی خدمت میں ایک دوسرے سے اختلاط ہوتا تھا۔ ایک خطبہ نبوی کے بعد خواتین نے بے قابو ہو کر صدقات میں اپنے زیورات نچھاور کرنے شروع کئے تو حضرت بلال حبشیؓ جیسے بعض صحابہ کرام نے ہر ایک فردِ نسوانی سے جا جا کر ان کو جمع کیا تھا۔ صحابیات سے صحابہ کرام کے اور صحابہ سے صحابیات طاہرات کے اخذِ حدیث کے واقعات تو ایک دفتر میں بھی نہیں سما سکتے، وہ بالمشافہ ملاقاتوں پر مبنی ہیں۔

☆ قومی معاملات میں مشاورت کے وقت صحابیات اپنے مشوروں سے نوازتی تھیں، غلط باتوں پر ٹوک دیتی تھیں، صحیح احکام بتاتی تھیں۔

☆ صحابہ کرام کو سنتِ زیارت اتنی عزیز تھی کہ جن جن خواتین کے گھروں میں رسولِ اکرم ﷺ تشریف لے جایا کرتے تھے وہاں وہ حیاتِ طیبہ کے دوران بھی جاتے تھے اور بعد وفات بھی اس سنتِ متواترہ کی پوری پیروی کی تھی۔ حضرت ام ایمنؓ کے خانۂ مبارک میں حضرات خلفاء ثلاثہ- ابوبکر و عمر و عثمانؓ- کی مستقل حاضری تازندگی جاری رہی کہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کی ماں تھیں اور اہل بیت کا بقیہ نقیہ بھی۔ اسی طرح حضرت شہیدہؓ کے گھر بھی خلفاء اور صحابہ کرام برابر زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔

عورتوں کی شکایات اوران کا ازالہ

جنسِ کمزوراور صنفِ نازک ہونے کے سبب عورت ہمیشہ ظلم وتشدد کا شکار رہی ہے، کبھی اپنے عزیزوں کے ہاتھوں کبھی غیروں کے ہاتھوں۔ سب سے زیادہ عجیب اور تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ عورت خود عورت کے مظالم کا نشانہ بہت بیدردی سے بنتی رہی ہے۔ یہ ماہرینِ نفسیات کے مطالعہ و تجزیہ کا میدان ہے کہ وہ عورتوں پر دوسروں کے مظالم کی تہوں میں پوشیدہ عوامل وعناصر کا پتہ لگائیں۔ اخلاقیات کی رو سے اور دینی نقطۂ نظر سے ہم اہل مذہب یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب صحیح تعلیمات کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے تو وہ خواہ مرد ہوں یا عورت، اپنے ہوں یا پرائے، ظلم وتعدی کرنے لگتے ہیں اور کمزور ہمیشہ طاقتور کے مظالم کا شکار بنتا رہتا ہے۔

عہدِ نبوی میں عورتوں پر مظالم کا باب اقدارِ جاہلی نے کھولا تھا۔ سابقہ شریعتوں کی تعلیمات جب نظر انداز کی گئیں اور جہالت کا جبر بڑھا تو عورتوں اور مردوں پر ظلم کا دروازہ کھولا گیا۔ ان کے بنیادی حقوق اورضروری مراعات سلب کر لی گئیں اوران پر دوسری جسمانی، روحانی اوراخلاقی زیادتیاں کی جانے لگیں، حالانکہ سابقہ ادیان اور شریعتوں میں بھی اور بعد میں بھی ان کے آخری، آفاقی اور اسلامی دین وشریعت نے ان کا سدِ باب کیا تھا اوران کے حقوق ومراعات کی حفاظت کی ضمانت دی تھی۔ آخری اسلامی شریعت ودین نے ان کے حقوق اوران کے جسم وجان کی حفاظت کی آخری حد

بھی قائم کردی تھی۔

تاہم انتہائی خیر و برکت اور بقول شاہ ولی اللہ دہلویؒ قوتِ بہیمیہ پر قوتِ ملکیہ کے آخری غلبہ کے باوجود عورتوں پر بعض زیادتیاں ہوئیں اور ان کو اپنوں اور بیگانوں سے شکایت کا موقعہ ملا۔ ان کے اسباب وعلل سے بحث آخر میں ہوگی۔ سرِ دست ان شکایاتِ خواتین اور ان کے ازالۂ نبوی کا موضوع وار جائزہ پیش کیا جارہا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ عہدِ نبوی میں عورتوں کے حقوق ومراعات شکنی کی نوعیت کیا تھی؟ اس کی حدود کیسی تھیں؟ اور رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے تدارک کی کیا کیا کوششیں فرمائیں؟ اور پھر وہ کس طرح آفاقی آخری دین وشریعت کا قانونی حصہ بنیں؟

زبردستی نکاح کی شکایات

اسلامی شریعت میں نکاح وشادی لڑکی اور لڑکے کی مرضی سے ہونی چاہئے اگر وہ بالغ ہوں۔ نابالغ کی شادی کا حق ولی (ماں باپ وغیرہ) کو حاصل ہے مگر بہتر ہے کہ وہ ان کی مرضی اور پسند کا خیال رکھے۔ ایک مسلک وحدیث کے اصول کے مطابق ایسے جبری نکاحوں کو رد کیا جا سکتا ہے کیونکہ ان میں زوجین کی رضامندی کی شرط پوری نہیں کی گئی۔ عہدِ نبوی میں بعض خواتین کو اپنے جبری نکاحوں اور ناپسندیدہ شادیوں کی شکایات خدمتِ نبوی اور بارگاہِ عالی میں درج کرانی پڑیں اور وہاں سے ان کا صحیح اسلامی فیصلہ اور ان کی شکایات کا ازالہ بھی ہوا۔

۱۔ حضرت خنساء بنت خدام انصاریؓ کا نکاح ان کے والد حضرت خدام بن ودیعہ اوسی یعنی ابو ودیعہ انصاریؓ نے کسی شخص سے کر دیا حالانکہ وہ "ثیب" (بالغ) تھیں۔ وہ نکاح ان کو ناپسند ہوا تو وہ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ نے اسے فسخ کر دیا۔" ۵۱۳۸:...... عن خنساء بنت خدام الانصارية ان اباها زوجها وهى ثيب فكرهت ذلك، فاتت رسول الله ﷺ فرد نكاحها" (بخاری، کتاب النکاح، باب اذا زوج الرجل ابنته وهى كارهة

فنکاحه مردود ؛ فتح الباری، ۹/۲۴۳-۲۴۷ ومابعد؛اطراف حدیث:۵۱۳۹، ۶۹۴۵، ۶۹۶۹ اور فتح الباری کے متعلقہ صفحات ومجلدات؛اسد الغابة، ۵/۴۴۰-۴۴۱؛الاصابة نمبر ۲۲۳۲)۔

۲-حضرت زینب بنت عثمانؓ کا نکاح ان کے والدِ ماجد حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ کی موت/شہادت کے بعد ان کے چچا حضرت قدامہ بن مظعون جمحیؓ نے کسی شخص کے ساتھ کر دیا جو ان کو ناپسند ہوا۔انھوں نے اپنی ماں کے کہنے پر رسولِ اکرم ﷺ کی خدمتِ گرامی میں آ کر شکایت کی اور رسولِ اکرم ﷺ نے ان کا نکاح بھی مسترد فرما دیا:''......زوجه ایاها قدامة بنت مظعون ......فقالت ام الجارية للجارية لا تجيزى فكرهت الجارية النكاح واعلمت رسول الله ﷺ ذلك هى وامها فرد نكاحها رسول الله ﷺ، فنكحها المغيرة بن شعبة''(ابن سعد، ۸/۲۶۹:ان کا نکاح روایت کے مطابق چچا نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کیا تھا۔حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے مہر(صداق)کا ان کے خاندان والوں کو لالچ دیا(فارغبهم المغيرة بن شعبة فى الصداق)لہذا ماں اور بیٹی نے اس نکاح کو ناپسند کیا۔وجہ کچھ بھی رہی ہو بہرحال ناپسندیدہ نکاح فسخ کر دیا گیا تھا)۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اولین جبری نکاح پر ایک طویل بحث کی ہے اور اس کو دوسری احادیث سے مستند ومدلل کیا ہے۔ان میں بعد کے فقہاءِ کرام-حنفیہ، مالکیہ وغیرہ-کے فقہی مسالک اور اصول ونظریات بھی ہیں جن سے اس وقت بحث نہیں ہے۔البتہ دیگر احادیثِ نبوی کے حوالے سے جو قیمتی بخشیں آئی ہیں ان کا ذکر یہاں کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کے ارشادات پر مبنی ہیں اور اس زمانے کی سماجی، معاشرتی اور دینی جہات اور پس منظر کو سامنے لاتی ہیں۔ان سب کا مفصل ذکر تو بہت طولِ کلام کا باعث ہوگا لہذا ان کے مباحث کو نکات کی شکل میں درج کیا جاتا ہے:

۱-حضرت خنساءؓ پہلے سے شادی شدہ تھیں اور ان کے شوہر نامدار کی شہادت غزوۂ احد میں ہو گئی تھی۔

۲-حضرت خنساءؓ کو یہ نکاح اس لئے بھی ناپسند تھا کہ وہ اپنے ایک چچازاد سے شادی کرنا چاہتی تھیں۔

۳-انھوں نے اپنے جبری نکاح کی ناپسندیدگی کی وجہ بھی خدمتِ نبوی میں عرض کردی تھی: ''وان عم ولدی احب الی''۔

۴-رسولِ اکرم ﷺ نے ان کا مقدمہ سن کر بقولِ عبدالرزاق فرمایا کہ ان عورتوں پر جبر نہ کرو: ''لا تکرھوھن''۔

۵-جبری نکاح مسترد ہو جانے کے بعد انھوں نے حضرت ابولبابہؓ سے شادی کرلی جو ان کی پسندِ خاطر تھے۔

اسی بحث میں بعض باکرہ (کنواری) عورتوں لڑکیوں کے جبری نکاحوں کے رد کرنے کی احادیث بھی موجود ہیں:

☆ایک ماں نے اپنی لڑکی کی شادی اس کی مرضی کے خلاف کردی تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے لڑکی کی شکایت پر وہ نکاح فسخ کردیا۔ اس کا ذکر آچکا ہے۔

☆امام نسائیؒ نے حضرت جابرؓ سے ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بچی کی شادی اس کی مرضی کے خلاف کردی۔ وہ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں آئی اور آپ ﷺ نے ان دونوں میں جدائی کردی: ''ان رجلا زوج ابنتہ، وھی بکر من غیر امرھا، فاتت النبی ﷺ ففرق بنیھا''۔

☆امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک کنواری لڑکی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور اس نے ذکر کیا کہ اس کے باپ نے اس کی مرضی کے خلاف شادی کردی ہے تو رسولِ اکرم ﷺ نے اسے اختیار دیا: ''ان جاریۃ بکراً اتت النبی ﷺ فذکرت

ان اباها زوجها وهی کارھة فخیرھا''۔

☆ امام طبرانیؒ اور امام دار قطنیؒ نے ایک اور حدیث نقل کی ہے جس کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ ایک کنواری اور ایک پکی عمر کی عورت دونوں کی شادیاں مسترد کردیں کہ ان کو وہ ناپسند تھیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان روایات کو ''مرسل'' قرار دیا ہے اور ان میں کسی دوسرے ضعف کی نشاندہی کی ہے اور صحیح حدیث ہونے کی صورت میں امام بیہقیؒ کی توجیہ وتاویل پیش کی ہے۔ تمام آراء وتفسیرات کے باوجود بہرحال یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ناپسندیدہ نکاحوں کو مسترد و منسوخ فرمایا تھا اور خواتین کی شکایات کا ازالہ فرمایا تھا (فتح الباری، ۹/ ۲۴۵-۲۴۶)۔

نکاح میں تخییر کا حق

ردِ نکاح کے سلسلے میں ایک حدیثِ نبوی گذری ہے جس میں ایک کنواری لڑکی کے ناپسندیدہ نکاح کی شکایت پر رسولِ اکرم ﷺ نے اسے ''تخییر'' کا حق دیا تھا۔ اس کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اسے حق دیا گیا تھا کہ وہ اسے باقی رکھے یا فسخ کردے۔ بعض نابالغ کنواری بچیوں کے نکاح کے سلسلے میں یہ حکم ملتا ہے کہ اگر ان کا نکاح بلوغت سے پہلے کردیا گیا ہے تو بالغ ہوتے ہی ان کو اختیار ہوگا کہ اسے باقی رکھیں یا نکاح فسخ کرکے دوسرا نکاح اپنی مرضی سے کریں۔ اسے تخییر کا حق کہا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک وہ مسلمہ ہے۔ جبکہ دوسرے علماء وفقہاء نے تخییر کے حق کو والدین کے علاوہ دوسرے ولی کے نکاح کے ضمن میں تسلیم کیا ہے۔ وہ فقہی اختلاف کا معاملہ ہے (ملاحظہ ہو: بحث فتح الباری مذکورہ بالا اور کتاب النکاح کے مختلف ابواب پر بحثِ شارحین)۔

بہرحال باندیوں کے سلسلے میں حقِ تخییر کا ذکر عہدِ نبوی سے ثابت ہوتا ہے اور روایات و احادیث اس کی تائید کرتی ہیں۔ حضرت بریرہؓ ایک باندی تھیں۔ ان کے مالکوں نے ان کا نکاح حضرت مغیثؓ سے کردیا تھا۔ حضرت بریرہؓ کو آزادی ملی تو انھوں نے اپنا حقِ تخییر استعمال کیا اور حضرت

مغیثؓ سے اپنا ''نکاحِ غلامی'' فسخ کر دیا۔ حضرت مغیثؓ کو اس کا انتہائی صدمہ ہوا۔ وہ روتے پھرتے اور فریاد کرتے تھے۔ ان کی حالتِ زار دیکھ کر سب کو افسوس ہوتا تھا لہٰذا رسولِ اکرم ﷺ سے فریاد کی گئی کہ حضرت بریرہؓ کو سمجھائیں۔ آپ ﷺ نے ان کو بلا کر نکاح کے فسخ ہونے کو مسترد کرنے اور حضرت مغیثؓ کو بطور شوہر قبول کرنے کو کہا۔ حضرت بریرہؓ نے پوچھا کہ یہ آپ ﷺ کا مشورہ ہے یا حکم۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صرف مشورہ ہے۔ حضرت بریرہؓ نے مشورہ ماننے سے انکار کر دیا (بخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعة النبی ﷺ فی زوج بریرة؛ حدیث:۵۲۸۳؛فتح الباری ،۹/ ۵۰۵-۵۰۷:

''......عن ابن عباسؓ ''ان زوج بريرة كان عبدا يقال مغيث، كانى انظر اليه يطوف خلفها يبكى، ودموعه تسيل على لحيته، فقال النبى ﷺ لعباس: يا عباس !الا تعجب من حب مغيث بريرة و من بغض بريرة مغيثا فقال النبى ﷺ لو راجعته، قالت: يا رسول الله:أتامرنى؟قال:انما انا اشفع، قالت: لا حاجة لى فيه ''؛ آزادی کے بعد تخییر کا ذکر دوسری متعدد احادیث میں بھی ہے جو امام بخاریؒ نے مختلف ابواب میں نقل کی ہیں جیسے ۵۰۹۷، ۵۲۷۹ وغیرہ)۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس واقعہ پر حدیث:۵۲۸۳ کے حوالے سے طویل بحث کی ہے کہ حضرت عباسؓ نے سفارش کی تھی جس پر رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت بریرہؓ کو رجوع کرنے کا مشورہ دیا تھا اور یہ سنہ ۸ھ کے اواخر کا واقعہ ہے کیونکہ حضرت عباسؓ غزوۂ طائف کے بعد ہی مدینہ میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔

مار پیٹ کے واقعات

عورتوں پر مظالم کا ایک بابِ ناروا ان کے مارنے پیٹنے سے متعلق ہے۔ بعض بلکہ بہت سے شوہر اسے حق شوہری کا لازمی فریضہ سمجھتے ہیں کہ اپنی بیویوں کو مارتے پیٹتے رہیں۔ یہ ظلم و زیادتی بھی ان کی صنفی کمزوری اور شوہر کے بیجا شرف کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ورنہ اسلام و شریعت میں بیوی پر ہاتھ اٹھانا شرافت و مروت کے بھی خلاف ہے اور دین و شریعت کے لحاظ سے بھی ناپسندیدہ ہے۔ ان

کو مارنے کی ایک محدود اجازت ان کے ارتکابِ فواحش کی بنا پر دی گئی ہے اور وہ بھی اس حد تک کہ ان کے نازک اعضاء اور جسم پر ضربِ خاص نہ لگے۔ لیکن ایسے شوہرانہ مار پیٹ کے واقعات عہدِ نبوی میں ہوئے اور ان کی شکایات رسولِ اکرم ﷺ کی بارگاہِ عالی میں پیش کی گئیں (بیوی کو مارنے یا زدوکوب کرنے کی محدود اجازت سورۂ نساء: ۳۴ میں دی گئی۔ ملاحظہ ہو تفسیری روایات جن میں احادیث اور تاریخی واقعات دونوں کا ذکر ملتا ہے)۔

☆ حضرت جمیلہ بنت عبداللہ بن حضرت ثابتؓ بن قیس خزرجی کی بیوی تھیں۔ امام نسائی، طبرانی وغیرہ کی روایات واحادیث میں حضرت ربیع بنت معوذؓ کی سند سے مروی ہے کہ ان کو ان کے شوہر نے ایسا مارا کہ ان کا ہاتھ توڑ دیا۔ ان کے بھائی رسولِ اکرم ﷺ کے پاس شکایت لے کر آئے: ''ان ثابت بن قیس بن شماس ضرب امراته فکسر یدها، وهی جمیلة بنت عبدالله بن ابی، فاتی اخوها یشتکی الی رسول الله ﷺ الحدیث ''۔ ابن اثیرؒ نے حضرت جمیلہؓ کے ناپسند کرنے اور نشوز (اعراض) کرنے کا ہی ذکر کیا ہے، مار پیٹ کا نہیں۔ روایات میں شکایت کے ازالے کے بارے میں سکوت پایا جاتا ہے۔ یہ خاصا بڑا نقص ہے۔ غالباً فیصلہ نبوی راوی کو پسند نہیں آیا (فتح الباری، ۹/۴۹۳؛ ابن سعد، ۸/۳۸۲-۳۸۳؛ اسد الغابة، ۶/۴۱۶-۴۱۷)۔

☆ حضرت سلمیٰؓ رسولِ اکرم ﷺ کی خادمہ اور مولائے نبوی حضرت ابورافعؓ کی زوجہ تھیں۔ انھوں نے ایک بار رسولِ اکرم ﷺ کی موجودگی میں اپنے شوہر کی شکایت کی کہ وہ مجھے مارتے ہیں: ''انه یضربنی ''۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ابورافعؓ سے سبب دریافت کیا تو انھوں نے شکوہ کیا کہ یہ مجھے ایذا دیتی ہیں۔ ایذاء کا سبب یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابورافعؓ نے نماز پڑھتے میں ریاح خارج کر دی تو میں نے ان کو حکمِ نبوی سنایا کہ جب ایسا ہو تو دوبارہ وضو کرنا چاہئے اور انھوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ابورافعؓ سے ہنستے ہوئے فرمایا کہ اس عورت نے تو تم

کو ایک اچھی بات بتائی تھی، اب آئندہ نہ اس کو مارنا: ''ولا تضربها'' (اسد الغابة، ۵/ ۴۷۸-۴۷۹)۔ شکایتِ صحابیہ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ زدوکوب کا عمل بار بار ہوا۔ غالباً حضرت شوہر کی تقصیر بھی مسلسل تھی یا ایذا کی دوسری وجوہ بھی تھیں۔

مار پیٹ کی ایک ''دبائی نوعیت'' کا ذکر بعض روایات میں ملتا ہے۔ اس کا ایک سماجی پس منظر اور تہذیبی تناظر بھی ہے۔ قریش اور دوسرے ساکنانِ مکہ اپنی بیویوں کو دبا کر رکھتے تھے اور ان پر خاصے حاوی تھے جبکہ مدینہ منورہ کے باشندگانِ عالی کافی نرم خو تھے اور ان کی عورتوں کو کافی آزادی حاصل تھی؛ وہ اپنے شوہروں سے بعض اوقات بحث ومباحثہ اور تکرار بھی کرلیا کرتی تھیں۔ اس کی وجہ غالباً دونوں شہروں کی تہذیبی روایات تھیں۔ بالعموم ساکنانِ حرم اول میں تھوڑی خشونتِ مزاج اور سختی پائی جاتی تھی اور مدینہ منورہ کے باسی طبعی طور سے نرم خو تھے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد قریشی اکابر کو بالعموم اور حضرت عمر بن خطابؓ جیسے صاحبانِ جلال و جبروت کو عورتوں کی یہ آزادروی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ مکی و مدنی رویوں کا فرق ان احادیث وروایات میں بھی ملتا ہے جن کے مطابق حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی سے کچھ کہا تو انھوں نے جواب دے دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ کو سخت تاؤ آیا اور جواب دینے پر ان کو سخت سست کہا۔ زوجہ محترمہ نے اپنے دفاع میں فرمایا کہ تمہاری بیٹی حفصہؓ تو رسولِ اکرم ﷺ سے اس زیادہ تکرار کرتی ہیں اور جواب پر جواب دیتی ہیں۔ حضرت عمرؓ کو اپنی دخترِ نیک اختر سے ایسی توقع نہ تھی لہذا چراغ پا ہوکر چڑھ دوڑے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو سمجھایا کہ ان عورتوں کا یہ حق ہے اور ان کی جائز آزادی اور آزادروی پر قدغن نہیں لگائی جاسکتی (بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة الخ، حدیث: ۲۶۸:......عن عمرؓ: ''وكنا معشر قريش نغلب النساء، فلما قدمنا على الانصار اذهم قوم تغلبهم نساؤهم، فطفق نساؤنا ياخذن عن ادب نساء الانصار، فصحت على امراتى، فراجعتنى فانكرت ان تراجعنى، فقالت، ولم تنكر ان اراجعك؟ فوالله ان ازواج النبى ﷺ

لیراجعنه......الخ؛ فتح الباری، ۱۴۲/۵-۱۴۵[حدیث واقعہ ایلاء] حافظ ابن حجرؒ نے اس تہذیبی تفاوتِ مکہ و مدینہ پر کچھ نہیں لکھا ہے اور نہ دونوں شہروں کے باسیوں کے سماجی اور تہذیبی پس منظر سے بحث کی ہے)۔

اس تہذیبی اور سماجی تناظر میں ایک عام واقعہ زدوکوبِ خواتین کے مطالعہ سے اس کی وبائی اطراف وجہات کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اور دوسرے اصحابؓ نے رسولِ اکرم ﷺ کا حکم سنا تھا کہ اللہ کی بندیوں کو مارا نہ کرو: ''لاتضربوا اماء الله'' اور یہ حکم غالباً مار پیٹ کے بعض واقعات کے بعد ہی دیا گیا تھا۔ نفاذِ حکم کے بعد حضرت عمرؓ نے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں تمام شوہروں کی طرف سے عذرداری کی کہ بیویاں شوہروں پر حاوی ہوگئی ہیں اور نافرمانی پر اتر آئی ہیں: ''ان النساء قد ذئرن علیٰ ازواجهن''۔ ان کی التجاء پر رسولِ اکرم ﷺ نے شوہروں کو اپنی بیویوں کو مارنے کی اجازت دے دی۔ تمام غصہ ور شوہروں نے اس اجازت کے ملتے ہی ایک ہی رات میں اپنے اس حقِ شوہری کو اس زور شور سے استعمال کیا کہ مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا۔ ایک روایت کے مطابق بہت زیادہ تعداد میں (کثیر) اور دوسری روایت کے مطابق ستر عورتوں نے صبح ہی صبح رسولِ اکرم ﷺ کے آستانہ مبارک کے دروازے پر ڈیرہ ڈال دیا: وہ سب کی سب اپنے شوہروں کی شکایت کررہی تھیں۔

۱-فطاف بآل رسول الله ﷺ نساء کثیر یشکون ازواجهن.

۲- فاصبح عند باب رسول الله ﷺ سبعون امراة یشتکین ازواجهن.

رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی شکایت سن کر ایک خطبۂ عالی ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنی بیویوں کو مارا ہے وہ تم میں سے بہتر انسان/لوگ نہیں ہیں ''لا تحسبون الذین یضربون خیارکم/لیس اولئک بخیارکم''۔ حافظ ابن اثیرؒ کے مطابق یہ حدیث تین تین امامانِ حدیث نے روایت کی ہے (اسد الغابة، ۱۲۵/۱ اور ۱۵۶)۔

اسی ضمن میں اہل وعیال خاص کر بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کی ان احادیث واحکام کو

بھی مدنظر رکھنا چاہئے جن میں یہ بیان ملتا ہے کہ تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے اہل کے لئے بہترین ہیں: ''خیارکم خیارکم لاھله''۔

مثبت و منفی دونوں قسم کے احکام میں جو اخلاقی پہلو ہے وہ بہت اہم ہے۔ قانون وسزا سے انسداد جرائم بس ایک حد تک ہی ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے۔ اصل چیز اخلاقی تربیت ہے جو برے اور ناپسندیدہ کام کرنے ہی کو روکتی ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکیمانہ تعلیمات کا یہی زریں پہلو ہے جو انتقامی مزاج والوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔

خواتین کی مار پیٹ کرنے میں بعض شوہر حضرات خاصے شہرت یافتہ تھے۔ ان میں سے ایک حضرت ابوجہم بن حذیفہ عدوی قریشیؓ تھے۔ وہ دراصل سخت مزاج والے شخص تھے اور یہ مزاجی صلابت اور شدت ان کی اولاد اور فرزندوں میں بھی آئی تھی۔ وہ معمر ترین صحابہ کرام میں تھے اور غالباً قریش کے ان اکابر میں سے تھے جو اپنی عورتوں کو خوب دبا کر رکھتے تھے، اگر چہ وہ عالمِ نسب اور فاضل ومخیر شخص بھی تھے۔ بہر حال مسلم کی روایت کے مطابق انھوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس فہریؓ کو شادی کا پیغام دیا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہؓ نے رجوع کیا اور مشورہ چاہا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی کو علحدہ نہیں کرتے''۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو ان سے شادی کرنے کی رائے نہیں دی۔ یہ حکمِ نبوی یا اشارہ شرعی صرف مار پیٹ اور سختی کے خدشے سے وجود میں آیا تھا (مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها؛ ابن سعد، ۲۷۳/۸ومابعد؛ اسد الغابة، ۱۶۲/۵-۱۶۳۔ حضرت ابوجہم کے اس واقعہ خاص میں بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت وفراست اور خاتونانِ اسلام کے لئے مہر و محبت جھلکتی ہے۔ ایک خاتون نازک مزاج کو ایسے درشت خو شخص سے زن وشو کا تعلق ہی استوار کرنے کا مشورہ نہیں دیا جو بیویوں کو مارنے پیٹنے اور زدوکوب کرنے میں شہرت عام رکھتے تھے۔ فقہی اصطلاح میں اسی کو سدِ ذرائع کہتے ہیں اور شرافت کی زبان میں نصیحت وخیر خواہی، جو ہر مومن ومسلم کے ایمان کی کسوٹی ہے)۔

خاموش احتجاج

حکمت و دانائی اور فراستِ مومنانہ سے بھرپور بعض واقعات پیش آئے جو شوہروں کی عدمِ توجہ اور فریضۂ زوجیت کی ادائیگی میں قصور کی طرف بے انتہا خوبصورت انداز میں اشارہ کرتے ہیں۔ ان واقعات کا ظہور بے جا تقویٰ وطہارت کے اظہار سے ہوا تھا۔ اسے دینی شدت پسندی سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بعض خواتینِ اسلام نے اپنے طرزِ عمل سے اپنے شوہروں کی شکایت درج کی تھی۔

☆ حضرت ام الدرداءؓ مشہور صحابی حضرت ابو الدرداءؓ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ صحابی موصوف کے دینی بھائی حضرت سلمان فارسیؓ تھے جو مواخاۃِ مدنی کے ذریعہ بھائی بنائے گئے تھے۔ ایک دن وہ حضرت ابو الدرداءؓ کی زیارت کے لئے آئے تو حضرت ام الدرداءؓ کو پراگندہ حال اور پراگندہ بال پایا۔ ان سے سبب پوچھا تو صحابیہ موصوفہ نے بہت خوبصورتی سے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابو الدرداءؓ کو دنیا کی حاجت ہی نہیں؟ بہرحال حضرت ابو الدرداءؓ کا معاملہ یہ تھا کہ وہ رات رات بھر عبادت کرتے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے، بیوی کے حقوق کیونکر ادا کرتے؟ حضرت سلمان فارسیؓ نے بڑے حکیمانہ انداز میں ان کو نصیحت کی کہ تمہاری اہل وعیال کا بھی تم پر حق ہے اور رسولِ اکرم ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کی تائید کی۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے اس کے بعد اپنے فرائضِ شوہرانہ ادا کرنے شروع کردئے (بخاری، كتاب الصوم، باب من اقسم على اخيه الخ ؛ حديث ۱۹۶۸؛ فتح الباری، ۴/۲۶۶-۲۷۱؛ طرف حدیث: ۶۱۳۹؛ کتاب الادب، باب صنع الطعام؛ فتح الباری، ۱۰/۶۳۰)۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سہمیؓ بھی بڑے عبادت گذار تھے۔ ان کے والدِ ماجد حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ ذہین وفطین اور سیاستداں صحابی تھے۔ ایک دن انھوں نے اپنی بہو یعنی حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بیوی سے ان کا حال پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ ''ان کو مجھ سے کوئی مطلب ہی نہیں''۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے رسولِ اکرم ﷺ کو سارا ماجرا سنایا اور آپ ﷺ بنفس

نفیس ان کے گھر تشریف لے گئے اور اعتدال ومیانہ روی اختیار کرنے اور حقوقِ زوجہ ادا کرنے کا ایک لطیف پیرایے میں حکم دیا۔ حضرت عبداللہ کی بیوی کی شکایت کا اس طرح ازالہ ہوا (بخاری، کتاب الصوم مختلف ابواب: احادیث مختلف؛ فتح الباری کے متعلقہ مباحث؛ کتاب الادب، باب حق الضیف حدیث: ۶۱۳۴؛ فتح الباری، ۱۰/۶۵۲)۔

ان دونوں واقعات سے زیادہ حسین وجمیل واقعہ ایک اور خاتونِ اسلام کا ہے:

وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور ان کا حال زار زار تھا، نہ لباس ٹھیک تھا، نہ زیب وزینت کا نشان تھا، وہ خاصی ابتر حالت میں تھیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اور ان کے شوہر کا حال دریافت فرمایا۔ انھوں نے اپنے شوہرِ نامدار کی عبادت گذاری اور شب بیداری کا خوب تحسین وتعریف کے لہجے میں ذکر کیا اور چلی گئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کی تعریف کی کہ وہ اپنے شوہر کی کیسی مدح خواں تھیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اپنے شوہر کی عدم توجہی کی شکایت کر رہی تھیں، تعریف وتحسین نہیں۔ بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوہر کو سمجھایا اور پھر کچھ دن بعد وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ملنے آئیں تو خوب بنی سنوری تھیں اور ان کا لباس بھی عمدہ اور صاف ستھرا تھا۔ حضرت صدیقہؓ کے استفسار پر بتایا کہ اب ان کے شوہر ان کی طرف سے لاپرواہی نہیں کرتے۔

ایسے واقعات کی قلت وکثرت سے بحث نہیں ہے۔ چند واقعات اس لئے بیان کئے گئے کہ ان سے سماجی رویے اور شوہرانہ رجحان کا نشان ملتا ہے۔ بعض واقعات بے جا تقشّف اور حد سے زیادہ تقویٰ وطہارت کو بتاتے ہیں جو پندارِ تقویٰ سے اصلاً پیدا ہوتا ہے۔ وہ دنیاوی معاملات بالخصوص گھریلو اور ازدواجی فرائض ادا کرنے کی راہ میں حائل ہوتا ہے۔ اسی غیر محتاط طرزِ فکر نے بعض لوگوں کے دلوں میں نکاح وازدواج نہ کرنے کا خیال ڈالا تھا اور بعض کے ذہن میں جنس کو کچل دینے کی راہیں

سجھائی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے فکری رجحان اور عملِ محتاط دونوں پر پابندی لگائی۔ دوسرا بڑا سبب شوہرانہ تفوق کا پیدا کردہ تھا۔ اس طبقۂ شوہراں میں یہ نفسیاتی مرض پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ بیویوں کو پیر کی جوتیاں سمجھتے ہیں، رفیقِ حیات اور شریکِ مسرت نہیں۔ ان کے شوہرانہ تکبر کو تسکین ہی بیویوں کو زدوکوب کرنے یا تذلیل وتحقیر کے دوسرے انداز اختیار کرنے سے ملتی ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے اور اپنے فرمان سے بھی ان مغروروں کو مہر ومحبت کا سلوک کرنے کی تعلیم وتربیت دی جو بیشتر بلکہ غالب مسلم آبادی کا مقدر بنی۔ چند درشت خو اور سخت مزاج شوہروں کو ان خاص واقعات کے نتیجے میں احکام واحوال نے سیدھا کر دیا۔ بہر حال خواتین، عورتوں، لڑکیوں اور بچیوں کو ان کا جائز حق اور باعزت مقام دلایا گیا اور ان کو نازک آبگینے قرار دیا گیا کہ ذرا سی ٹھیس ان میں بال ڈال سکتی ہے اور ٹھوکر تو ان کو چور چور کر سکتی ہے۔

نان ونفقہ کی شکایات

شادی شدہ عورتوں کو دوسرا اہم مسئلہ نان نفقہ کا درپیش ہوتا ہے۔ بسا اوقات شوہر ان کو سرے سے نفقہ خرچہ دیتے ہی نہیں یا دیتے ہیں تو ضرورت بھر نہیں دیتے حالانکہ اسلامی شریعت میں یہ قانون ہے کہ شوہر اپنی مالی حیثیت کے مطابق اپنی بیوی کو نفقہ ادا کرے۔ نفقہ میں تین بنیادی چیزیں شامل ہیں: کھانا، کپڑا اور مکان، اور ان تینوں کا شوہر کی حیثیت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان میں عدل کرنا ضروری ہے۔ عدل کا مطلب ہے کہ سب کو برابر برابر نان نفقہ اور توجہ ووقتِ شوہر ملتا رہے۔ عہدِ نبوی میں بعض خواتین کو اپنے عالی مرتبت شوہروں سے نان نفقہ کے بارے میں شکایات ہوئیں اور انھوں نے ان کو بارگاہِ نبوت میں درج کرایا (کتاب النکاح کے ابوابِ نفقہ کتبِ حدیث ونفقہ میں ملاحظہ ہوں: بالخصوص بخاری/فتح الباری میں)۔

☆ حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ عبشمیؓ حضرت ابوسفیان بن حرب امویؓ کی زوجہ محترمہ

تھیں۔ فتحِ مکہ کے دن اسلام لائیں اور رسولِ اکرم ﷺ سے حاضر ہوکر عرض کیا کہ ابوسفیان کنجوس شخص ہیں۔ وہ مجھے اور میرے بچوں کو اتنا نہیں دیتے جو ان کے لئے کافی ہو تو کیا میں ان کے مال سے بلا اجازت لے سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بس اتنا مال لے سکتی ہو جتنے مال کی تمہیں ضرورت ہو، ان کو معروف کے ساتھ کھلانے اور پالنے پوسنے کے بقدر مال لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۴۶۰: ان عائشةؓ قالت: جاء ت هند بنت عتبة بن ربيعة فقالت: يا رسول الله! ان ابا سفيان رجل مسيک فهل علی حرج ان اطعم من الذی له عيالنا؟ فقال: لا حرج عليک ان تطعميهم بالمعروف"(بخاری، کتاب المظالم، باب قصاص المظلوم اذا وجد مال ظالمه؛ فتح الباری ۵/۱۳۳-۱۳۴؛ ابن سعد، ۸/ ۲۳۷)۔

☆ حضرت فاطمہ بنت قیس فہریؓ کو ان کے شوہر حضرت ابوعمروؓ بن حفص مخزومی نے تین طلاقیں دے دیں اور ایک غزوہ میں یمن چلے گئے۔ انھوں نے اپنے وکیل کے ذریعہ حضرت فاطمہؓ کو پانچ صاع کھجوریں اور پانچ صاع جو بھیجے۔ مگر فاطمہؓ کو وہ پسند نہ آیا۔ ان کے سسرالی عزیزوں نے کہا کہ اب تمہارا نان نفقہ ہمارے ذمہ نہیں ہے۔ پہلے بعض صحابہ کرام جیسے حضرت خالدؓ بن ولید مخزومی نے اور پھر خود حضرت فاطمہؓ نے بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر نان نفقہ کا مطالبہ کیا مگر رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے بیان کے مطابق فرمایا: ان کے لئے اب کوئی نان نفقہ نہیں ہے۔ اس شکایت کا ازالہ نہیں ہوا کہ معاملہ دوسرا تھا۔ یا اس کی صحیح توجیہ وتعبیر نہیں کی گئی۔ اصلاً وہ عدت کے بعد نان ونفقہ کا مطالبہ تھا جسے اکابر صحابہ نے بھی کبھی تسلیم نہیں کیا (مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها، بخاری، کتاب الطلاق، باب قصة فاطمة بنت قيس: فتح الباری ،۹/ ۵۰-۵۹۵؛ امام بخاریؒ اور دیگر محدثین کرام نے دوسری احادیث بھی نقل کی ہیں جن کے مطابق مطلقہ کو عدت کے دوران نفقہ بھی ملے گا اور عدت شوہر کے گھر گذارنی ہوگی)۔

خلع وطلاق کا حق

اسلام نے عورت کو شوہر سے علٰحدہ ہونے کا حق بھی دیا ہے اور وہ کوئی معاملہ کر کے شوہر سے آزادی پاسکتی ہے۔ بعض خواتین کو عہدِ نبوی میں اپنے شوہروں سے شکایت تھی یا کوئی شکایت نہیں تھی مگر وہ ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تھیں لہذا انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا اور آپ ﷺ نے ان کی تکلیف کو دور کرنے کا طریقہ اور شرعی حکم بتایا۔ ان میں سے ایک حضرت ثابتؓ بن قیسؓ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ وہ حاضر خدمت ہوئیں اور عرض گذار ہوئیں کہ میں ثابت بن قیس کے اخلاق یا دین پر کوئی الزام وتہمت نہیں دھر رہی لیکن میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں یعنی میں ان کو کسی طرح برداشت نہیں کرسکتی لہذا ان سے چھٹکارا دلا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انھوں نے تم کو جو باغ دیا تھا وہ واپس کردوگی؟ انھوں نے کہا: ''بخوشی''، اور وہ باغ واپس کردیا اور آپ ﷺ نے ان کے شوہر سے ان کو طلاق دلوادی۔ امام بخاریؒ نے اس کی کئی روایات مختلف متون کے ساتھ بیان کی ہیں (بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع؛ احادیث: ۵۲۷۳؛ فتح الباری ۹/۴۸۹-۴۹۹؛ ابن سعد، ۸/۳۸۲-۳۸۳؛ اسد الغابة، ۵/۴۱۶-۴۱۷)۔

اگر چہ حدیث میں اور اس کے مختلف متون میں صرف ناپسندیدگی کو وجہِ خلع بتایا گیا لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی جمع کردہ روایات سے دوسری وجہ معلوم ہوتی ہے جس کا ذکر دوسری فصل میں آئے گا۔

☆ حضرت فاطمہ بنت قیس فہریؓ کے معاملے میں طلاق کا ایک واقعہ احادیث میں مذکور ہے لیکن دورانِ عدت یا بعد عدت نفقہ سے زیادہ متعلق ہے۔

☆ حضرت خولہؓ مشہور صحابی حضرت اوس بن صامتؓ کی بیوی تھیں۔ انھوں نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوکر شکایت کی کہ میں نے ساری جوانی اپنے شوہر کی نذر کردی اور اپنے آپ کو

ان کے لئے مٹا دیا، اب بڑھاپے میں وہ ظہار کے ذریعہ مجھے الگ کرنا چاہتے ہیں۔ ظہار میں شوہر اپنی بیوی کو محرمات میں سے کسی سے مشابہ قرار دیتا ہے کہ تم تو میری ماں کی طرح ہو اور اس طرح علیحدگی ہو جاتی ہے۔ ان کی شکایت پر سورۂ مجادلہ کی اولین آیاتِ کریمہ اتریں جن میں ان کے شکوہ اور مجادلہ کا ذکر ہے اور ظہار کا کفارہ بتایا گیا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے شوہر کو کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا (ابن سعد، ۸/ ۳۷۷-۳۸۰؛ ابن کثیر تفسیر ۴/ ۳۱۸-۳۲۲ حضرت اوسؓ کو بیوی سے علیحدگی اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ یہ ایک اہم سماجی قاعدہ و قانون ہے جو شوہر کی مرضی پر طلاق دینے کو محدود کرتا ہے۔ خلع وطلاق اور نکاح میں دراصل اس سماجی تناظر کا لحاظ کرنا ضروری ہے)۔

مختصر تجزیہ

جہانِ نسواں کی یہ شکایات و تکالیف آفاقی رہی ہیں۔ وہ بنیادی طور سے مردوں اور شوہروں کے ظلم و جبر کی کہانی سناتی ہیں۔ کبھی کبھی بیویاں بھی حکم عدولی، نافرمانی اور بے احتیاطی کرکے سماجی جبر کو دعوت دیتی ہیں لیکن یہ دونوں طرف کی زیادتی اور ظلم کی ایک محدود تصویر ہے۔ بیشتر مردوں اور بیویوں کے تعلقات بہتر ہوتے ہیں اور ان ہی کے سبب معاشرہ برقرار اور ارتقاء پذیر رہتا ہے اور سکونِ خاطر سے بہرہ مند بھی۔ لیکن چند بدنما واقعات پورے معاشرے کی بدنامی اور کردار کشی کا باعث بن جاتے ہیں کیونکہ شر و فساد کی چند چنگاریاں پورے چمن کی شادابی برباد کر دیتی ہیں۔ عہدِ نبوی میں بھی چند بدنما واقعاتِ ظلم و جبر پیش آئے۔ اگر وہ پیش نہ آتے تو اسلام کے اندر خواتین کے ساتھ مہر و عدل کے احکام کیسے آتے۔ بہرحال رسولِ اکرم ﷺ نے خواتین، بیویوں اور نازک آبگینوں کے تحفظ ہی کی نہیں ان کی فلاح و بہبود اور ان کے سکون خاطر کی سبیل بھی نکالی اور ان کی شکایات کا ازالہ کیا۔ آج بھی یہ شکایات جہان نسواں کو ہیں اور زیادہ شد و مد کے ساتھ ہیں کیونکہ مردانہ سماج نے ان معاملات میں اسلامی عدل و مہر کو بھلا دیا ہے۔

☆ حقوقِ نسواں کی جیسی کچھ پامالی ہمارے مسلم معاشرے میں ہوتی ہے وہ محدود ہونے کے باوجود اسلامی نظام مہر وعدل کے خلاف ہے۔ ان میں عورتوں کے تمام حقوق ان کو نہیں دیئے جاتے، ان میں سے بیشتر میں قصور کیا جاتا ہے اور مردانہ ظلم وجبر کو روا رکھا جاتا ہے۔ ان میں سے چند اہم نمونے یہ ہیں:

☆ اسلامی عدل وانصاف کے قانون کے باوجود لڑکیوں کو اپنے پسندیدہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی بلکہ ان کے نکاح وبیاہ میں ان کی رضا نہیں لی جاتی۔ یہ غیر اسلامی اور غیر انسانی سلوک ورویہ ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ایسے تمام نکاحوں کو اسی افراط وتفریط کے سبب فسخ فرمادیا تھا اور ان کی پسندیدہ جگہ شادیاں کردی تھیں۔ خواتین کو اپنی مرضی کی شادی کے علاوہ نابالغی میں ولیوں کے کئے ہوئے نکاح کو رد کرنے کا بھی اختیار دیا گیا تھا۔ بعض مسلم معاشروں میں اس سے زیادہ ظالمانہ رسوم ورواج کا شکنجہ اتنا سخت ہے کہ وہ اسلام ہی کا گلا گھونٹ دیتا ہے۔

☆ بیویوں، بچیوں اور لڑکیوں کو مار پیٹ کرنے سے روکا گیا ہے اور رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں بے جا مار پیٹ کا سدباب فرمایا تھا۔

☆ نان نفقہ اور ضروری اخراجات کی شکایات بھی دور فرمائیں۔ ہمارے بعض مسلم طبقات میں اس کا بڑا رواج ہے کیونکہ وہ اسلامی نظام سے بے بہرہ ہیں۔

☆ تقویٰ وطہارت کے پردے میں حقوقِ ازواج نہ ادا کرنے کا بھی سدباب فرمایا۔ ان میں بے جا متقیوں/متقیانِ عہد کے لئے ایک عمدہ سبق ہے۔

☆ بیویوں کو ناپسندیدہ شوہروں سے نجات دینے کی سبیل بھی نکالی گئی۔ یہ ایسا حقِ نسواں ہے جس کی ادائیگی آج خیال میں بھی نہیں آتی۔

☆ واقعات اور اسباب اگرچہ چند ہیں لیکن ان میں یہ محکم اسلامی اصول ملتا ہے کہ بیویوں اور عورتوں کی جائز شکایات کا ازالہ بہرحال ضروری ہے۔

اختلاطِ مردوزن کے اصولِ نبوی

بہت سے دوسرے مسائل کی طرح عورتوں اور مردوں کے ملنے جلنے کے بارے میں بڑی غلط فہمیاں راہ پا گئی ہیں۔ عورتوں سے مردوں کے اختلاط کے باب میں کچھ زیادہ ہی حساسیت پیدا کردی گئی ہے اور وہ ہے بھی ایک نازک سماجی مسئلہ۔ بلاشبہ جدید دور کے تقاضوں اور مغربی آزادروش کی یلغار نے اسلامی مفکرین اور علماءِ کرام کے رویہ کو سخت تر بنا دیا ہے۔ وہ اسلامی اصول واحکام کے مطابق سدِ باب کے بھی زیادہ قائل ہوگئے ہیں۔ دین وشریعت صرف گناہ، منکر اور برائی کو روکتا ہی نہیں ان کی طرف کھلنے والے دروازوں اور دریچوں کو بھی بند کرتا ہے۔ اسی کو فتنہ اور برائی کے سدِ باب ذرائع کا اصول کہا جاتا ہے۔ لیکن حد سے زیادہ احتیاط اور سخت وشدید روش نے ان کے رویے کو بے لچک بنایا اور اس نے بہت سے اصول وسنن کی طرف سے آنکھیں بند کر لینے کا طریقہ سکھایا۔

پھر ایک دور روایات، احادیث اور احکام کی بنا پر تعمیم کا رجحان بھی پیدا ہوا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی تمام متعلقہ سنتوں، اسلام کے سارے ضروری احکام اور سب فقہی اصول کو سامنے رکھنے کا حوصلہ نہیں پیدا ہونے دیا اور اس نے وہ افراط وتفریط پیدا کردی جس نے اصولی طور پر تو خلط ملط پیدا کی ہی فکری کجروی کو بھی جنم دیا اور ان سب سے زیادہ اسلامی معاشرے کی صورت مسخ کردی۔ جدید مسلم معاشروں میں اسی غیر متوازن روش ورویے نے بے اعتدالی پیدا کی۔ مغرب زدہ اور جدید تعلیم

یافتہ طبقات وافراد نے بنیادی حقوق کی آڑ میں اور شخصی آزادی کے نام پر عورت ومرد کے خوبصورت و معتدل روابط کو بازار کی جنس بنا دیا اور ان کو بے محابا آزادی بلکہ بے راہ روزندگی عطا کر دی۔ دوسری طرف اسلامی مفکرین اور علماءِ کرام نے اس سماجی افراط وابتری سے گھبرا کر عورت اور مرد کے درمیان نا قابل عبور دیوار کھڑی کر دی۔ ان دونوں صنفوں کے باہمی میل ملاپ اور اختلاط پر غیر فطری پہرے بٹھا دیئے اور غیر اسلامی شکنجے کس دیئے۔ عورت کو گھروں کی چہار دیواری میں محصور کر کے قیدی اور زندانی بنا دیا اور ان کے گھروں سے نکلنے اور خارجی دنیا سے ربط وارتباط کو غیر اسلامی قرار دے دیا۔ اس غیر فطری روش نے دراصل ان کے اپنے فکری سانچے سے جنم لیا تھا۔ ورنہ اسلام اور دین وشریعت ایسے سدِ باب کے حق میں نہیں ہیں۔ وہ اختلاطِ مرد وزن کے اصول وقواعد اور احکام مقرر کرتے ہیں اور ان کا سب سے عمدہ اور بہترین مرقع رسولِ اکرم ﷺ کے معاصر معاشرے اور بہترین امتِ اسلامی کے زمانے میں نظر آتا ہے۔

بلاشبہ اسلام اور دین وشریعت بے محابا، بے وجہ اور بے قید اختلاط مرد وزن کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن وہ اجتماعی میل ملاپ، دینی ملاقات، سماجی زیارات اور دوسرے معاشرتی میل جول کی اپنی حدود میں اجازت بھی دیتے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے مکی اور مدنی دونوں ادوارِ اسلام میں متعدد مکی خواتین اور مدنی صحابیات کے گھروں کو اپنے قدوم میمنت لزوم کے شرف سے مشرف فرمایا۔ اپنی خدمتِ بابرکات اور اپنے کاشانۂ نبوت میں ان کو بلا روک ٹوک آنے جانے کی اجازت عطا فرمائی، ان کے گھروں میں دعوتیں کھائیں، ان کی ضیافتیں اپنے گھروں میں کیں، ان کی عیادتیں کیں، ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوئے اور اپنے دکھ سکھ میں ان کو شریک کیا۔ ان کے گھروں میں نمازیں پڑھیں، اپنی مساجد میں ان کو آنے کی اجازت ہی نہیں ان کے مردوں کو حکم بھی دیا۔ ان کو اجتماعی معاملات میں شریک کیا، ان کو انتہائی مشکل اور غیر معمولی حالات یعنی غزوات اور سرایا میں شرکت کی

اجازت دی اور ان کی گونا گوں خدمات سے فائدہ اٹھایا اور قوم کو فائدہ پہونچایا۔ اپنے اسفار میں ازواج مطہرات کو لازمی طور سے لے جانے کی سنت قائم کی۔ حج وعمرہ کے دینی خارجی معاملات میں ان کو بعض قیود وشرائط کے ساتھ اجازت دی جس طرح مرد حجاج اور زائرین پر بعض پابندیاں اور شروط عائد فرمائیں۔ ان کو عیدین کی نمازوں اور نماز گاہوں/عید گاہوں میں حکماً بلالیا۔ ان کی شادیاں کرائیں اور ان کی شادیوں میں شرکت فرمائی۔ ان کو کاروبار اور کچھ کمانے اور کھانے کی اجازت بلکہ ان کا حق دیا اور ایسے نہ جانے کتنے حقوق جہانِ نسواں کو عطا فرمائے۔ ان سب سنن واحکام اور طریقوں کے پیچھے کچھ اصول وضوابط کارفرما تھے۔ اس فصل میں ان کا مطالعہ کیا جارہا ہے۔ وہ صحیح اسلامی اختلاطِ مرد وزن کی صورت گری کرے گا۔

۱- ایک اجنبی مرد وعورت تخلیہ میں نہ ملیں: ایک عام اور سنہری اصول رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قائم فرمایا کہ ایک غیر محرم مرد اور ایک غیر محرم عورت تنہائی میں نہ ملا کریں۔ چونکہ ان کے درمیان محرم رشتہ کی مقدس دیوار اور محترم پشتہ نہیں ہوتا لہذا نفس کے تقاضے شیطان بن کر حاوی ہوسکتے ہیں۔ اس اصول کو متعدد احادیث وارشادات میں بیان فرمایا ہے اور اپنی سنت وعمل سے اسے واضح بھی فرمایا ہے۔ صحابہ کرام اور صحابیات طاہرات کے رشتوں اور ملاقاتوں میں ان اصول کا ذکر ملتا ہے۔

۲- محرم رشتہ داروں سے ملاقات کی اجازت: خون کے رشتہ کی بنا پر محرم ہو یا رضاعت وازدواج کی بنا پر، ایسے رشتہ داروں کی ملاقات، مجالست، زیارت اور گھروں میں آمد ورفت پر آداب معاشرت واصول پاکیزگی کے علاوہ کوئی پابندی نہیں۔ ماں سے لڑکوں کا، باپ سے ان لڑکیوں کا، بھائی بہنوں کا ایک دوسرے سے اور چچا پھوپھا وغیرہ اور ساس سسر وغیرہ کے میل ملاپ کی عام اجازت ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ معاشرت میں ان کی بڑی دلپذیر مثالیں ملتی ہیں:

☆ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے رضاعی رشتہ کے مردوں نے گھروں

میں داخلے کی اجازت طلب کی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے وہ عطا فرمادی اور دونوں امہات المومنین کو حکم دیا کہ ان کو گھروں میں آنے دیں کہ وہ خون کی مانند رشتہ رکھتے ہیں اور محرم ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت صدیقہؓ کے اس اعتراض یا شک کو بھی دور فرمایا کہ دودھ/ رضاعت کے رشتہ سے رضاعی ماں یا خواتین کی ''محرمیت'' تو سمجھ میں آتی ہے، مردوں کا اس سے کیا لینا دینا ہے؟ آپ ﷺ نے اصول بیان فرمایا کہ رضاعت کے رشتہ کے سبب مرد بھی اسی طرح محرم بن جاتے ہیں جس طرح خون کے رشتہ سے وہ بنتے ہیں۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

☆ تمام گھروں میں سب محرم وغیر محرم رشتہ داروں کے پاس آنے جانے کے لئے یہ ادب مقرر فرمادیا کہ بلا اجازت داخل نہ ہوں۔ ایک صحابیؓ کو اپنے ہی گھر میں داخلہ کے لئے اجازت طلبی عجیب لگی تو حیرت کا اظہار کیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اور کیا حکیمانہ سوال فرمایا: کیا تو اپنی ماں کو بے پردہ و بے ستر دیکھنا پسند کرے گا؟ معاشرت میں خواتین اپنے گھریلو کاموں کے دوران یا تخلیہ میں ستر پوشی اور لباس کا اتنا خیال نہیں رکھتیں، بلا اجازت داخلہ کی صورت میں عریاں محرم سے شرمندگی کا واسطہ پڑ سکتا ہے۔ اس لئے پاکیزگی خیال اور طہارتِ عمل دونوں کی خاطر حکم ہوا کہ گھروں میں داخل ہوتے وقت سلام کیا کریں۔

☆ قرآن مجید نے بہت وضاحت سے اصولِ داخلہ قائم کیا کہ جب بھی گھروں میں جاؤ، اپنے گھروں میں داخل ہوتو اپنے گھر والوں کو سلام کیا کرو۔ سلام وتسلیم اپنی دینی اور روحانی برکات کے علاوہ دنیاوی اور سماجی برکات بھی رکھتا ہے۔ آوازِ سلام سنتے ہی گھر والے اپنے لباس اور نشست و برخاست کے انداز میں محتاط ہو جاتے ہیں اور ملاقات وزیارت کے لئے تیار بھی۔

☆ شوہروں کو حق حاصل ہے کہ جب اور جیسے چاہیں اپنی بیویوں کے پاس جائیں مگر ان کے لئے بھی ادب سلام مقرر ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور ادبِ معاشرت نافذ فرمایا کہ طویل سفر یا

زیادہ غیر حاضری کے بعد اچانک رات میں گھر نہ پہونچیں۔ بیویوں کو پیشگی اطلاع ضرور دے دیں یا اپنی آمد سے ان کو آگاہ کرنے کے بعد ہی گھروں میں داخل ہوں۔ محض اس لئے کہ بیوی کی جھاڑ جھنکاڑ صورت اور بے زیب و زینت لباس و جسم دیکھ کر مردوں کو جذباتی صدمہ اور دھچکا نہ لگے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اس فطری جذبے کی کیسی رعایت اس ادب میں فرمائی ہے اور حسنِ مخالطت کا کیسا جمیل نقش پیش فرمایا ہے۔

☆ اسی طرح اجنبیوں کو دوسرے گھروں بالخصوص خواتین کے گھروں میں داخلہ کے لئے آداب مقرر فرمائے کہ بلا اجازت و بلا سلام نہ داخل ہوں۔ ان کے علاوہ تین اوقات میں خاص طور سے پیشگی اجازت شرط بنادی: نمازِ فجر سے قبل، دوپہر میں قیلولہ کے وقت اور نمازِ عشاء کے بعد۔ ان اوقات میں نہ جانا ہی بہتر ہے تاہم ضروری کام کے وقت جایا جاسکتا ہے مگر کافی پیشگی اجازت طلبی کے بعد۔

۳-سماجی زیارتوں کے آداب و احکام: رسولِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی خواتینِ عصر کی باہمی زیارتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر رشتہ دار محرموں کے علاوہ دوست، احباب اور غیر محرم خواتین کے گھروں میں بھی ملاقات اور زیارت کے لئے جایا جاسکتا ہے۔ محرم رشتہ داروں کی ملاقات و زیارت پر کوئی تو قدغن ہی نہیں ہے سوائے سلام و اجازت کی شرائط و آداب کے۔ لیکن غیر محرموں کے ہاں بھی جانے آنے کی عام اجازت ہے۔ ان کے مردوں اور عورتوں کا مخلوط مجمع ہو تو کسی قسم کی قباحت نہیں ہے سوائے پردہ کے۔ پردہ اور حجاب کی بحث بہت طویل ہے اور کافی دقت طلب بھی۔ اس کا یہاں موقعہ نہیں۔ لیکن مختصر بات یہ کی جاسکتی ہے کہ حجاب سے مراد موجودہ برقعہ یا عورت اور مرد کے درمیان ایک ستر کی دیوار کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ ساتر لباس ہو اور کئی افراد ہوں تو میل ملاپ اور ملاقات و زیارت میں کوئی چیز مانع نہیں ہے جیسا کہ صحابہ کرام کے زمانے میں اور عہدِ نبوی میں طریقہ

ملاقات تھا یا آج کے مسلم معاشرے میں پایا جاتا ہے۔ لیکن جو خواتین اور ان کے مرد غیروں سے میل ملاپ نہیں پسند کرتے ان کے گھروں میں آنا جانا پسندیدہ نہیں ہے اور اگر آنا جانا ہو بھی تو عورتوں سے الگ مجالس میں ہو تا کہ کسی قسم کا غبارِ خاطر نہ پیدا ہو۔

شوہر کی عدم موجودگی میں آمد و رفت کی ممانعت: شادی شدہ خواتین کے گھروں میں اجنبیوں کی آمد و رفت صرف ان کے شوہروں کی موجودگی اور ان کی بخوشی اجازت کے حال میں ہی صحیح اور جائز ہے۔ ان کی عدم موجوگی میں جانے کی عام ممانعت ہے۔ اس اصول کا نفاذ ایک دلچسپ تاریخی منظر رکھتا ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس خثعمیؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زوجہ محترمہ بن چکی تھیں۔ ان صحابیہ مخدومہ کے جاننے والے متعدد صحابہ کرام تھے۔ ایک دن حضرت ابو بکر صدیقؓ کی غیر حاضری میں وہ خانۂ صدیقی میں وارد ہوئے اور حضرت اسماءؓ نے ان کی خاطر مدارات کی۔ اسی دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ تشریف لے آئے اور ان کو ان زائرین کی بے وقت آمد کھل گئی۔ انھوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے شکایت کی اور آپ ﷺ نے اسی وقت اصول نافذ کر دیا کہ کوئی شخص یا چند اشخاص مل کر کسی شادی شدہ عورت کے گھر میں اس کے شوہر کی عدم موجودگی میں ہرگز نہ جائیں۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ جزئیہ بھی ہے کہ اگر کسی شوہر کو اپنی غیر حاضری میں اپنے دوستوں اور عزیزوں کے آنے جانے پر اعتراض نہیں ہے تو اس کے گھر میں جایا جاسکتا ہے جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام کے طریق سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر مکہ مکرمہ میں شادی سے بہت پہلے سے آپ ﷺ روزانہ صبح و شام جاتے تھے۔ مدینہ منورہ میں انصاری خواتینِ شہر کے گھروں میں تشریف فرما ہوتے تھے اور وہ بھی بکثرت خانہ نبوی اور خدمتِ نبوی میں حاضر ہوتی تھیں۔ یہ سماجی باہمی زیارات اور ملاقات کا ایسا طریقہ مستمرہ ہے جس کے خلاف کسی دلیل اور شہادت کو نہیں پیش کیا جاسکتا۔

یہاں اس قضیہ کا تصفیہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کے حقِ خاص کا معاملہ نہیں تھا۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ ﷺ آخری رسولِ اکرم ﷺ تھے اور شارع و حاکم تھے لہذا آپ ﷺ کو ایسا حق حاصل تھا۔ متعدد روایات اور واقعات میں ذکر آچکا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ کبھی حضرت علیؓ اور کبھی حضرات شیخین اور کبھی عام صحابہ کرام کی جماعت بھی ان زیارات میں شریک صحبت سعادت تھی۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام کا بھی برابر اپنے دوستوں، عزیزوں، خاندانوں اور محلّہ والوں کے ہاں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ لہذا وہ کسی حقِ خاص کا معاملہ نہیں تھا۔ بلکہ ایک سماجی دستورِ زمانہ تھا۔

بعض روایتی علماءِ کرام اور محتاط مفکرینِ اسلام نے محرم و غیر محرم کا سوال اٹھایا ہے بالخصوص رسولِ اکرم ﷺ کی زیاراتِ خواتین کے سلسلے میں۔ اول تو ان کو تمام زیاراتِ نبوی کا علم نہیں ہے، صرف چند واقعات کا پتہ ہے۔ حضرت ام حرام بنت ملحانؓ کے گھر میں رسولِ اکرم ﷺ کی آمد و رفت اور قیلولہ و استراحت کے واقعہ نے انھیں پریشان کیا تو انھوں نے بڑی کدوکاوش سے ثابت کیا کہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کی خالہ تھیں اور خالہ ماں کے برابر اور محرم ہے لہذا کوئی قباحت نہیں۔ لیکن یہ شدید فریب دہی ہے۔ صحابیۂ محترمہ رسولِ اکرم ﷺ کی خالہ نہیں تھیں بلکہ آپ ﷺ کے خادم حضرت انس بن مالکؓ کی خالہ تھیں۔ روایت و حدیث میں اپنی فکر کو درج کر کے تحریف نقلی و معنوی کی سعی نامشکور کی گئی ہے۔ بعض حضرات کو اس ماخذی حقیقت کا علم ہوا تو انھوں نے حضرت ام حرام بنت ملحانؓ کو رضاعی خالہ ثابت کرنا چاہا جو پہلے استنباط و قیاس اور فکر سے زیادہ صریح غلط ہے کیونکہ مدنی خواتین میں سے کوئی بھی آپ ﷺ کی رضاعی ماں نہیں تھیں۔

اسی طرح کئی اہل سیر و صاحبانِ فکر نے خواتین کی زیارات و ملاقات بالخصوص غزواتِ نبوی میں ان کی شرکت کے ضمن میں یہ نکتہ اٹھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ حجاب اور پردہ کے احکام سے قبل کا

معاملہ تھا، حجاب کے بعد احکام بدل گئے مثلاً غزوۂ احد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شرکت، رفاہی خدمت اور مسلم مجاہدات کے مادرانہ جہاد کو یہ کہہ کر دوسرا رنگ دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ حجاب کے احکام سے پہلے کا واقعہ ہے۔ لیکن ایسے مجاہد مفکرین وعلماء نے بعد کے غزوات میں خواتینِ اسلام کے مسلسل ومتواتر شرکت کے واقعات میں حجاب سے قبل وبعد کا سوال نہیں اٹھایا کیونکہ احکامِ حجاب کے بعد تو ان کی شرکت کی کثرت ہوگئی تھی اور تواتر بھی بڑھ گیا تھا۔ غزواتِ خیبر، عمرۃ القضاء، فتح مکہ، حنین، اوطاس اور طائف کے غزوات میں صحابیات کی تعداد زیادہ اور شمولیت متواتر نظر آتی ہے، بلکہ وہ غزوات کا ایک ضروری حصہ نظر آتا ہے۔ اسی طرح خواتینِ اسلام کے فوجی کارناموں کے ضمن میں یہ بیان بھی قابلِ مواخذہ ولائق فکر ہے کہ وہ صرف غیر فوجی خدمات انجام دیتی تھیں اور جہاد وقتال ان پر فرض نہ تھا۔ مگر غیر معمولی حالات میں وہ اسے فرض بھی مان لیتے ہیں۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ قتال کریں یا نہ کریں، اسلامی جہادی سرگرمیوں میں خواتین کی صرف شرکت ہی جائز ہے یا نہیں؟ سنتِ متواترہ اسے حقیقت ثابتہ بتاتی ہے اور ان کی خدماتِ فوجی اور غیر فوجی کو سندِ قبولیت عطا کرتی ہے اور اصول قائم کرتی ہے کہ خواتین ان میں شرکت کرسکتی ہیں اور ضرورت پڑنے پر ہی سہی فوجی خدمات انجام دے سکتی ہیں اور قتال وجنگ میں مردوں کے دوش بدوش حصہ لے سکتی ہیں۔

باہر نکلنے کی شخصی آزادی: عہد نبوی میں عورتوں اور لڑکیوں کو گھر سے باہر کام اور ضرورت کی بنا پر نکلنے کی آزادی رہی ہے اور وہ حجاب اور پردے کے احکام کے نزول ونفاذ کے بعد بھی انھیں حاصل رہی ہے۔ وہ دراصل شخصی آزادی اور نکلنے بیٹھنے کی آزادی ہے اور اسلام دینِ فطرت ہونے کے سبب اس کو سلب نہیں کرسکتا کہ وہ فطرت سے بغاوت ہوتی لیکن اس آزادی اور گھر سے باہر کام سے نکلنے کی اجازت کی کچھ حدود وقیود ہیں جن کی پابندی کرنی ضروری ولازمی ہے۔ حضرت سودہ ام المومنینؓ کے واقعہ سے ان خواتینِ اسلام کے گھر سے باہر جانے کی آزادی اور حق کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ سخت حجاب کے قائل تھے اور امہات المومنین کے باہر نکلنے کے شدید ترین مخالف۔ حضرت سودہؓ کسی کام سے باہر نکلیں تو حضرت عمرؓ نے انھیں پہچان کر اسے جتا دیا بھی دیا، گویا وہ نکیر فرما رہے تھے۔ حضرت ام المومنینؓ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچیں جو اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں کھانا تناول فرما رہے تھے۔ واقعہ عرض کیا اور اسی کے معاً بعد وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ اس کے خاتمہ پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احکام حجاب میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ خواتین اپنے کسی کام اور ضرورت سے باہر نکل سکتی ہیں۔

دوسری قیود و شرائط یہ ہیں کہ کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو بلا وجہ بازاروں میں اور سڑکوں پر ماری ماری نہ پھریں۔ ضرورت کی حدود بہت وسیع ہیں۔ ان میں زیارت و ملاقات، صلہ رحمی کے کام، خرید و فروخت، دینی ضروریات وغیرہ سب شامل ہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ لباس ساتر اور جسم و بدن خوب محفوظ ہو اور دوسرے نسوانی اعضاء پر چادر کی دبیز تہہ پڑی ہو۔ تیسرے یہ کہ وہ زیب و زینت اور آرائش کی نمائش نہ کریں، حتی کہ خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں کہ بلا وجہ مردوں کی توجہ مبذول ہو۔ مناسب یہ ہے کہ ایسے اوقات میں نکلیں جب زیادہ آمد و رفت نہ ہو۔ ان میں صبح و شام کے پرسکون اوقات زیادہ مفید ہیں۔

میاں بیوی اور شوہر و زوجہ کا ایک ساتھ نکلنا مستحسن اور پسندیدہ ہے۔ وہ دونوں کام کاج کے علاوہ دعوت و ملاقات اور تفریح وغیرہ کے لئے نکل سکتے ہیں جیسے ایک پڑوسی صحابی نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی اور حضرت عائشہ کے سامنے دعوت نامہ دیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے داعی سے پوچھا کہ عائشہؓ کی بھی دعوت ہے؟ پڑوسی خاموش رہا۔ دوبار یہی مکالمہ پیش آیا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض بھی کیا کہ پڑوسی ان کو نہیں بلانا چاہتا لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شمولیت پر اصرار نہ کریں۔ بالآخر تیسری بار پڑوسی نے حضرت عائشہؓ کو بھی مدعو کر لیا اور پیغمبر اسلام خاتونِ اول کے ساتھ تشریف

لے گئے۔ زوجین کی سیر وتفریح اور باہمی محبت والفت کی خاطر نکلنے کی سند رسولِ اکرم ﷺ کی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ چاندنی راتوں میں دوبار دوڑ کی مسابقت کی حدیث وسنت سے ملتی ہے۔ ان کے علاوہ بھی دوسرے احکام وشواہد موجود ہیں۔

نماز کے لئے مساجد میں جانے کی آزادی: عہدِ اسلامی اور بالخصوص عہدِ نبوی میں خواتین نماز کی ادائیگی کے لئے مساجد میں جاتی تھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ جیسے بعض محتاط حضرات صحابہ کے اعتراض ونکیر کے سبب رسولِ اکرم ﷺ نے صراحت کے ساتھ حکم جاری فرمادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکا جائے اور امہات المومنین سمیت خواتینِ عصر مسجدِ نبوی اور دوسری مساجد میں نمازیں باقاعدگی سے ادا کرتی رہیں۔ یہ شخصی آزادی اور دینی حق کا معاملہ ہے جسے روکا نہیں جاسکتا۔ اس ضمن میں بعض لوگ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ایک قیاس یا استنباط پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ عورتوں نے بعد میں جو طور طریق اختیار کرلئے تھے ان کے خیال میں رسولِ اکرم ﷺ اگر زندہ ہوتے تو عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔ یہ ان کی ذاتی رائے ہونے کے باوجود ان کا اس پر عمل نہ تھا اور نہ صحابہ کرام اور اسلامی مفکرین نے اسے کبھی قابلِ نفاذ سمجھا اور آج بھی خواتین مسجدوں بالخصوص حرمین شریفین میں نماز کے لئے جاتی ہیں۔ اس باب میں ایک اور بہت اہم روایت ملتی ہے جو ان کے اس حق کی ضمانت دیتی ہے۔ حضرت عمرؓ کا جو موقف تھا سو تھا مگر ان کی ایک زوجہ محترمہ جب بھی مسجد جانے کی اجازت مانگتیں حضرت عمرؓ اپنی بات کہتے ضرور تھے مگر اجازت دینے پر مجبور بھی تھے کہ واضح فرمان رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کیونکر کرتے لہذا اجازت دے دیتے تھے۔

عورتوں کے مسجدوں میں جانے کے معاملہ کو بعض حلقوں نے ایک مسئلہ بنادیا ہے۔ وہ اجازت، وجوب اور موقعہ محل میں فرق نہیں کرتے۔ سیدھا اور صاف مسئلہ ہے۔ جن مسلم معاشروں

اور مقامات میں عورتوں کے لئے مساجد میں انتظام ہے اور جہاں ان کے جانے کی سماجی اور دینی روایت قائم ہے وہاں ان کے جانے میں قباحت ہے اور نہ مشکل، ان کو اجازت دینی ہی چاہئے۔ مگر جن معاشروں اور ملکوں میں عورتوں کے مسجدوں میں جانے کی روایت ہے نہ انتظام، ان کے لئے اصرار کرنا سراسر زیادتی ہے۔ پھر مسئلہ اجازت کا ہے، وجوب کا نہیں۔ عورتوں پر جماعت فرض نہیں لہذا مسجدوں کی حاضری بھی ضروری نہیں۔ ان کے لئے دوسری واضح احادیث واحکام بھی ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں نمازیں ادا کریں تو بہتر ہے۔ لہذا اجازت اور وجوب میں فرق کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ معاشرتی عرف کا مسئلہ زیادہ اہم ہے۔ جہاں مسجدوں میں عورتوں کے جانے کا نظم ونظام نہیں ہے وہاں خانگی نظام اور گھریلو زندگی میں خلل وانتشار پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے اور اس سے زیادہ گھروں کی حفاظت کا معاملہ ہے لہذا ان تمام مسائل وامور کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

یہی معاملہ عیدین کی نماز میں عورتوں کی شرکت اور عیدگاہوں میں ان کے جانے کا بھی ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کا یہ حکم بھی ہے اور اس حد تک کہ جو نماز سے معذور اور حیض ونفاس سے مجبور ہیں وہ بھی عیدگاہوں میں ضرور آئیں۔ یہ حکم مندوب ہے اور صرف ان مسلم معاشروں کے لئے ہے جہاں عورتیں عام فرض نمازوں کے لئے مساجد میں جاتی ہیں لہذا وہ عیدین میں بھی جائیں گی مگر جہاں عورتوں کے مسجدوں میں جانے اور عیدگاہوں پر موجود رہنے کی روایت ہی نہیں وہاں ان کو لازماً لے جانے کا حکم لگانے کا مطلب سماجی انتشار اور معاشرتی پراگندگی کا باعث ہوگا۔ فقہِ حدیث یہی کہتی ہے اور اسلام کی فطرت بھی یہی بتاتی ہے۔

عورت کی امامتِ نماز: کا مسئلہ بھی بعض روایات سے سامنے آتا ہے۔ بلاشبہ وہ عورتوں کی جماعت کی امامت کر سکتی ہے۔ اسے اپنے محلے کے نسائی طبقات کو جمع کر کے ان کی عام نمازوں اور تراویح وغیرہ میں امامت کا حق حاصل ہے۔ یہ حق بھی لیکن اجازت کے درجے ہی میں ہے۔

عورت پر جماعت میں شرکت ہی لازمی نہیں تو امامت کا حق لازمی کیونکر ہوسکتا ہے۔ دوسرے پوری اسلامی تاریخ اور بہترین اسلامی معاشروں میں عورت کی امامت کرنے کی سنت نہیں قائم کی گئی حتی کہ امہات المومنین نے امامت نہیں فرمائی۔ اب بعض روایات کی بناپر عورت کی امامت کا مسئلہ چھیڑا گیا ہے اور وہ بھی مردوں اور عورتوں کی جماعت مشترکہ کی امامت کا، تو وہ سراسر سماجی اور فکری کجروی ہے۔ عورت کو مردوں کی امامت کا حق بالکل حاصل نہیں۔ اگر ایسا کوئی کرے تو حرام ہے اور اجماع اسلامی کے خلاف۔

حجاب اور پردے کے بارے میں بعض تشدد پسند حلقے رسولِ اکرم ﷺ کے خانۂ مبارک میں مشہور نابینا حضرت عمرو ابن ام مکتومؓ کے داخلہ کے واقعہ سے استنباط کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ اپنی دو ازواج مطہرات حضرت زینبؓ و حضرت ام سلمہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ صحابی موصوف آتے ہوئے نظر پڑے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان دونوں خواتینِ خانہ سے فرمایا کہ تم لوگ ہٹ جاؤ۔ انھوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے تبصرہ پر فرمایا کہ تم دونوں تو نابینا نہیں ہو۔ اس سے خواتین کے کامل پردے اور مردوں سے قطعی علٰحدگی کا حکم عام نکالا گیا اور پوری دنیائے نسواں پر نافذ اور لاگو کردیا گیا اور دوسرے تمام احادیث واحکام کو نظر انداز کردیا گیا۔ ان میں خواتین کے مسجدوں میں جانے، بازاروں میں خرید وفروخت کرنے، دوست اقارب سے ملنے جلنے وغیرہ کے بیسیوں احکام ہیں جوان خواتین کو شخصی آزادی اور حرکت ونقل وحمل کی حریت عطا کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ اس ایک حدیث کی بناپر تمام بینا اور دیدہ ور اشخاص کے آنے جانے، ملنے جلنے اور گھروں میں داخل ہونے کے واقعات کو بھی صرف تعمیم کی خاطر نظر انداز کردیا گیا۔ حضرت ابن ام مکتومؓ کے غیر محرم ہونے کا سوال نہیں اٹھایا جاسکتا کیونکہ بہت بینا غیر محرموں کا خانۂ نبوی میں اور صحابہ کرام کے گھروں میں آنا جانا ثابت کیا جاچکا ہے۔ پھر انھیں نابینا

صحابی کا ایک واقعہ بھی ہے۔ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو طلاق کے بعد پہلے ایک خاتون کے گھر میں رکھا گیا مگر ان کے گھر میں ان کے مہاجر بھائیوں کی آمد و رفت کثرت سے ہوتی تھی جس کے سبب حضرت فاطمہؓ کو خلوت وغیرہ کی کافی پریشانی ہو سکتی تھی لہذا رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو حضرت ابن ام مکتومؓ کے گھر میں منتقل ہونے کا حکم دیا تا کہ ان کے ہاں بھی تخلیہ، خلوت کے علاوہ لباس وستر اور نقل وحمل کے بارے میں ان کو اتنی زحمتوں کا سامنا نہ ہوگا۔ نابینا صحابی بھی تو غیر محرم تھے اور صرف ان کے نابینا اور حضرت فاطمہ کے بینا ہونے کا مسئلہ نہیں تھا جیسا کہ ازواجِ مطہرات کے باب میں نہیں تھا بلکہ یہ تھا صحابی موصوف بینائی نہ ہونے کے سبب گھر میں داخلہ کے وقت کسی شخص سے ٹکرا سکتے تھے اور دوسرے مسائل پیش آسکتے تھے۔ اس لئے ازواجِ مطہرات کو ہٹا دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ متعدد دوسری وجوہ بھی تھیں۔ مگر ان کو نظر کا پردہ اور کامل حجاب بلکہ علٰحدگی کا حکم بنا دیا گیا۔ احکام واصول کے سلسلے میں ہمیشہ تمام متعلقہ احادیث وآیات اور ارشادات وتعلیمات کا مجموعہ سامنے رکھنا ضروری ہے جو بالعموم نہیں رکھا جاتا۔ صرف خواتین کے دیکھنے کے معاملہ ہوتا تو کیا کوئی یہ تصور کرسکتا ہے کہ وہ جب کسی کام سے گھر سے باہر نکلتی ہیں تو بلا دیکھے اور آنکھوں کا استعمال کئے بغیر اپنے حوائجِ ضروری انجام دے سکتی ہیں؟

دینی امامت وسیادت: کا حق بھی اور اس کی آزادی بھی عورتوں کو حاصل ہے۔ اسلام نے مرد وعورت دونوں کو برابر تعلیم حاصل کرنے اور تعلیم دینے کا حق دیا ہے اور بہترین اسلامی معاشروں میں اس کا نفاذ بھی ہوا۔ امہات المومنین بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہؓ اور صحابہ وتابعین بلکہ بعد کے ادوار میں متعدد بلکہ بہت سی خواتینِ اسلامؒ نے دینی اور علمی مقام ومرتبہ حاصل کیا اور وہ امت کے اکابر تک کی علمی رہنمائی اور تعلیم وتربیت کرتی رہیں۔ لہذا ان کو علم حاصل کرنے بلکہ علمی تبحر حاصل کرنے کا حق بھی ہے اور دینی امامت وسیادت کا بھی۔ وہ تعلیم وارشاد کرسکتی ہیں اور امتِ

اسلامی کی عام تعلیم اور خاص تربیت بھی کرسکتی ہیں۔اس میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ وہ مستحسن ہے۔ مگراسی کے ساتھ وہی اسلامی آداب و قیود ہیں جو ان کے حجاب اور ان کی صنفی فطرت کے سبب عائد ہوتے ہیں۔حجاب کے ساتھ، اسلامی فضا میں اور اپنے گھروں یا خاص نسوانی مدارس و جامعات میں ان کی کارگذاری ہونی چاہئے۔وہ اجتماعات اور مذاکروں اور دوسری علمی مجالس میں بھی شرکت کی مجاز ہیں اور بحث و مباحثہ اور علمی تبادلہ خیالات کی بھی حقدار ہیں لیکن بے محابا اختلاط اور بے کراں اور بے حس آزادی سے گریز بھی ضروری ہے۔

امت کے اجتماعی معاملات میں ان کی شرکت اور ان میں کارگذاری کے آداب و احکام بھی اسی طرح ان کی فطرت اور اسلام کے آداب سے مقید ہیں۔وہ بلاشبہ سیاسی، سماجی اور دوسرے مسائل و معاملات میں حصہ لینے کی مجاز ہیں بشرطیکہ وہ اس کی اہل ہوں اور ان حدود کا خیال رکھیں جو اسلام نے مرد و زن کے اختلاط اور اجتماعی معاملات میں عورتوں کے باعمل ہونے کے لئے رکھے ہیں۔ تشدد پسند طبقات ان خواتینِ اسلام کو کسی قسم کے تعامل و تعاون کا حق نہیں دینا چاہتے اور جدت پسند سماج کے لوگ ان کو مردوں سے بھی اگلی صفوں میں کھڑا کردینا چاہتے ہیں۔یہ دونوں افراط و تفریط کا شکار ہیں۔اعتدال ان دونوں کے بیچ میں ہے اور وہی اسلامی ہے۔

اقتصادی آزادی اور معاشی حقوق: بلاشبہ عورتوں پر نان نفقہ وغیرہ پر مشتمل کسی قسم کی معاشی اور مالی ذمہ داری نہیں ہے۔وہ ذمہ داری اسلام نے لڑکیوں کے ماں باپ اور دوسرے ولیوں پر ڈالی ہے یا بیویوں کے شوہروں کو ان کا ذمہ دار بنایا ہے۔مگراسی کے ساتھ عورتوں کو اسلامی قوانین و احکام نے ذاتی ملکیت کا حق بھی دیا ہے اور کمانے سے بھی نہیں روکا ہے۔مسلم عورت اپنی تجارت کرسکتی ہے، دستکاری سے کماسکتی ہے، محنت مزدوری سے خرچ چلاسکتی ہے اور زراعت سے مال حاصل کرسکتی ہے اور جو کچھ مال و دولت وہ کمائے اس کی مالک بن سکتی ہے اور اس کے مال واموال پر

اس کے مردوں کا کوئی حق نہیں ہے۔

عام اصولی احکام کے علاوہ رسولِ اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ، تاریخِ اسلامی کے واقعات اور اکابرِ اسلام کے حالات ان کے کاروبارِ حیات کے بارے میں تفصیلات دیتے ہیں۔ ان سے خواتین کے کاروبار و ذرائعِ آمدنی کا پتہ چلتا ہے۔ تجارت اور خرید فروخت کے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ ان پر ایک جامع کتاب تیار کی جاچکی ہے۔ یہاں صرف اشارات پر اکتفا کیا جاتا ہے:

☆ حضرت خدیجہؓ نبوت سے قبل تجارت کرتی تھیں اور رسولِ اکرم ﷺ اور متعدد دوسرے مرد ان کی تجارت میں شریک تھے اور اجرت یا مضاربت پر کام کرتے تھے، وہ تجارت بعد نبوت بھی جاری رہی۔

☆ متعدد دوسری خواتین مرد تاجروں کے ذریعہ مضاربت پر تجارت کرتی تھیں اور نفع کماتی تھیں۔

☆ حضرت ہالہؓ جیسی متعدد خواتین مکہ کے بازاروں میں سامان بیچا کرتی تھیں اور مدینہ میں بھی عورتوں نے کاروبار کیا تھا۔

☆ بہت سی خواتین مکہ مدینہ دونوں جگہ گھر گھر جا کر سامان بیچا کرتی تھیں۔

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ اور ان جیسی بہت سی انصاری خواتین اپنے باغوں اور کھیتوں میں کام کرتی تھیں۔

☆ حضرت زینبؓ ام المومنین اور حضرت زینبؓ زوجہ حضرت ابن مسعودؓ جیسی خواتین اپنی دستکاری سے کماتی تھیں۔

☆ بہت سی خواتین دوسرے کے گھروں، باغوں اور کھیتوں وغیرہ میں مزدوری کرتی تھیں۔

☆ وہ اپنی آمدنی کی مالک ہوتی تھیں اور اپنے گھر والوں پر خرچ کیا کرتی تھیں۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اپنی طائف کی موروثی جائداد سے جنس و نقد مال حاصل کرتی تھیں اور اپنے

بچوں پر خرچ کرتی تھیں۔

☆ بازار کی ایک افسر عہدِ نبوی میں ایک خاتون تھیں۔ ان کا نام تھا: حضرت شفاء وہ کاروبار کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔

سماجی حقوقِ نسواں

اسلام نے عورتوں کو جو سماجی حقوق عطا کئے ہیں وہ بہت وسیع ہیں اور تقریباً ہر میدانِ حیات کو حاوی ہیں۔ ان حقوق سے بحث کرنی مقصود ہے، نہ ان کے احاطہ واستقصاء سے۔ اصل بحث عہدِ نبوی میں خواتین کی شخصی آزادی سے ہے۔ وہ اپنے تمام حقوق کے حصول یا اپنے اوپر کئے جانے والے مظالم کے تدارک کے لئے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں آتی تھیں اور اپنی مراد پاتی تھیں۔ اس آمد ورفتِ خواتین کے دو پہلو ہیں: ایک حقوق کی حفاظت اور ان کا حصول، دوسرا ان کے حصول کے لئے گھر کے باہر نکلنے کی آزادی، شکایت کرنے کی آزادی، تگ ودو کی آزادی اور نقل وحرکت اور دفعِ مظالم کی آزادی وغیرہ۔ ان تمام حقوق کے بہت سے واقعات ہیں اور ان سب کو بیان کرنا مشکل ہے صرف چند کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے۔ حقوق نسواں پر اور اسلام کے احسانات پر بہت سی کتابیں ہر زبان میں لکھی گئی ہیں۔ ان کی نظریاتی بحثوں سے ہمیں سروکار نہیں البتہ بعض واقعاتِ عہد سے ان حقوقِ نسواں کو مستند بنانا اور وہ بھی ان کی گھر سے باہر نکلنے کی نقل وحرکت کے حوالے سے کرنا مقصود ہے۔

☆ متعدد خواتین نے اپنے اولیاء (ماں باپ اور سرپرستوں) کے انجام کردہ نکاحوں کو ناپسند کیا اور خدمتِ نبوی میں آکر شکایت درج کرائی اور رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے ناپسندیدہ نکاحوں کو مسترد کردیا۔

☆ حضرت ام الدرداءؓ کے شوہر حضرت ابوالدرداءؓ بہت پرہیزگار شخص تھے۔ رات رات

بھر نمازیں پڑھتے اور دن بھر روزے رکھتے۔ حضرت ام الدرداءؓ نہایت میلے کچیلے لباس اور بلا زیب و زینت خدمت/ خانۂ نبوی میں آئیں۔ ان کی پراگندہ حالی کا سبب پوچھا تو انھوں نے صرف اپنے شوہر کے پرہیزگارانہ تشدد کا تعریف کے لہجے میں ذکر کیا۔ رسولِ اکرم ﷺ سمجھ گئے اور حضرت ابوالدرداءؓ کو بیوی کے حقوق ادا کرنے کا احکام دیئے۔ کچھ دنوں بعد وہ پھر آئیں تو عمدہ لباس اور زیبائش کے ساتھ تھیں۔

☆ بعض خواتین نے اپنے شوہروں کے مظالم اور مار پیٹ کے واقعات آکر صراحت کے ساتھ بیان کیئے اور مظالم سے نجات پائی۔

☆ ایسے سماجی واقعات کی کمی نہیں۔ ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے اور اپنے کام وحاجات انجام دینے کی آزادی حاصل تھی۔

عہد نبوی میں اور بعد کے اسلامی ادوارِ خلافت میں بھی خواتین کو بہت سے سماجی حقوق اور معاشرتی تحفظات حاصل تھے۔ ان کے خالص صنفی حقوق ومراعات سے زیادہ اپنے معاصروں سے سماجی ارتباط کا معاملہ اہم تھا۔ سیرت وحدیث اور تاریخی واقعات بلکہ قرآنی آیات سے بھی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اسلامی حدود وشرعی قیود کے ساتھ مردوزن کے ارتباط اور صنفی اختلاط کی پوری اجازت تھی اور نہ صرف اجازت تھی بلکہ وہ ایک سماجی روایت بھی تھی جسے رسولِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی متواتر سنت کا پشتہ حاصل تھا۔ مردوزن کے اختلاط وارتباط کا اصل اصول اور صحیح ترین طریقہ یہی طریق نبوی اور انداز صحابہ کرام تھا، نہ کہ بعد کے خود پسند اور وقت پرست علماء وفقہاء کا طریقہ اور نہ ہی جدت طراز اور اباحت پسند سماجی دانشوروں کا بے محابا اور بے سلیقہ فکروعمل۔ دنیاوی فلاح ومسرت اور اخروی بہبود ونجات صرف سنتِ نبوی اور تعاملِ صحابہ میں ہے۔

منتخب کتابیات

اللہ تعالیٰ	قرآن مجید
ابن ابی ایاس (محمد بن احمد، م۹۳۰/۱۵۲۴)	بدائع الزهور فی وقائع الدهور، بولاق ۱۳۱۱ھ
ابن ابی الحدید (عبدالحمید بن ہبۃ اللہ، م۶۵۵/۱۲۵۹)	شرح نهج البلاغة، قاہرہ ۱۹۵۹ء
ابن اثیر (عزالدین علی بن محمد، م۶۳۰/۱۲۳۳)	اسد الغابة، تہران ۱۹۳۸ء
	الكامل فی التاريخ، بیروت ۱۹۶۵ء
ابن اسحاق (محمد بن اسحاق، م۱۵۰/ ۷۶۷)	السيرة النبوية، رباط ۱۹۶۷ء
ابن اعثم کوفی (احمد بن عثمان، م۳۱۴/۹۲۶)	كتاب الفتوح، حیدرآباد ۱۹۶۸ء
ابن تیمیہ (احمد بن عبدالحلیم، م۶۵۲/۱۲۵۴)	جوامع الكلم الطيبة، بیروت ۱۹۷۶ء
	مجموعة فتاویٰ شيخ الاسلام احمد بن تيمية، مرتبہ عبدالرحمٰن بن محمد الحنبلی وغیرہ
	المنتقیٰ من اخبار المصطفیٰ، قاہرہ ۱۹۳۱ء
	منهاج السنة، قاہرہ ۱۹۵۸ء
ابن الجوزی (عبدالرحمٰن بن علی، م۵۹۷/۱۲۰۰)	سيرة عمر بن عبدالعزيز، قاہرہ ۱۹۱۲ء
	صفة الصفوة، حیدرآباد ۱۹۳۶ء

المنتظم فی التاریخ، حیدرآباد ۱۹۳۹ء

ابن حبان بستی (محمد بن حبان، م ۳۵۴/۹۶۵) — کتاب الثقات، حیدرآباد ۱۳۹۷ھ

ابن حجر عسقلانی (احمد بن علی، م ۸۵۲/ ۱۴۴۸) — الاصابة فی تمییز الصحابة، قاہرہ ۱۹۳۸ء

تہذیب التہذیب، حیدرآباد ۱۹۱۱ء

فتح الباری فی شرح البخاری، بولاق ۱۸۸۲ء؛ ریاض ۱۹۹۷ء

لسان المیزان، حیدرآباد ۱۹۱۱ء

ابن حجر ہیثمی (احمد بن محمد، م ۹۷۴/۱۵۶۶) — تطہیر الجنان، قاہرہ غیر مورخہ

الصواعق المحرقة، بیروت ۱۹۶۵ء

ابن حزم (علی بن احمد، م ۴۵۶/۱۰۶۴) — جمهرة انساب العرب، قاہرہ ۱۹۴۸ء

جوامع السیرة، قاہرہ ۱۹۵۶ء

کتاب الفصل فی الملل والنحل، قاہرہ ۱۸۹۹-۱۹۰۲ء

ابن حنبل (احمد بن محمد، م ۲۴۱/ ۸۵۵) — المسند، قاہرہ ۱۹۴۹ء

ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن محمد، م ۸۰۴/ ۱۴۰۶) — کتاب العبر (تاریخ ابنِ خلدون)، بیروت ۱۹۵۶ء

المقدمة، مطبعہ مصطفیٰ محمد، قاہرہ غیر مورخہ

ابن خلکان (احمد بن محمد، م ۶۸۱/ ۱۲۸۱) — وفیات الاعیان، بولاق ۱۸۵۹ء

ابن درید ازدی (محمد بن حسن، م ۳۲۱/۹۳۳) — کتاب الاشتقاق، قاہرہ ۱۹۵۸ء

ابن سعد (محمد بن سعد، م ۲۳۰/۸۴۵) — الطبقات الکبریٰ، بیروت ۱۹۵۷-۵۸ء

ابن سیدالناس (محمد بن محمد، م ۷۳۴/۱۳۳۴)	عیون الاثر فی فنون المغازی و الشمائل و السیر، قاہرہ ۱۹۳۷ء
ابن الطقطقی (محمد بن علی بن طباطبا، م ۷۰۹/۱۳۰۹)	کتاب الفخری، قاہرہ ۱۸۹۹ء
ابن طولون (محمد بن علی، م ۹۵۳/۱۵۴۶)	قضاۃ دمشق الشام، دمشق ۱۹۵۶ء
ابن عبدالبر (یوسف بن عبداللہ، م ۴۶۳/۱۲۶۰)	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، حیدرآباد ۱۹۰۰ء
ابن عبدالحکم (عبدالرحمٰن بن عبداللہ، م ۲۵۹/۸۷۰)	کتاب فتوح افریقیا و الاندلس، الجیریا ۱۹۴۷ء
ابن عبدالحکم (عبداللہ، م ۲۱۴/۸۲۹)	سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، قاہرہ ۱۹۲۷ء
ابن عبدربہ (احمد بن محمد، ۳۲۸/۹۴۰)	العقد الفرید، قاہرہ ۱۹۴۰ء
ابن العربی (قاضی محمد بن عبداللہ، م ۵۴۳/۱۱۴۸)	احکام القرآن، قاہرہ ۱۹۵۷ء
ابن عساکر دمشقی (علی بن حسن، م ۵۷۱/۱۱۷۶)	تاریخ مدینۃ دمشق، دمشق ۱۹۵۱ء. تہذیب التاریخ الکبیر، دمشق ۱۹۳۲ء
ابن العماد حنبلی (عبدالحی بن محمد، م ۱۰۸۹/۱۶۸۷)	شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، قاہرہ ۱۳۵۰ء
ابن قتیبہ (عبداللہ بن مسلم دینوری ۲۷۶/۸۸۹)	الشعر و الشعراء، لائیڈن ۱۹۰۲ء عیون الاخبار، قاہرہ ۱۹۲۵ء کتاب الامامۃ و السیاسۃ، قاہرہ ۱۹۲۵ء (منسوب) کتاب المعارف، قاہرہ ۱۹۶۰ء
ابن قیم الجوزیہ (محمد بن ابوبکر، م ۷۵۱/۱۳۵۰)	اعلام الموقعین عن رب العلمین،

	قاہرہ غیر مورخہ
	بلوغ السول فی اقضیة الرسول، الهند ۱۸۷۵ء
	زاد المعاد فی هدی خیر العباد، قاہرہ ۱۹۷۱ء
	المنار المنیف فی الصحیح والضعیف، حلب ۱۹۷۰ء
ابن کثیر (اسمٰعیل بن عمر، م ۷۷۴/۱۳۷۳)	**البدایة والنهایة،** قاہرہ ۱۹۳۲ء
	السیرة النبویة، بیروت ۱۹۸۳ء
	الفصول فی سیرة الرسول، دمشق ۳-۱۴۰۲ھ
ابن الکلبی (ہشام بن محمد، م ۲۰۴/۸۱۶)	**کتاب الاصنام،** لپزگ ۱۹۴۱ء
ابن ماجہ (محمد بن یزید، م ۲۷۳/۸۸۶)	**السنن،** قاہرہ ۱۹۵۲ء
ابن مرتضٰی (احمد بن یحییٰ، م ۸۴۰/۱۴۳۷)	**طبقات المعتزلة،** بیروت ۱۹۶۱ء
ابن منظور (محمد بن مکرم، م ۷۱۱/۱۳۱۱)	**لسان العرب،** بیروت ۶-۱۹۵۵ء
ابن الندیم (محمد بن اسحاق، م ۲۳۵/۸۴۹)	**الفهرست،** قاہرہ ۱۹۶۸ء؛ اردو ترجمہ، لاہور ۱۹۸۸ء
ابن ہشام (عبدالملک بن ہشام، م ۲۱۸/۸۳۳)	**السیرة النبویة،** قاہرہ ۱۹۲۵ء
ابوحنیفہ دینوری (احمد بن داؤد، م ۲۸۲/۸۹۵)	**کتاب الاخبار الطوال،** لائیڈن ۱۸۸۸ء
ابوداؤد (سلیمان بن الاشعث، م ۲۷۵/۸۸۸)	**السنن،** قاہرہ ۱۹۲۲ء
ابوزرعة دمشقی (عبدالرحمٰن بن عامر، م ۲۸۲/۸۹۵)	**سیرة رسول الله ﷺ و تاریخ**

	الخلفاء الراشدین، دمشق ۱۹۸۰ء
ابوعبید قاسم بن سلام (م ۲۲۴/ ۸۳۶)	کتاب الاموال، قاہرہ ۱۹۳۴ء
ابوالفرج اصفہانی (علی بن حسین، م ۳۵۶/ ۹۶۹)	کتاب الاغانی، لائیڈن ۱۹۰۰ء
	مقاتل الطالبین، نجف ۱۹۳۴ء، ۱۹۵۶ء
ابونعیم اصفہانی (احمد بن عبداللہ، م ۴۳۰/ ۱۰۳۹)	حلیۃ الاولیاء، قاہرہ ۳۸-۱۹۳۲ء
	دلائل النبوۃ، حیدرآباد دکن ۱۹۵۰ء
ابو یوسف (یعقوب بن ابراہیم، م ۱۸۲/ ۸۹۸)	کتاب الخراج، قاہرہ ۱۹۳۳ء
ازرقی (محمد بن عبداللہ، م ۲۴۴/ ۸۵۸)	اخبار مکۃ المشرفۃ، بیروت ۱۹۶۴ء
اشعری (علی بن اسمٰعیل، م ۳۳۰/ ۹۴۱)	مقالات الاسلامیین و اختلاف
	المسلمین، استانبول ۱۹۳۰ء
بخاری (محمد بن اسمٰعیل، م ۲۵۶/ ۸۷۰)	التاریخ الکبیر، حیدرآباد دکن ۱۹۴۱ء
	الجامع الصحیح، قاہرہ ۱۹۵۵ء
بغدادی (عبدالقاہر بن طاہر، م ۴۲۹/ ۱۰۳۷)	الفرق بین الفِرق، قاہرہ ۱۹۱۰ء
بغدادی (محمد بن حبیب، م ۲۴۵/ ۸۴۹)	کتاب المحبر، حیدرآباد دکن ۱۹۴۲ء
	کتاب المنمق، حیدرآباد دکن ۱۹۶۴ء
بلاذری (احمد بن یحییٰ بن جابر، م ۲۷۹/ ۸۹۲)	انساب الاشراف، اول قاہرہ ۱۹۵۹ء
	یروشلم، چہارم ۱۹۳۸ء؛ پنجم ۱۹۳۶ء
	فتوح البلدان، قاہرہ ۱۹۳۲ء
بیہقی (احمد بن حسین، م ۴۵۸/ ۱۰۶۶)	دلائل النبوۃ، حیدرآباد ۱۳۵۶ھ
	السنن الکبریٰ، حیدرآباد ۱۳۵۵ھ
ترمذی (محمد بن عیسیٰ، م ۲۷۹/ ۸۹۲)	الجامع الصحیح، حمص ۷۱-۱۹۶۹ء

	الشمائل النبویة، قاہرہ ۱۸۶۳ء ومابعد
جاحظ (عمرو بن بحر، م ۲۵۵/ ۸۶۸)	البیان والتبیین، قاہرہ ۱۹۴۸ء
	رسالة فی تفضیل بنی هاشم، قاہرہ ۱۹۳۱ء
	العثمانیة، قاہرہ ۱۹۵۸ء
	کتاب البخلاء، قاہرہ ۱۹۵۸ء
جمحی (محمد بن سلام، م ۲۳۱/ ۸۴۵)	طبقات فحول الشعراء، قاہرہ ۱۹۵۲ء
جہشیاری (محمد بن عبدوس، م ۳۳۱/ ۹۴۲)	کتاب الوزراء والکتاب، قاہرہ ۱۹۳۸ء
حلبی (علی بن برہان الدین، ۱۰۴۴/ ۱۶۳۴)	انسان العیون فی سیرة الامین المامون، (سیرت حلبیہ) قاہرہ ۱۹۶۴ء
خلیفہ بن خیاط (م ۲۴۰/ ۸۵۴)	کتاب التاریخ، دمشق ۱۹۶۷ء
	کتاب الطبقات، دمشق ۶۷-۱۹۶۶ء
دیاربکری (حسین بن محمد، م ۹۶۶/ ۱۵۵۹)	الخمیس فی احوال انفس النفیس قاہرہ ۱۸۸۵ء
ذہبی (محمد بن احمد، م ۷۴۸/ ۱۳۴۷)	تاریخ الاسلام، قاہرہ ۱۹۷۳ء
	تذکرة الحفاظ، حیدرآباد دکن ۱۵-۱۹۱۴ء
	میزان الاعتدال، قاہرہ ۱۹۱۰ء
زبیری (مصعب بن عبداللہ، م ۲۳۶/ ۸۵۱)	نسب قریش، قاہرہ ۱۹۵۳ء
سمہودی (علی بن عبداللہ، م ۹۱۱/ ۱۵۰۵)	وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ قاہرہ ۹-۱۹۰۸ء

سہیلی (عبدالرحمٰن بن عبداللہ، م۵۸۱/۱۱۸۵ء) الروض الانف، قاہرہ (غیر مورخہ)

شامی (محمد بن یوسف دمشقی، م۹۴۲/۱۵۳۵) سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد (سیرۃ شامی)، قاہرہ ۱۹۷۵ء

طبری (محمد بن جریر، م۳۱۰/۹۲۳) تاریخ الرسل والملوک (تاریخ طبری)، قاہرہ ۱۹۶۰ء

تهذیب الآثار، ریاض ۱۹۸۲ء

جامع البیان عن تاویل آی القرآن (تفسیر طبری)، قاہرہ ۱۹۶۰ء

فاکہی (محمد بن اسحاق، م۲۷۲/۸۸۶) المنتقیٰ فی اخبار ام القریٰ، بیروت ۱۹۶۴ء

قاضی عیاض (بن موسیٰ یحصبی، م۵۴۲/۱۱۴۷) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ قاہرہ ۱۹۵۰ء

قرطبی (محمد بن احمد، م۶۷۱/۱۲۷۲) الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ ۱۳۸۷ھ

کشی (محمد بن عمر، م۴/۱۰ صدی) معرفة اخبار الرجال، کربلا ۱۹۶۲ء

کلاعی (سلیمان بن موسیٰ، م۶۳۴/۱۲۳۶) الاکتفاء فی مغازی المصطفیٰ والثلاثة الخلفاء، قاہرہ ۱۹۷۰ء

کندی (محمد بن یوسف، م۳۵۰/۹۶۱) کتاب الامراء والولاة والقضاة، لائیڈن ۱۹۱۲ء

ولاة مصر، بیروت ۱۹۵۹ء

مالک بن انس (م۱۷۹/۷۹۵) الموطا، قاہرہ ۱۹۵۱ء

ماوردی (علی بن محمد، ۴۵۰/۱۰۵۸) الاحکام السلطانیة، قاہرہ ۱۸۸۱ء

مسعودی (علی بن حسین، م۳۴۵/۹۵۶)	کتاب التنبیہ والاشراف، لائیڈن ۱۸۹۴ء
	مروج الذهب، قاہرہ ۱۹۲۷ء
مسلم بن حجاج قشیری (م۲۶۱/۸۷۵)	الجامع الصحیح، قاہرہ ۱۹۵۵ء
مقریزی (احمد بن علی، م۸۴۵/۱۴۴۲)	امتاع الاسماع، قاہرہ ۱۹۴۱ء
نسائی (احمد بن شعیب، م۳۰۳/۹۱۵)	السنن، کانپور ۱۸۸۲ء
نووی (یحیٰی بن شرف الدین، م۶۷۶/۱۲۷۷)	ریاض الصالحین، دمشق ۱۹۷۶ء
	شرح صحیح مسلم، قاہرہ ۱۹۲۸ء
واقدی (محمد بن عمر، م۲۰۷/۸۲۲)	کتاب المغازی، لندن ۱۹۶۶ء
ولی اللہ دہلوی (م۱۱۷۶/۱۷۶۲)	ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، سہیل اکیڈمی، لاہور ۱۹۷۶ء
	حجۃ اللہ البالغۃ، کتاب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹۵۳ء؛ المکتبۃ السّلفیہ، لاہور غیر مورخہ
	فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن، لاہور وغیرہ
یاقوت حموی (م۶۲۶/۱۲۲۹)	ارشاد الاریب، لائیڈن ۱۹۰۷-۳۱ء
	معجم البلدان، بیروت ۱۹۵۶ء
یحیٰی بن آدم (۲۰۳/۸۱۸)	کتاب الخراج، لائیڈن ۱۸۹۶ء
یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب، م۲۸۴/۸۹۷)	تاریخ الیعقوبی، بیروت ۱۹۶۰ء
	کتاب البلدان، لائیڈن ۱۸۶۰ء، قاہرہ ۱۹۵۵ء

اہم ثانوی کتابیں

ابوالکلام آزاد	رسول رحمت، دہلی ۱۹۸۲ء
احمد امین	فجر الاسلام، قاہرہ ۱۹۶۴ء
	ضحی الاسلام، قاہرہ ۱۹۶۴ء
اکرم ضیاء عمری	المجتمع المدنی فی عهد النبوة، مدینہ ۱۹۸۳ء
	السيرة النبوية الصحيحة، قطر ۱۹۹۱ء
ڈی، سی، ڈینیٹ (D.C.Dennett)	Conversion and Poll-Tax in Early Islam; کیمبرج ۱۹۵۰ء
	اردو ترجمہ از غلام رسول مہر، لاہور ۱۹۷۱ء
ڈینیل پائپس (Daniel Pipes)	Slave Soldiers and Islam, ییل یونیورسٹی پریس ۱۹۸۱ء
ریوبن لیوی (Ruben Levy)	دی سوشل اسٹرکچر آف اسلام، کیمبرج ۱۹۵۰ء
سید امیر علی	A Short History of the Saracens، لندن ۱۹۵۱ء
سید سلیمان ندوی	سیرۃ النبی، دارالمصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۷۶ء جلد سوم تا جلد ہفتم
شاہ محمد سلیمان منصور پوری	رحمۃ للعالمین، دہلی ۱۹۸۰ء
شاہ معین الدین احمد ندوی	تاریخ اسلام، اعظم گڑھ ۱۹۵۳ء

شبلی نعمانی — سیرۃ النبی، اعظم گڑھ ۱۹۷۶ء (اول، دوم)

الفاروق، دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۹۳ء

صالح احمد علی — تنظیمات الرسول الاداریة فی المدینة، بغداد ۱۹۶۰ء

عبدالعزیز دوری — بحث فی نشأة علم التاریخ عند العرب، بیروت ۱۹۶۰ء

فرانز روزنتھال (Franz Rosenthal) — History of Muslim Historiography، لائیڈن ۱۹۵۲ء

فرانسسکو جبرئیلی — اے شارٹ ہسٹری آف دی عربس، لندن ۱۹۶۵ء

فلپ کے ہٹی (P.K.Hitti) — دی ہسٹری آف دی عربس، لندن ۱۹۶۹ء

مارگولیتھ، ڈی، ایس — محمد اینڈ رائز آف اسلام، لندن ۱۹۰۵ء

محمد ادریس کاندھلوی — سیرۃ المصطفیٰ، دیوبند، غیر مورخہ

محمد حسین ہیکل — حیاة محمد ﷺ، قاہرہ ۱۹۵۲ء

محمد حمید اللہ — عہدِ نبوی کا نظام حکمرانی، حیدرآباد ۱۹۴۹ء

محمد رسول اللہؐ، لاہور ۱۹۸۲ء (اردو؛ انگریزی)

نبی اکرمؐ کی سیاسی زندگی، کراچی ۱۹۴۹ء

محمد یٰسین مظہر صدیقی — عہدِ نبوی کی ابتدائی مہمیں، لاہور ۱۹۸۴ء

Organisation of Government Under the Prophet ﷺ

دہلی ۱۹۸۷ء، لاہور ۱۹۸۸ء

عہدِ نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت،
دہلی ۱۹۸۸ء،
الهجمات المغرضة على التاريخ الاسلامي،
دارالصحوہ قاہرہ ۱۹۸۸ء
تاریخ تہذیب اسلامی، نئی دہلی، جلد
اول ۱۹۹۴ء، جلد دوم ۱۹۹۸ء
غزواتِ نبوی کی اقتصادی جہات،
علی گڑھ ۱۹۹۹ء
بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات
علی گڑھ ۲۰۰۱ء
عبدالمطلب ہاشمی - رسولِ اکرم ﷺ کے دادا
وحی حدیث، دہلی ۲۰۰۴ء
مکی اسوۂ نبوی - مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل،
دہلی ۲۰۰۵ء
The Prophet Muhammad ﷺ
- A Role Model for Muslim Minorities,
London 2006

ولہاسن (Wellhausen) *Arab Kingdom and its Fall*، لندن ۱۹۷۳ء

ولیم مونٹگمری واٹ (W.M.Watt) محمد ایٹ مکہ، آکسفورڈ ۱۹۵۳ء؛
محمد ایٹ مدینہ، آکسفورڈ ۱۹۵۶ء

ولیم میور (William Muir) دی لائف آف محمد، ایڈنبرا ۱۹۲۳ء
The Caliphate، بیروت ۱۹۶۳ء

تحقیقاتِ اسلامی، علی گڑھ

۱- عہدِ نبوی کی مسلم معیشت میں اموالِ غنیمت کا تناسب، اکتوبر-دسمبر ۱۹۸۲ء

۲- کیا مہاجرینِ مکہ خالی ہاتھ مدینہ آئے تھے؟، اپریل-جون ۱۹۸۳ء

۳- عہدِ نبوی میں مسلم معیشت، اکتوبر-دسمبر ۱۹۸۳ء

۴- عہدِ نبوی میں فوجی تنظیم، عہدِ نبوی کا انتظامیہ، عہدِ نبوی کا مالی نظام، عہدِ نبوی کا مذہبی نظام - چار مقالات، جنوری ۱۹۸۵ء تا جنوری ۱۹۸۶ء

۵- مکی عہدِ نبوی میں مسلم آبادی - ایک تجزیاتی مطالعہ، اپریل تا ستمبر ۱۹۸۷ء

۶- معیشتِ نبوی مدینہ منورہ میں، اکتوبر ۱۹۸۹ء تا جنوری ۱۹۹۰ء

۷- معیشتِ نبوی مکی عہد میں، جولائی-ستمبر ۱۹۹۰ء

۸- ازواجِ مطہرات کے مکانات - ایک تجزیاتی مطالعہ، جنوری-مارچ ۱۹۹۱ء

۹- دعوتِ نبوی کے طریقے: ۱-۲، جنوری تا اپریل ۱۹۹۵ء

۱۰- نبوی دعوت وسیرت اور قریشی مجالس، جولائی-ستمبر ۱۹۹۵ء

۱۱- اسفار وغزواتِ نبوی میں ازواجِ مطہرات کی رفاقت، اکتوبر-دسمبر ۱۹۹۵ء

۱۲- عمِ نبوی زبیر بن عبدالمطلب اور سیرتِ نبوی، جولائی-ستمبر ۱۹۹۶ء

۱۳- محدثینِ کرام کی توقیتِ غزوات کا ایک تجزیہ، جنوری-مارچ ۱۹۹۷ء

۱۴- طاقت کے توازن کا قرآنی اصول، جولائی تا اکتوبر ۱۹۹۸ء

۱۵- سیرت نگاری کا صحیح منہج، اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۱ء

۱۶- مکہ اور مدینہ کے تعلقات، جولائی-ستمبر ۲۰۰۲ء

۱۷- عہدِ نبوی میں سماجی تحفظ کا نظام، اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۲ء

معارف، اعظم گڑھ

۱- بنوعبد مناف- عظیم تر متحدہ خاندانِ رسالت، فروری- مارچ ۱۹۹۶ء

۲- عہدِ نبوی میں رضاعت، جون- جولائی ۱۹۹۶ء

۳- مکی مواخاۃ- اسلامی معاشرہ کی اولین تنظیم، دسمبر ۱۹۹۷ء تا جنوری ۱۹۹۸ء

۴- حضرت ام ایمنؓ- رسولِ اکرم ﷺ کی انا، فروی- مارچ ۲۰۰۳ء

نقوش لاہور

۱- تاریخِ یعقوبی- سیرت نبوی کا ایک قدیم ماخذ، رسول نمبر ۱، ۱۹۸۲ء

۲- تاریخ اسلامی کے عہد ساز موڑ- بعثتِ نبوی، ۱۹۹۰ء

۳- تاریخ اسلامی کے عہد ساز موڑ- پیغامِ الٰہی و دعوتِ نبوی، ۱۹۹۱ء

۴- تاریخ اسلامی کے عہد ساز موڑ- تبلیغ و اشاعت اسلام، ۱۹۹۲ء

۵- تاریخ اسلامی کے عہد ساز موڑ- خفیہ تبلیغ کے عہد کا تجزیہ، ۱۹۹۳ء

دیگر رسائل و جرائد

۱- بنو ہاشم و بنو امیہ کی رقابت کا تاریخی پس منظر، برہان دہلی، جنوری ۱۹۸۰ء

۲- بنو ہاشم اور بنو امیہ کے ازدواجی تعلقات، برہان دہلی، مئی تا اگست ۱۹۸۰ء

۳- شبلی کی سیرت النبی میں اضافات سلیمانی، مجموعہ مقالات، سید سلیمان ندوی علی گڑھ ۱۹۸۵ء

۴- سیرت نبوی کی ہمہ گیری، تہذیب الاخلاق علی گڑھ، ۱۹۸۶ء

۵- علامہ شبلی کی سیرت النبی کی معنویت، فکر و نظر علی گڑھ، ۱۹۸۹ء

۶- ازواج مطہرات کی تفسیری روایات- ایک تجزیاتی مطالعہ، علوم القرآن علی گڑھ، جولائی ۱۹۹۰ء تا جنوری ۱۹۹۱ء (اور متعدد دوسرے مقالات و مضامینِ سیرت)

افادات

ہماری دیگر کتب

1۔ سیرت رحمت عالم ﷺ (ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری)

2۔ دُرُوسِ سیرت (ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی)

3۔ سیرت رسول ﷺ قرآن کے آئینے میں (ڈاکٹر عبدالغفور راشد)

4۔ علوم الحدیث (ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر)

5۔ عورت عہدِ رسالت میں (عبدالحلیم ابوشقہ)

6۔ دنیائے اسلام میں سائنس وطب کا عروج (ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی)

7۔ تاج محل کے دیس میں (حکیم راحت نسیم سوہدروی)

8۔ قائداعظم، مسلم لیگ اور تحریک پاکستان (محمد حنیف شاہد)

9۔ طبی مشورے (حکیم راحت نسیم سوہدروی)

10۔ امتحان میں کامیابی کے زرّیں اُصول (خواجہ ولید سالک)

11- Sex & Sexuality in Islam *(Muhammad Aftab Khan)*

12- Life & Learning *(Omer Farooq Barlas)*

نبی اکرم ﷺ اور خواتین: ایک سماجی مطالعہ

عہدِ نبوی کے جہانِ نسواں کا ایک حسین و جمیل مرقع اور اسلامی حسن معاشرت کا ایک عظیم و رفیع اسوہ ہے۔ اُمتِ اسلامی کے بہترین دور اور مثالی زمانے میں وہ مرد و زن کے سماجی میل جول کے نازک اور دل آویز اختلاط کے اصول و عمل سے بحث کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ مکی اور مدنی دونوں ادوارِ حیات و معاملت میں خواتینِ عصر کے گھروں میں مختلف وجوہ سے برابر تشریف لے جایا کرتے تھے اور معاصر خواتین بھی بہت سے مقاصد حسنہ کی بنا پر خدمت میں حاضری دیا کرتی تھیں۔ زیارات باہمی کی اس سنت متواترہ نے بہت سی احادیث شریفہ اور اسلامی احکام کو جنم دیا جس نے حدیث وفقہ میں خواتین کے علم ساز رجحان اور فن خیز روایت کی طرح ڈالی۔ رسول اکرم ﷺ نے بہت سی خواتین اور بچیوں کی شادیاں بطور سربراہِ اُمت انجام دیں۔ خواتین و صحابیات لگ بھگ تمام غزوات نبوی میں مجاہدانہ اور رفاہی خدمات بجالائیں۔ ان کے حقوق کسب واکتساب کی نہ صرف پاسداری کی گئی بلکہ ان کو عمل اکتساب کی آزادی دی گئی اور ان کی تمام سماجی اور دینی مشکلات کا ازالہ فرمایا گیا۔ اختلاطِ مرد و زن کے صحیح اسلامی تناظر میں اسلامی احکام و اصول ابھرے اور وہی صحیح حسن معاشرت کے منارہ نور ہیں۔ انھیں معاشرتی نبوی اصول واقدار اور احکام کی بنیاد ہی پر صحیح اسلامی سماج کا قیام ممکن ہے۔

ڈسٹری بیوٹرز

کتاب سرائے

پبلشرز، امپورٹرز، ایکسپورٹرز، ڈسٹری بیوٹرز

فون 042-7320318 فیکس 042-7239884

ای میل hikmat100@hotmail.com

فضلی بک سپر مارکیٹ

اُردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔

فون: 2212991-2629724